دعوت الی اللہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا منہج

اپنانا ہی عقل و حکمت کا تقاضہ ہے

مَنْهَجُ الأَنْبِيَاءِ فِي الدَّعْوَةِ إِلَى اللهِ فِيهِ الحِكْمَةُ وَالعَقْلُ

تالیف

فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی المدخلی

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان

ترجمہ

طارق علی بروہی

پیشکش

www.tawheedekhaalis.com

دعوت الی اللہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا منہج اپنانا ہی عقل وحکمت کا تقاضہ ہے

فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ

(سابق صدر شعبۂ سنت، مدینہ یونیورسٹی)

مقدمہ: فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

ترجمہ، ترتیب، تبویب وفوائد: طارق علی بروہی

مصدر: کتاب منہج الأنبیاء فی الدعوۃ الی اللہ فیہ الحکمۃ والعقل۔

پیشکش: توحیدِ خالص ڈاٹ کام

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اسلام اللہ تعالی کا نازل کر دہ وہ دین حق ہے جو مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جس نے انسانیت کی بھلائی کا کوئی بھی گوشہ بغیر رہنمائی کے نہیں چھوڑا ہے۔ جس میں ایمانیات، عقائد، عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات، سیاسیات و معاشیات وغیرہ سب کو ایک نہایت ہی اعلیٰ ترتیب کے ساتھ مربوط رکھا ہے۔ اور ہر شعبے کو اس کا لائق مقام عطاء فرمایا ہے۔ جیسا کہ مسلم امہ میں کچھ عرصے سے ایک اسلامی بیداری کی لہر دوڑی ہے جو پستی کے بعد عروج کی طرف سفر کے لیے ایک نئی امید دیتی ہے اور خوش آئند بات ہے، لیکن افسوس کے بعض لوگ جب دین کی طرف راغب ہوتے ہیں تو انہیں ایسی شخصیات، مفکرین و جماعتوں کا سامنا ہوتا ہے جو اسلام کی خود ساختہ تشریحات و فلسفوں پر لوگوں کو ڈال کر ان کے دینی جذبات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور دنیا و آخرت برباد کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ فی زمانہ دین کے نام پر جو دہشتگردی کی لہر ہر سو پھیل رہی ہے اس میں اس قسم کے عناصر کا بڑا ہاتھ کار فرما ہے۔

یہ کتاب ایک عظیم کتاب ہے اور اس لائق ہے کہ اسے ایک باقاعدہ دعوت دین کے سلسلے میں ایک بنیادی نصاب کی حیثیت حاصل ہو۔ جس میں انبیاء ورسل علیہم السلام کی دعوت اور موجودہ منحرف شخصیات و جماعتوں کی دعوت میں فرق کو کتاب و سنت اور انبیاء و سلف کی سیرت سے بالکل نمایاں کر دیا گیا ہے۔

کتاب میں ضرورت کے تحت کچھ ہیڈنگز کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح سے ایک متعلقہ مضمون بعنوان شرک فی العبادۃ اور شرک فی الطاعۃ میں فرق کے تحت شامل کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی کتاب کے طبع ثانی کا مقدمہ چونکہ کسی اعتراض کرنے والے کے جواب میں تھا، تو پہلی بار پڑھنے والا قاری کسی غلط فہمی کا شکار ہو سکتا تھا، ہم نے مناسب سمجھتے ہوئے اس مقدمے کو کتاب کے آخر میں درج کیا ہے، تاکہ اچھی طرح سے کتاب پڑھنے کے بعد ہی اس اعتراض اور اس کے جواب کو پڑھ کر کوئی رائے قائم کی جائے۔

اس کے علاوہ کچھ مضامین مصنف حفظہ اللہ کے متعلق بھی شامل کیے گئے ہیں جیسے آپ کا مختصر تعارف، اور آپ کی تعریف و دفاع میں علماء کرام کے اقوال۔ اسی طرح سے بعض شرپسند و گمراہ لوگوں کی طرف سے جس طرح ماضی قریب میں اہل توحید کو وہابی کہہ کر دعوت توحید سے متنفر کیا جاتا تھا، اب صحیح سلفی عقیدے و منہج پر چلنے اور باطل پرستوں، حزبیوں اور تکفیریوں وغیرہ کا رد کرنے والوں کو جامی اور مدخلی نام دے کر مطعون کیا جاتا ہے اور ان سے متنفر کیا جات ہے، تو اس تہمت کے ازالے کے حوالے سے بھی کچھ اہل علم کے اقوال شامل کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ کو اس عظیم کتاب کے بدلے دنیاو آخرت میں اجر عظیم سے نوازے، اور ہماری ان کاوشوں کو قبول فرما کر ہم سب کی ہدایت ونجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

مترجم

طارق علی بروہی

شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ کا مختصر تعارف

نام ونسب:

ڈاکٹر ربیع بن ہادی بن عمیر المدخلی القحطانی۔ آپ کا قبیلہ "المداخلۃ" سعودی عرب کے جنوبی علاقے میں واقع مشہور قبائل میں سے ایک ہے، جس کا تعلق قبیلۂ قحطان کی مشہور شاخ بنی شبیل سے ہے، یعنی شبیل بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔

ولادت:

آپ 1352ھ کو سرزمین سعودی عرب میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:

حصول علم کا آغاز اپنے قریہ کے حلقۂ تعلیم سے کیا۔ آٹھ برس کی عمر میں شہر صامطۃ میں شیخ عبد اللہ القرعاوی رحمۃ اللہ کے گھر میں واقع مدرسۂ سلفیہ میں داخلہ لیا، جہاں سے قرآن کریم، تجوید، اور عقیدۂ توحید کا علم حاصل کیا اور فن خطاطی میں مہارت حاصل کی، بعد ازاں اسی شہر کے المعہد العلمی سے تعلیم حاصل کی، جہاں آپ نے چھوٹی سی عمر میں ہی مختلف اساتذۂ فن اور مشائخ سے عربی ادب، علم بلاغت، علم عروض، عقیدہ کی کتابیں، بلوغ المرام، نزھۃ النظر، اور فقہ کی کتاب زادالمستقنع وغیرہ پڑھ لی تھیں۔ پھر عالم اسلام کی معروف یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ میں کلیۃ الشریعۃ سے لیسانس(B.A) اور یہیں سے ایم-اے کرنے کے بعد آپ نے جامعۃ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے ڈاکٹریت (P.hd) کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں مدینہ یونیورسٹی کے کلیۃ الحدیث میں پروفیسر مقرر ہوئے جہاں آپ کو دراسات العلیا (اعلیٰ تعلیمی مرحلے) کی شعبۂ سنت کی صدارت پھر استاذِ کرسی کے اعزازات سے نوازا گیا۔

اساتذہ وشیوخ:

آپ کے اساتذہ کرام کی فہرست تو بہت طویل ہے، لیکن بالاختصار مدینہ یونیورسٹی میں آپ کے چند مشائخ کرام واساتذۂ عظام کے نام یہ ہیں۔

1- مفتیٔ اعظم علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ۔

2- علامہ محدث ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ۔

3-الشیخ حافظ بن احمد الحکمی رحمۃ اللہ علیہ

4-الشیخ بدیع الدین شاہ الراشدی السندی رحمۃ اللہ علیہ

5-الشیخ احمد بن یحییٰ النجمی رحمۃ اللہ علیہ

6-الشیخ عبدالمحسن بن حمد العباد حفظہ اللہ

7-حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

8-الشیخ عبد الغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ وغیر ہم۔

آپ کے شاگرد:

شیخ محترم کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ جنہوں نے آپ سے مختلف اوقات میں کسب فیض کیا، شیخ ابن باز کے حکم پر ہندوستان میں جامعہ سلفیہ بنارس میں آپ نے تقریباً دو سال (غالباً1972 / 1973) تدریس کے فرائض انجام دیئے، پاک و ہند میں جامعہ اسلامیہ مدینہ نبویہ کی جانب سے مختلف اوقات میں منعقد ہونے والے دوراتِ تدریبیہ (تربیتی دورے) میں حصہ لینے والے ہزاروں بر صغیر کے طلبہ آپ کے علم سے فیض یاب ہوئے یوں تو ہر وقت آپ کی رہائش گاہ پر علومِ نبوت کے پیاسوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے، محترم شیخ کو اللہ تعالیٰ نے اسلاف کے وقار، تواضع، زھد و تقویٰ طلبہ سے محبت اور جود و کرم سے حظ وافر عطا کیاہے۔ عصر حاضر اور ماضی قریب کے معروف علماء مثلاً شیخ ابن باز، علامہ البانی، ابن عثیمین اور صالح الفوزان نے آپ کی خدمات کو سراہااور آپ کی کتب سے استفادہ کرنے کی تلقین کی ہے۔

کتب:

شیخ محترم نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، ذیل میں آپ کی چند مشہور مؤلفات کا ذکر کیا جارہاہے:

1- بین الإمامین مسلم والدار قطنی۔

2- منہج الأنبیاء فی الدعوۃ الی اللہ فیہ الحکمۃ والعقل۔

3- منہج أهل السنۃ والجماعۃ فی نقد الرجال والکتب والطوائف۔

4- أهل الحدیث هم الطائفۃ المنصورۃ والفرقۃ الناجیۃ۔

5- تقسیم الحدیث إلی صحیح وحسن وضعیف بین واقع المحدثین، ومغالطات المتعصبین۔

6- منہج الإمام مسلم فی ترتیب صحیحہ۔

اور بعض سلف کی کتب کی شروحات جیسے:

1- شرح اصول السنۃ للامام احمد بن حنبل[1]۔

2- الذریعۃ شرح کتاب الشریعۃ للآجری۔

3- شرح عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث للصابونی۔

4- عون الباری جو کہ شرح ہے شرح السنۃ للبربہاری کی۔

نیز فضیلۃ الشیخ نے درج ذیل کتابوں کی تحقیق بھی کی ہے:

1- النکت لإبن حجر علی إبن صلاح۔

2- التوسل والوسیلۃ، لشیخ الإسلام ابن تیمیہ۔

3- المدخل إلی الصحیح للحاکم أبی عبداللہ۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ آپ کی اور کئی کتب، اصلاحی رسائل، مضامین اور علمی ردود ہیں جن کی تعداد تقریباً سینکڑوں میں ہے۔ جس میں آپ نے کتاب وسنت کی اہمیت اور عقیدۂ سلف کی ضرورت پر زور دیا ہے اور ردود میں سے سید قطب پر کئے گئے ردود بہت مشہور اور علمی پختگی کے حامل ہیں، اور سینکڑوں کی تعداد میں علمی محاضرات (تقاریر / دروس) کی کیسٹیں بھی موجود ہیں۔ جس سے اہل علم فائدہ اٹھاتے اور عوام رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ اب تو 15 ضخیم جلدوں میں آپ کے مجموع کتب ورسائل وفتاوی شائع ہوچکے ہیں، الحمدللہ۔

متعنا اللہ بطول حیاتہ ونفع بہ الإسلام والمسلمین۔ آمین یا رب العالمین۔

شیخ ربیع کی تعریف میں علماء کرام کے اقوال

---

[1] الحمدللہ اس کا ترجمہ ہم شائع کرچکے ہیں۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ

آپ رحمہ اللہ شیخ ربیع حفظہ اللہ کو حدیث کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

امابعد: یہ اللہ کا بندہ اور اس کی جناب میں فقیر ابو الحسن عبید اللہ تلمیذاً رحمانی، مسلکاً سلفی اثری، وطناً مبارکپوری بن علامہ شیخ عبدالسلام مبارکپوری رحمہ اللہ مؤلف ''سیرۃ البخاري'' کہتا ہے کہ: اللہ کے دین میں ہمارے بھائی، عالم گرامی قدر، فاضل، جلیل شیخ ربیع بن ہادی عمیر المدخلی حفظہ اللہ نے مجھ سے روایتِ حدیث کی اجازت طلب کی ہے، اور ان کی سند اصحاب صحاح وغیرہ جیسے آئمہ حدیث تک پہنچتی ہے۔۔(پھر آپ کی تعلیمی قابلیت کا ذکر کرتے ہیں)۔۔اور آپ نے بیان کیا کہ آپ نے علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے بخاری، مسلم اور کچھ جامع ترمذی کے دروس جو مسجد نبوی میں منعقد ہوتے تھے میں شرکت فرمائی، اور شیخ البانی رحمہ اللہ سے بھی کافی عرصہ شرف تلمذ حاصل کیا اور اسی طرح شیخ حماد الانصاری رحمہ اللہ وغیرہ جیسے کبار مشائخ سے بھی استفادہ فرمایا ہے۔ آپ کو جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ کی جانب سے جامعہ سلفیہ، بنارس میں بھی مبعوث کیا گیا تھا جہاں میری اور ان کی علمی مسائل پر باتیں ہوا کرتی تھیں، اور کئی بار وہ مبارکپور بھی میرے گھر تشریف لائے۔ پس آپ صاحب فضیلت، علمی گہرائی ورسوخ، فہم سلیم، طبع مستقیم کی حامل شخصیت ہیں اور اعتقاداًو عملاً سلف صالحین کی منہج پر گامزن ہیں۔ کتاب وسنت کے متبع اور ان کی نصرت اور دفاع کرنے والے ہیں۔ اہل بدعت واہواپر بہت سخت ہیں اور ایسے مقلدین کا رد کرنے والے ہیں جن کی حدیث شریف پڑھنے کی ساری مساعی اسے اپنے امام کے مذہب کے مطابق بنانے کے لئے ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی آپ کے علم میں برکت فرمائے اور ان کی بقاء سے مسلمانوں کو بہرہ ور فرمائے۔۔۔

(الاجازۃ، 19 ذی القعدہ سن 1401ھ)

علامہ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

آپ سے شیخ ربیع بن ہادی اور شیخ محمد امان الجامی رحمہ اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

بخصوص اصحاب فضیلت جناب شیخ محمد امان الجامی اور شیخ ربیع بن ہادی المدخلی دونوں اہل سنت میں سے ہیں، اور ہمارے یہاں علم، فضل وصحیح عقیدے کے حامل معروف ہیں۔۔۔میں ان دونوں کی کتب سے استفادہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔۔

(کیسٹ سوئیڈن سے سوالات)

اور فرمایا:

شیخ ربیع اہل سنت والجماعت کے اخیار میں سے ہیں، اور یہ بات بالکل معروف ہے کہ آپ اہل سنت (اہل حدیث / سلفیوں) میں سے ہیں، اسی طرح آپ کی کتب ومقالات بھی معروف ہیں۔

(کیسٹ بعنوان ثناء العلماء علی الشیخ ربیع [شیخ ربیع کی تعریف میں علماء کرام کے کلام کا مجموعہ]، منہاج السنۃ ریکارڈنگز)

اس کے علاوہ کیسٹ "توضیح البیان" میں شیخ کی تعریف کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

لیکن اہل باطل جن کا کام ہی محض نیک لوگوں پر کیچڑ اچھالنا ہوتا ہے وہ اس قسم کی باتیں لوگوں میں پھیلا کر انہیں پریشان کرتے ہیں کہ فلاں (عالم) کے اس کلام سے یہ مراد تھی، فلاں سے یہ وغیرہ، حالانکہ کسی (سلفی سنی عالم) کے کلام کو بہترین محامل پر محمول کرنا واجب ہے۔

شیخ ربیع کے درس "التمسّك بالمنهج السلفي" (سلفی منہج سے تمسک) کے بعد آپ کی تعریف وتائید فرمائی۔

اسی طرح آپ کی کتاب "منهج أهل السنة والجماعة في نقد الرجال والكتب والطوائف" (رجال، کتب اور طوائف پر نقد کرنے کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا منہج) کے مقدمے میں آپ کی تعریف اور کتاب کی تائید فرمائی۔

شیخ ربیع حفظہ اللہ اپنی کتاب "إزهاق أباطيل عبداللطيف باشميل" (عبد اللطیف باشمیل کے اباطیل کا رد) کے صفحہ 104 میں فرماتے ہیں:

میں نے شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے جب ملاقات کی تو آپ نے مجھے ہر حق وسنت مخالف پر رد کرتے رہنے کی نصیحت فرمائی اور یہ کیا ہی سنہری نصیحت ہے، اور کتنی ہی عظیم بات اور کتنا ہی عظیم واجب ہے اس شخص پر جو اسے نبھانے کی استطاعت رکھتا ہو۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ شیخ ربیع کی ان کے یہاں ثقاہت واعتماد کی بنیاد پر بعض اشخاص اور ان کے منہج کے متعلق دریافت کیا کرتے تھے، اور اس بارے میں انہیں خطوط ارسال فرمایا کرتے تھے۔ جیسے:

رقم: 2/2352، بتاریخ 8/2/1413ھ میں سید ابو الاعلیٰ مودودی پر لکھا گیا شیخ کا کلام طلب فرمایا۔

رقم: 1/1744، بتاریخ 25/5/1415ھ میں ایک داعی سے متعلق دریافت فرمایا۔

رقم: 1/2203 بتاریخ 24/7/1415ھ کے خط میں اللہ تعالی کی صفات کی تاویل کرنے والے ایک داعی پر شیخ کو رد کرنے کی ترغیب دلائی۔

علامہ محدث محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

علامہ البانی سے یہ سوال کیسٹ (ابو الحسن مأربی سے ملاقات 2) میں کیا گیا جس کا مفہوم ہے کہ:

سوال: قطع نظر اس کے کہ فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی المدخلی اور مقبل بن ہادی الوادعی اہل بدعت اور منحرف اقوال پر رد کے سلسلے میں جو جہاد کرتے ہیں، بعض نوجوان ان دونوں شیوخ کے صحیح سلفی منہج پر ہونے کے بارے میں شکوک کا اظہار کرتے ہیں؟

شیخ رحمہ اللہ نے جواب ارشاد فرمایا:

بلاشبہ ہم اللہ تعالی کی حمد بیان کرتے ہیں کہ اس نے اس صالح دعوت کہ جو کتاب وسنت اور منہج سلف صالحین پر قائم ہے کے لئے ایسے داعیان کھڑے کئے جو مختلف اسلامی ممالک میں اس فرض کفایہ کو ادا کررہے ہیں حالانکہ آج مسلم دنیا میں اس فریضہ کو ادا کرنے والے معدودے چند لوگ ہی ہیں۔ چناچہ یہ دونوں مشائخ شیخ ربیع اور مقبل کتاب وسنت اور جس منہج پر سلف صالحین تھے کی طرف دعوت دینے والے داعیان ہیں اور جو اس صحیح منہج کے مخالفین ہیں ان سے نبرد آزما ہیں۔ لہذا یہ بات پھر کسی پر ڈھکی چھپی نہیں رہنی چاہیے کہ جو ان کی شان میں تنقیص کرتا ہے وہ دو میں سے ایک شخص ہو سکتا ہے: یا جاہل ہو گا یا صاحب ہویٰ (خواہش پرست)۔ جہاں تک جاہل کا معاملہ ہے تو اس کی ہدایت ممکن ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ کسی علم پر قائم ہے حالانکہ اسے جب صحیح علم بیان کر دیا جائے تو ہدایت پا جائے گا۔۔۔ مگر اہواء پرست شخص کا ہم کچھ نہیں کر سکتے الا یہ کہ اللہ تعالی ہی اسے ہدایت دے۔ پس جو ان دونوں مشائخ پر تنقید کرتے ہیں یا تو جاہل ہیں تو ایسوں کو علم دیا جائے، یا پھر اہواء پرست ہیں تو اللہ تعالی سے ان کی شرارتوں کے خلاف پناہ مانگی جائے۔ اور اللہ تعالی سے دعاء کی جائے کہ یا تو انہیں ہدایت عطاء فرمائے یا (اگر ہدایت نصیب میں نہ ہو تو) ان کی کمر توڑ دے۔

اسی طرح کیسٹ بعنوان "الموازنات بدعة العصر للألباني" (بدعتیوں کے بارے میں موازنات یعنی ان کے رد کے ساتھ ان کی اچھائیاں بھی بیان کرنا کی موجودہ بدعت پر رد) موجودہ زمانے کی اس بدعت پر رد کرنے کے بعد شیخ فرماتے ہیں:

بالاختصار یہی بات برحق ہے کہ ہمارے اس دور میں جرح وتعدیل کا جھنڈا بلند کرنے والے ہمارے بھائی ڈاکٹور ربیع ہیں۔ جو بھی ان پر رد کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ کبھی بھی علم کے ساتھ ان کا رد کر ہی نہیں سکتا، کیونکہ علم ان کے ساتھ ہے۔

آپ رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب "صفة الصلاة" کے صفحہ 48 میں غزالی سے متعلق کلام کرتے ہوئے شیخ ربیع کے لکھے گئے رد کی تعریف فرمائی۔

آپ نے شیخ ربیع کی کتاب "العواصم مما في كتب سيد قطب من القواصم" (سید قطب کی کتب میں پائی جانے والی بدعقیدگیاں و منہجی انحرافات) پر تعلیق کرتے ہوئے جو کچھ شیخ نے سید قطب کی گمراہیوں سے متعلق لکھا ہے اسے حق وصواب قرار دیا۔

شیخ فقیہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

کیسٹ "سویڈن سے سوالات" میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے شیخ ربیع کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا:

میں شیخ ربیع کے متعلق سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا اور یہ کہ وہ اہل سنت واہل حدیث ہیں۔

اسی طرح آپ نے کیسٹ "إتحاف الكرام" جو عنیزہ میں منعقدہ پروگرام تھا اور اس میں شیخ ربیع نے اپنی تقریر بعنوان "الاعتصام بالكتاب والسنّة" (کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنا) پیش کی تھی تو اس پر شیخ ابن عثیمین نے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے اس کی بہت تعریف فرمائی اور سراہا۔

اسی کیسٹ میں فرمایا کہ مجھ سے شیخ کے بارے میں سوال کرنے کے بجائے شیخ سے میرے بارے میں سوال کرنا چاہیے۔

کیسٹ "لقاء الشيخ ربيع مع الشيخ ابن عثيمين حول المنهج" (شیخ ربیع کی شیخ ابن عثیمین سے منہج سے متعلق ملاقات) میں سید قطب کے رد سے متعلق معلومات کے لئے شیخ ربیع کی کتب کی جانب رجوع کرنے کی نصیحت فرمائی۔

کیسٹ بعنوان "كشف اللثام عن مخالفات أحمد سلام" (مخالفات احمد سلام کی نقاب کشائی) جو کہ ہولینڈ سے ایک ٹیلیفونک خطاب تھا میں شیخ ربیع کے صحیح سلفی منہج پر ہونے کی گواہی دی۔

شیخ محدث مقبل بن ہادی الوادعی رحمہ اللہ

شیخ سے کیسٹ "الأسئلة الحضرمية" میں سوال کیا گیا کہ آپ کی ان لوگوں کے بارے میں کیا رائے ہے جو کہتے ہیں کہ شیخ ربیع متشدد، جلدباز یا لاپرواہ انسان ہیں؟

پس آپ نے جواب ارشاد فرمایا کہ:

شیخ ربیع کو اخوان المفلسین (یعنی اخوان المسلمین) کے بارے میں مکمل معرفت حاصل ہے، الحمدللہ وہ طویل عرصہ ان سے قریب رہے ہیں اور سب سے بہتر طور پر ان کا علاج جانتے ہیں اور اہل بدعت پر رد فرماتے ہیں، اللہ تعالی ان کی حفاظت فرمائے۔

اسی طرح سے کیسٹ "الأسئلة السنية لعلاّمة الديار اليمنية، أسئلة شباب الطائف" میں فرماتے ہیں:

شیخ ربیع سب سے زیادہ حزبیوں کی شناخت رکھتے ہیں اور ان کے دجل سے واقف ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کسی کے بارے جب بتادیتے ہیں کہ فلاں حزبی ہے تو کچھ عرصہ کے بعد ہی انکشاف ہو جاتا ہے کہ واقعی وہ حزبی ہی تھا۔ کوئی حزبی شخص شروع شروع میں اپنے حال کو چھپا کر رکھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کا راز فاش ہو لیکن جونہی وہ قوی ہو جاتا اور اس کا حلقۂ متبعین بڑھ جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ اب اگر کوئی اس کے خلاف کلام کر بھی دے تو کوئی ضرر نہیں، پھر وہ اپنی اصلیت ظاہر کرتا ہے۔

پھر آپ شیخ کی کتب ودروس سے استفادہ کی نصیحت فرماتے ہیں۔

اور فرمایا:

الحمدللہ اہل سنت معاشرے میں سے حزبیوں کو چھانٹ نکالتے ہیں، کیونکہ امت کا طائفہ منصورہ حق پر اسی طرح تا قیام قیامت قائم رہے گا۔ انہی میں سے شیخ ربیع ہیں جو ارض حرمین اور نجد کے معاشرے میں سے حزبیوں کو چھانٹ نکالتے ہیں۔

(شريط ثناء العلماء على الشيخ ربيع – تسجيلات منهاج السنّة)

اپنی کتاب "تحفة القريب والمجيب" سوال 75 میں آپ کی کتب پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ سوال 123 میں دیگر کبار سلفی مشائخ کے ساتھ ساتھ آپ کے پاس جانے یا مراسلات کے ذریعہ تعلق رکھنے کی نصیحت فرماتے ہیں۔ سوال 135 میں فرماتے ہیں:

حزبیوں کی معرفت کے تعلق سے شیخ ربیع تو اللہ تعالی کی آیتوں میں سے ایک آیت (یعنی اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں) ہیں۔

سوال 140،144،162 میں بھی آپ کی تعریف فرمائی۔

اور عنوان "من وراء التفجير في أرض الحرمين" (ارض حرمین میں ہونے والے بم دھماکوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے) کے تحت بھی حزبیوں، قطبیوں (سید قطب کے پیروکار) اور سروریوں (محمد سرور زین العابدین کے پیروکار) کے رد کے سلسلے میں آپ سے متعلق وصیت فرمائی۔

محمد الامام کی کتاب "تنویر الظلمات" (جو انتخابات / الیکشن کے مفاسد پر لکھی گئی ہے) کے مقدمے میں دیگر مشائخ کے ساتھ شیخ کی تعریف فرمائی۔

شیخ مقبل رحمہ اللہ کے ایام مرض میں آپ کی شیخ ربیع حفظہ اللہ سے مکہ مکرمہ اور جدہ وغیرہ میں بہت اچھی ملاقاتیں رہیں اور دونوں مشائخ ایک دوسرے کا بہت احترام اور قدر کرتے تھے۔اور شیخ ربیع شیخ مقبل کی بیماری میں آپ کی زیارت کو ہسپتال جایا کرتے تھے۔

شیخ عبدالعزیز البرعی (یمن) اپنے ایک مقالے بعنوان "الذب عن السنّة وعلمائها" میں فرماتے ہیں کہ:

چار سلفی آئمہ ومشائخ اس حال میں فوت ہوئے کہ وہ شیخ ربیع اور ان کے منہج ودعوت سے راضی تھے۔

(ان چار مشائخ سے مراد شیخ ابن باز، ابن عثیمین، البانی ومقبل رحمہم اللہ ہیں)۔

شیخ علامہ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

آپ شیخ ربیع کی مشہور زمانہ کتاب "منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ" کے مقدمے میں شیخ کی تعریف فرماتے ہیں، دیکھئے مقدمۂ کتاب۔

اسی طرح آپ کی کتاب "جماعة واحدة لاجماعات" (اسلام میں جماعت واحدہ ہے نا کہ بہت سی جماعتیں) جو کہ عبدالرحمن عبدالخالق پر رد ہے اس کے مقدمے میں شیخ الفوزان حفظہ اللہ جماعت بازی وحزبیت کے رد کرنے پر شیخ کی تعریف وتائید فرماتے ہیں۔ نیز دیکھئے شیخ کی دوسری کتاب النصر العزیز کا مقدمہ۔

کیسٹ "الأسئلة السويدية" بتاریخ ربیع الآخر 1417ھ میں شیخ کی دعوتی جہود کی تعریف فرمائی۔

آپ نے حسن بن فرحان المالکی کے رد پر لکھی گئی کتاب "دحر افتراءات أهل الزيغ والارتياب عن دعوة الإمام محمد بن عبدالوهاب رحمه الله" (اہل زیغ وارتیاب کا امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت پر کی گئی افتراء پردازیوں کا ازالہ) پر مقدمہ لکھتے ہوئے بھی شیخ ربیع حفظہ اللہ کی تعریف فرمائی ہے۔

حرم مکی میں بتاریخ 13/4/1424ھ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ ایسے نوجوانوں کو کیا نصیحت فرمائیں گے جو مشہور آئمہ دعوت سلفیہ جیسے شیخ امان الجامی اور شیخ ربیع وغیرہ پر طعن کرتے ہیں؟

فرمایا کہ: لوگوں کو اور قیل وقال کو چھوڑ دیجئے، ان مشائخ میں ان شاء اللہ سلفی دعوت اور لوگوں کی تعلیم کے لئے خیر اور برکت ہے۔ اگرچہ ان سے بعض لوگ راضی نہ ہوں تو کوئی حیرت کی بات نہیں دنیا کی سب سے عظیم ہستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سے تمام کے تمام لوگ راضی نہ تھے، یعنی کچھ ایسے بھی بدبخت تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سے راضی نہ تھے تو اسی لئے لوگوں کی نفسیات واہواء کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہم ان مشائخ کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں، اور ان کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے،

اور ساتھ ہی مزید توفیق کے لئے بھی دعاء گو ہیں۔

شیخ علامہ صالح بن محمد اللحیدان ﷾

شیخ اللحیدان ﷾ کا تقریباً 20 سے بھی زائد مختلف مواقع پر شیخ ربیع ﷾ کی تعریف اور ان کا دفاع ثابت ہے جو ویب سائٹ سحاب السلفیۃ پر بعنوان "مجموع دفاع وثناء: الشّيخ العلاّمة: صالح بن مُحمّد اللُّحَيْدَان –حفظه الله-.- رئيس مجلس القضاء الأعلى –(بالمملكة العربية السعودية –سابقاً).- عضو هيئة كبار العلماء –. على أخيه الشيخ العلامة/ د.ربيع بن هادي المدخلي –حفظه الله– –رئيس قسم السنة بالجامعة الإسلامية بالمدينة النبوية سابقاً–" موجود ہے۔ جن کے مختصر عنوان درج ذیل ہیں، شیخ صالح اللحیدان ﷾ فرماتے ہیں:

1- ہم شیخ ربیع کے بارے میں کوئی شرعی مخالفت نہیں جانتے، میں جانتا ہوں کہ آپ اہل سنت میں سے اور صحیح عقیدے پر ہیں۔

(في المسجد الحرام بمكة كانت هذه الكلمة بتأريخ: ليلة الجمعة السادس من شهر رجب لعام :06-07-1426ھ)

2- جو لوگ شیخ ربیع ﷾ پر تہمت لگاتے ہیں وہ یقیناً جھوٹے ہیں، ان شاء اللہ اللہ تعالی ضرور آپ کو اس خبیث و قبیح تہمت سے بری قرار دے گا۔ اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ وہ ان تہمت لگانے والے گمراہوں کو ہدایت دے۔

(فون کال: ليلة الجمعة العشرون من ذي القعدة لعام: 20-11-1426 ھ)

3- شیخ ربیع ﷾ اہل علم میں سے اور صحیح سلفی عقیدے کے حامل ہیں۔

(محاضرة بعنوان : العلاقة بين الحاكم والمحكوم–الجامع الكبير بالرياض من خلال سؤال وجه لفضيلته. بتأريخ: التاسع من ذي القعدة لعام (09-11-1427 ھ.))

4- حدادیوں کی طرف سے شیخ ربیع اور ان کے دیگر بھائی اہل سنت کے علماء پر ارجاء کی تہمت کے خلاف شیخ صالح اللحیدان ﷾ دفاع فرماتے ہیں۔

(مفتئ اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز آل الشیخ ﷾ کے سامنے ایک درس میں آپ نے یہ دفاع فرمایا: المحاضرة بعد مغرب يوم الخميس السادس من محرم لعام (06-01-1428 ھ.): بالجامع الكبير بالرياض بعنوان: " ضوابط عمل المرأة في الإسلام)

5- شیخ حفظہ اللہ نے اپنے اہل سنت بھائی علماء شیخ البانی رحمہ اللہ و ربیع حفظہ اللہ کا تہمت کی ارجاء سے دفاع فرمایا اور اس بات کی تکذیب کی جو ویب سائٹ الاثری نشر کرتی ہے۔

(فون کال:مساء يوم الثلاثاء بعد صلاة العشاء الحادي عشر من محرم لعام:(11-01-1428 هـ.))

6- بلاشبہ شیخ ربیع حفظہ اللہ اہل علم میں سے ہیں، اور آپ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں، میں ان کے متعلق کسی قسم کا انحراف نہیں جانتا، نہ عقیدے میں نہ ہی اخلاق میں۔ بلکہ میں ان کے بارے میں حسن ظن ہی رکھتا ہوں، وہ اہل خیر میں سے ہیں اور داعیان فتنہ کی سرکوبی کرتے ہیں۔

(محاضرة بعنوان (صفات الفرقة الناجية والطائفة المنصورة،التأريخ: السادس من شهر صفر لعام 1431 هـ.)

7- شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ اہل علم میں سے ہیں، اور کیا ہی خوب انسان ہیں، اور صحیح سلفی عقیدے کے حامل ہیں۔

(من خلال برنامج الجواب الكافي والذي يُعْرَضُ على قناة المجد. بتأريخ السادس من يوم الجمعة لشهر جمادى الأولى من عام اثنين وثلاثين وأربعمئة بعد الألف من هجرة النبي صلى الله عليه وسلم.)

8- شیخ ربیع حفظہ اللہ ایسے شخص ہیں جن میں خیر اور اچھائی ہے۔

(اس سوال جواب کا آڈیو ویب سائٹ سحاب السلفیۃ پر دستیاب ہے)

9- شیخ ربیع سلیم العقیدہ اہل علم میں سے ہیں، اور آپ الحمدللہ ثقہ و معتبر شخصیت ہیں، آپ میں خیر کثیر پائی جاتی ہے۔

(من خلال و كلمة توجهيية عبر الهاتف بمسجد الإسراء بمدينة إجدابيا بليبيا و ذلك ليلة العاشر من صفر 1433 هـ.)

10- شیخ ربیع حفظہ اللہ جامعہ اسلامیہ مدینہ نبویہ میں پڑھاتے رہے ہیں اور عقیدۂ توحید کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں، آپ صحیح العقیدہ شخص ہیں۔

(یہ کلام ویب سائٹ سحاب السلفیۃ پر منشور ہے: العشرون من رجب لعام أربع وثلاثين وأربعمائة بعد الألف(1434/07/20هـ(2013/06/01م))

11- شیخنا شیخ ربیع الحمدللہ صاحب سنت ہیں، اور گمراہوں سے خبردار کرنے میں بہت جرأت مند واقع ہوئے ہیں۔ اور کسی

سے خبر دار اس وقت تک نہیں کرتے جب تک معلوم نہیں ہو جاتا کہ وہ واقعی صحیح منہج پر نہیں۔

(يوم: الثامن من ربيع الأول / 1435هـ بالإخوة من بنغازي / عبر الهاتف)

12- کیا ہی خوب شخصیت ہیں اپنے عقیدے اور دینی غیرت میں، اور کیا ہی خوب علمی و دینی شخصیت ہیں۔ ظاہر ہے ان کے خلاف اکثر اس لیے کلام کرتے ہیں کیونکہ وہ ان کے باطل پر علم کے ساتھ رد کرتے اور خبر دار فرماتے ہیں۔

(بتاريخ : السادس من صفر لعام / (1435)هـ.)

13- بعض لوگوں کے دعوے کا رد فرمایا کہ شیخ ربیع مشہور کبار علماء کی وفات کے بعد بدل گئے ہیں، فرمایا:

شیخ ربیع حفظہ اللہ نہ شیخ البانی وابن عثیمین رحمہما اللہ کی وفات سے پہلے بدلے تھے نہ اس کے بعد، الحمدللہ۔

(یہ مکمل مقالہ بعنوان "کیا شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ شیخ البانی وابن عثیمین رحمہما اللہ کی وفات کے بعد بدل گئے ہیں؟" ہماری ویب سائٹ پر موجود ہے، بروز منگل 20 ربيع الأول 1435ھ / 21 جنوری 2014ع))

14- آپ کیا ہی خوب شخص ہیں اپنے عقیدے اور اسلام میں، میں نہیں جانتا کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کبھی ان پر تنقید کی ہو، بلکہ آپ نے تو انہیں مدرس مقرر کیا تھا۔

(بتأريخ السابع والعشرين من شهر ربيع الأول لعام (1435)هـ. المصدر: شبكة البينة السلفية)

15- میں شیخ ربیع حفظہ اللہ کے بارے میں نہیں جانتا کہ آپ فتنہ پرور ہیں۔ ہاں وہ حق بیان کرتے اور باطل کا رد کرتے ہیں جو کہ فتنہ نہیں بلکہ اچھا کام اور واجب ہے۔

(السؤال الرابع من أسئلة أبي عبد الملك عبد الصمد المغربي ضمن مسائل أربع، وجهها لفضيلة الشيخ صالح اللحيدان–وكان تأريخ هذه المكالمة:بعد مغرب السادس والعشرين من شهر ربيع الأول لعام خمسة وثلاثين وأربع مئة وألف من هجرة النبي صلى الله عليه وسلم.)

16- شیخ ربیع حفظہ اللہ پر اس جھوٹی تہمت کا آپ نے ازالہ فرمایا کہ شیخ ربیع علماء کا گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں)۔ شیخ نے فرمایا نہیں ان کے مواقف اچھے ہوتے ہیں۔ اور باطل و غلطی کا رد کرنا غیبت نہیں بلکہ یہ تو ایک قسم کا جہاد ہے۔

(مکالمے کی تاریخ:يوم الخميس الثالث عشر من شهر ربيع الآخر لعام خمسة وثلاثين بعد الأربعمئة وألف من هجرة

النبي صلى الله عليه وسلم، وبالنصراني (13) فبراير (2014م.)

17- شیخ ربیع کو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں آپ صحیح عقیدے والے اور صحیح عقیدے کے ساتھ محبت رکھنے والے ہیں۔

(اس کی آڈیو ویب سائٹ سحاب السلفیۃ پر دستیاب ہے)

18- آپ سے سوال ہوا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ شیخ ربیع کے ردود جہاد فی سبیل اللہ شمار ہوں گے، کیسے؟

اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا: بلکل اہل بدعت اور شرعی مخالفت کرنے والوں پر رد کرنا ایک قسم کا جہاد فی سبیل اللہ ہے جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ گمراہ مذاہب وافکار کے خلاف کیا کرتے تھے۔

(اس مکالمے کی تاریخ:عصر يوم الأربعاء: التاسع من جمادى الآخرة لعام خمسة وثلاثين وأربعمئة بعد الألف من هجرة النبي صلى الله عليه وسلم)

19- شیخ ربیع حفظہ اللہ پر بہت زیادہ کلام کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بہت خوب اور اچھے شخص ہیں، لیکن صد افسوس کہ بعض نوجوان بغیر علم کے نقد کرنے میں بڑے جری ہو جاتے ہیں۔

(یہ آڈیو اور اس کی تفریغ: الأربعاء الموافق:(17/ شوّال/ 1435)من هجرة النبي صلى الله عليه وسلم کو ویب سائٹ سحاب السلفیۃ پر نشر کی گئی)

20- میں شیخ ربیع کو جانتا ہوں اور جو کہتے ہیں کہ ان کا منہج مفتی عبد العزیز آل الشیخ، شیخ صالح الفوزان اور آپ (یعنی شیخ اللحیدان) سے مختلف ہے یعنی آپ نرم اور وہ شدت پسند ہیں، میں اس بات کو نہیں مانتا، میں اب تک یہی جانتا ہوں کہ آپ اہل سنت کے منہج پر ہیں، ایسا نہیں ہے کہ وہ بدل گئے ہیں۔ البتہ ان کا بعض لوگوں پر رد کرنے میں شدت کرنے کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ ان علماء کو (جنہیں آپ غیر شدید کہہ رہے ہیں) وہ بات معلوم نہیں جو شیخ ربیع کو معلوم ہے۔

(اس مکالمے کی تاریخ:يوم الجمعة التاسع عشر من شهر شوال لعام (1435)هجري)

21- بعض لوگ شیخ ربیع حفظہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں عمر رسیدہ ہونے کے سبب سٹھیا گئے ہیں اور ان کے پاس سوائے رد، رد اور صرف رد برائے رد کے کچھ نہیں۔۔۔

شیخ صالح اللحیدان حفظہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کی عمر تو شیخ ربیع سے بھی بڑی ہے۔ اور ان تمام باتوں کا رد کرتے ہوئے آپ کو اہل

سنت کے علماء میں شمار فرماتے ہیں۔ آپ کے عقیدے و علمی مسائل میں ان کے یہاں کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔ البتہ شیخ ربیع ﷾ کو اگر کوئی ایسا ملتا ہے جو علم کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اسے نشر کرتا ہے، مگر ان پر واضح ہوتا ہے کہ اس نے ایسی غلطی کی جس پر خاموشی ٹھیک نہیں، تو پھر ان پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اسے ظاہر کریں۔

(اس کی آڈیو ویب سائٹ سحاب پر دستیاب ہے: الثلاثاء الموافق: (30)/ شّوال / 1435 من هجرة النبي صلى الله عليه وسلم)

22- جو لوگ شیخ ربیع ﷾ کے خلاف بات کرتے ہیں ان کے بارے میں شیخ اللحیدان ﷾ فرماتے ہیں:

ہو سکتا ہے اللہ تعالی نے شیخ ربیع ﷾ کے لیے جنت میں بہت اعلیٰ مقام رکھا ہو اور ان کے اعمال اس تک نہ پہنچتے ہوں، تو ان لوگوں کی ان کے خلاف باتیں کرنے پر اللہ تعالی شیخ ربیع کو درجات میں بلندی عطاء فرمانا چاہتا ہو، اور ان مخالفین کی منزلت گرانا چاہتا ہو۔ کوئی بھی شخص غلطی سے پاک نہیں سوائے انبیاء کرام ﷩ کے، نبی کریم ﷺ کے علاوہ ہر ایک کی بات کو لیا بھی جا سکتا ہے اور چھوڑا بھی، اصل اعتبار دلیل کا ہوتا ہے۔ البتہ علماء و طلبہ کے ساتھ یہ لوگ جو شیخ ربیع ﷾ وغیرہ کے مخالفین ہیں سلوک کرتے ہیں وہ سلفی منہج کے خلاف ہے۔

(اس مکالمے کی تاریخ: الثاني من شهر محرم لعام (1436)هـ.)

شیخ محدث محمد بن علی الایتھوپیوی ﷾

کچھ عرصہ قبل مکہ میں مشہور محدث شیخ محمد بن علی الایتھوپیوی ﷾ سے جب شیخ ربیع المدخلی ﷾ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

ہمارے بھائی شیخ ربیع اس زمانے میں آئمہ سلف کے طرز پر علماء میں سے ایک ہیں اور عقیدۂ سلف کا دفاع کرتے ہیں۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اور میں انہیں شعبۂ زمان کا لقب دیتا ہوں، آپ جانتے ہیں امام شعبہ بن الحجاج ؒ کو؟ تو شیخ ربیع اس دور کے شعبہ ہیں۔ اور جو کوئی آپ کی مذمت کرتا ہے اور آپ کو سختی سے موصوف کرتا ہے تو بلاشبہ اس میں بھی آپ کی طرز پر علماء سلف کے نمونے موجود ہیں۔

آپ سے عداوت نہیں رکھتے مگر منحرف لوگ۔

پھر آپ نے فرمایا: شیخ ربیع کے پاس جاؤ، میرا سلام کہو اور انہیں کہہ دو کہ میں نے آپ کے متعلق محمد علی آدم سے پوچھا تو انہوں

نے کہا: شیخ ربیع اس دور کے شعبہ بن الحجاج ہیں۔

(في مساء السبت السابع من شهر رمضان المبارك في المسجد الحرام 1435ھ ، نقل عن الاخ ناصر بارويس منقول من مشاركة للشيخ فواز المدخلي)

ان مشائخ کے علاوہ بہت سے علماء کرام نے شیخ ربیع کی تعریف وتوصیف اور آپ کی سلفی منہج کے سلسلے میں جہود خصوصاً اہل بدعت واہوا اور حزبیوں پر رد کے سلسلے میں کاوشوں کو خوب سراہا ہے جیسے شیخ محمد بن عبداللہ السبیل (امام حرم مکی)، محمد بن عبدالوہاب البنا(مصر)، احمد بن یحیی النجمی، زید بن ہادی المدخلی، علی بن ناصر الفقیھی، عبید الجابری، صالح السحیمی، عبدالعزیز الراجحی وغیرہم تفصیل کے لئے دیکھیں اصل کتاب "الثناء البديع من العلماء على الشيخ ربيع" از شیخ خالد بن ضحوی الظفیری حفظہ اللہ۔

شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ کی بعض عمدہ صفات

فضیلۃ الشیخ علی بن یحیی الحدادی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

شیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ کی تمام عمدہ صفات پر کماحقہ بات کرنا اس عجلت میں ممکن نہیں، لیکن بعض کی جانب مختصر اشارہ کرکے ان جیسی قد آور شخصیت کا تذکرہ کروں گا، اللہ تعالی آپ کو شفاء دے اور اپنی اطاعت میں آپ کی عمر دراز فرمائے:

1- دنیا کے مشرق ومغرب میں سلفی دعوت پر خصوصی توجہ دینا، اور دنیا جہان سے آئے مختلف مشارب کے طلبۂ علم کا استقبال بطور معلم، ناصح، مصلح، مستمع ومناقشہ کرنے والے کے کشادہ دلی سے کرنا، ساتھ ہی اس قوی حافظے کا حامل ہونا کہ آپ کو دعوت کے میدان میں مشغول بہت سے لوگوں کے نام وتاریخ اور دنیا کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے سلفی دعوت کے تعلق سے مواقف یاد رہتے ہیں۔

2- ببانگ دہل حق بات کہنے کی جرأت، چناچہ آپ نے بڑے بڑے ایسے سرغناؤں پر رد کیے جن کے پیروکار کا کوئی حساب ہی نہیں کہ ان پر رد ہونے سے وہ سب آگ بگولہ ہوجاتے ہیں مگر شیخ ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے نہ خاطر میں لاتے ہیں۔ اگر آپ کے اس باب میں سوائے سید قطب والے ردود کے اور کچھ نہ بھی ہوتا تب بھی یہ آپ کی شدید مخالفت کے باوجود ٹھوس پہاڑ ہونے کی دلیل کے لیے کافی ہوتا۔

3- قوت ومتانت کے ساتھ متنوع علمی تحقیقات اور کارناموں کی کثرت اور جو کچھ آپ لکھتے ہیں اس میں رسوخ، آپ کی مؤلفات کا ابھی صرف پہلا مجموعہ شائع ہوا ہے اور وہ بھی 15 جلدوں تک پہنچتا ہے۔

4- سلفی عقیدے کا دفاع وحمایت اور اس کے مخالفین پر ردود شیخ کو اس بات سے مشغول نہیں کرتے کہ آپ ساتھ میں مسجد اور گھر پر درس وتدریس کا سلسلہ جاری وساری رکھتے ہیں، پس آپ نے اہل علم کی بہت سے کتب کی شروحات فرمائی ہیں جیسے صحیح مسلم، الشریعۃ للآجری اور اصول السنۃ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ۔

5- امت کی خیر خواہی کا شدت سے خواہاں ہونا انہیں ان باتوں سے خبردار کرکے جو ان کے لیے ان کے دین میں نقصان کا سبب ہیں، پس آپ نے اپنی زبان وقلم سے روافض، صوفیوں، اخوانیوں، سروریوں، حدادیوں (محمود الحداد کے پیروکار) وغیرہ پر رد فرمایا جیسا کہ آپ نے یہود ونصاریٰ اور لبرل لوگوں پر بھی اپنی زبان وقلم سے رد فرمایا۔

اور وہ بات جو ایک مسلمان کے دل کو اطمینان دیتی ہے وہ یہ کہ اس قدر آور شخصیت سے بہت سے لوگوں کا شدید قسم کی عداوت رکھنے اور آپ کی شخصیت کو داغدار کرکے آپ سے اور آپ کے منہج سے لوگوں کو متنفر کرنے کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود[2] جو اللہ تعالی نے آپ پر احسان وکرم فرمایا ہے کہ کبار اہل علم کے یہاں آپ کو مقبول عام حاصل ہے، پس آپ کی باکثرت تعریف اور تزکیہ اور آپ کے علم وفضل اور صحیح منہج کا اعتراف بہت سے علماء کرام سے ثابت ہے جن میں سے سرفہرست اس دور کے کبار وسادات علامہ ابن باز، الالبانی، ابن عثیمین، مقبل الوادعی، اللحیدان، السبیل اور الفوزان وغیرہ (اللہ ان میں سے فوت شدگان پر رحم فرمائے اور جو بقید حیات ہیں ان کی حفاظت فرمائے)۔

اللہ تعالی شیخ ربیع کی حفاظت فرمائے، اور آپ کی عمر دراز فرمائے، آپ کو جو تکلیف ہے اس سے شفاء عطاء فرمائے، اور آپ کو وہ بہترین جزاء عطاء فرمائے جو وہ باعمل اور خیر خواہ علماء کرام کو عطاء فرماتا ہے۔

د.علي بن يحيى الحدادي

14 ذوالحج، 1438ھ

ان لوگوں کا رد جو سلفیوں کو مدخلیہ اور جامیہ کہتے ہیں

شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ سے سوال ہوا:

سائل: شیخنا (رعاکم اللہ)، آپ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو جرمنی اور اس کے علاوہ ممالک میں بھی سلفیوں پر

---

[2] جیسا کہ بعض شیخ کو مرجئہ کہہ کر، بعض تقلیدی سلفیوں کا امام اور متشدد اور رد برائے رد کرنے والا باور کروا کر، اور بعض تو شیخ کی شاگردگی کا دعویٰ کرکے عوام کو شیخ اور ان کے منہج سے عصبیت والی حدیث فٹ کرتے ہوئے بدبودار کہہ کر متنفر کرتے ہیں۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

مدخلیہ !یا مداخلہ !ہونے کی تہمت لگاتے ہیں، اور یہ کہ انہوں نے امت میں تفرقہ ڈال دیا ہے !اور انہوں نے سلفیت کو چھوڑ دیا ہے !، اور انہیں سوائے طعن، جرح وقدح کے کچھ نہیں آتا!، بارک اللہ فیکم، وشفاکم اللہ عزوجل؟

جواب از شیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ:

اہل سنت والجماعت تو صرف سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے متبعین نہیں ہوتے۔ اور وہ بس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں اپنے عقیدے، منہج، سیاست، اخلاق اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں۔ اسی کی اتباع کرتے ہیں اور بدعات ایجاد نہیں کرتے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کی اہل بدعت سے تحذیر (خبردار) کرنے کے سبب سے اسی منہج پر گامزن رہتے ہیں۔ اور جو ان کی مخالفت کرتے ہوئے انہیں جامیہ !اور مدخلیہ !کے القابات سے تہمت لگاتا ہے وہ گمراہ ہے۔ وہ سنت اور سلفی منہج سے جنگ کرنے والے کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

پس اپنے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو، اور اس قسم کے فاجر القابات چسپاں کرنے کو ترک کردو! اللہ تعالی سے ڈرو اور ہمیشہ سیدھی، سچی اور کھری بات کرو:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا، يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: 70-71)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو، وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی)

کیا تم لوگ ان سلفیوں سے محض اس بات کا انتقام لے رہے ہو اور انہیں ان القابات سے نواز رہے ہو کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسک اختیار کرتے ہیں؟! آخر وہ کونسی بدعات ہے ان کے پاس جس کی بنا پر تم انہیں مدخلیہ اور جامیہ پکار سکو؟! کونسی بدعات ہیں ان کے پاس؟!۔

ہم جانتے ہیں تبلیغی جماعت، اخوان المسلمین اور قطبی لوگ ان کے یہاں اصول وفروع میں بدعات اور گمراہیاں ہیں! ہم انہیں نصیحت کرتے ہیں اور ان کے سامنے حق بات کی وضاحت کرتے ہیں (بارک اللہ فیکم)۔ جسے اللہ تعالی توفیق دیتا ہے تو وہ حق وصواب کی جانب رجوع کرلیتا ہے اور سلف کے طریقے پر چلنے لگتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالی چھوڑ دیتا ہے اور اس کے لیے خیر کا ارادہ نہیں فرماتا تو وہ اپنی طغیانی وظلم میں ہی بڑھتا رہتا ہے۔

سائل: شیخنا وہ کہتے ہیں کہ ہم سوریا(شام)اور عراق میں مسلمانوں کے قتل عام ہونے سے خوش ہوتے ہیں!اور جہاد کو ہم نے سوریا اور عراق میں تو معطل قرار دے دیا لیکن یمن میں اسی جہاد سے خوش ہیں!؟۔

شیخ: یہ جھوٹ بولتے ہیں اللہ کی قسم! یہ جھوٹ بولتے ہیں اللہ کی قسم! اللہ کی قسم ہے کہ ہم ان سے کئی گنا بڑھ کر روافض (شیعہ) اور باطنیوں (اسماعیلیوں) کی مخالفت کرتے ہیں؛ یہ تو خود روافض کے بھائی بند ہیں! ان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں! اور تمام اہل بدعت کے بھائی بنے رہتے ہیں!۔

جبکہ ہم تمام اہل بدعت کی ضد اور مخالفت میں پیش پیش رہتے ہیں۔ روافض کی ڈٹ کر مخالفت کرتے ہیں اور ان کے آئمہ کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔ اور ان کے کفر کو یہود و نصاری سے بھی بڑا سمجھتے ہیں۔ لیکن جو لوگ ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں ہم انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ اسلام کا جھنڈا بلند نہیں کرتے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَفِي سَبِيلِ اللهِ“[3]

(جو کوئی اس لیے قتال کرتا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند تو صرف وہ فی سبیل اللہ ہے)۔

بارک اللہ فیک۔ یہ لوگ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے نہیں لڑتے! ہاں البتہ ان کی صفوں میں بہت سے فریب خوردہ مسکین لوگ ہوتے ہیں! لیکن ان کے علمدار لوگ اسلام کے طریقے اور سنت پر نہیں ہوتے! نہ یہ توحید، سنت اور لا الہ الا اللہ کا جھنڈا بلند کرنے والے ہیں! بلکہ یہ لوگ تو جمہوریت کا عَلَم بلند کرنے والے ہیں!۔ اور یہ بھرپور طریقے سے مستعد و تیار ہیں کہ اگر بشار الاسد کا خاتمہ ہوا تو یہ روافض اور باطنیوں سے ہاتھ ملالیں گے!۔

سائل:أحسن الله إليكم شيخنا وبارك الله فيك و...

شیخ: زمین میں فساد برپا کرنے کا سبب خود یہی لوگ ہیں۔ یہی لوگ تو ہیں جنہوں نے مصر اور سوڈان اور ہر جگہ فتنہ اور قتل وغارت کو پھیلا رکھا ہے! ہر جگہ اپنی اس گمراہی کو پھیلا رکھا ہے۔ یہی لوگ سبب ہیں سوریا کی مسکین عوام کو دربدر کرنے کا۔ انہوں نے ان پر ظلم کیا ہے۔ انہیں کوئی پرواہ نہیں اس دربدر ہونے اور ان ہلاکتوں کی! لاکھوں لوگ ان کے فتنے اور باطنیوں کے فتنے کے سبب ہلاکت وتباہی کا شکار ہوگئے۔

سائل: جزاكم الله خيراً اور میں جرمنی میں علامہ تقی الدین ہلالی رحمہ اللہ کی مسجد سے آپ کے بھائیوں اور بیٹوں کا سلام آپ تک

---

[3] صحیح بخاری 123، صحیح مسلم 1906۔

پہنچاتا ہوں۔

شیخ ربیع: حیاکم اللہ اور ہمارا اسلام بھی ان تک پہنچائیں جزاکم اللہ خیراً۔

سائل: جزاك الله خيراً۔

(اس ملاقات کی ریکارڈنگ بعد نماز مغرب، بروز منگل، 27 صفر سن 1435ھ بمطابق 3 دسمبر 2013ع کو تسجیلات البصیرۃ نے کی، ہم آپ کے لیے علم نافع اور عمل صالح کی تمنا کرتے ہیں، اس کلام کی تفریغ خمیس بن ابراہیم المالکی نے ویب سائٹ لیبیا السلفیۃ کے لیے کی)۔

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب رقم 64 بتاریخ 9/1/1418ھ میں شیخ محمد امان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

آپ ہمارے یہاں علم وفضل، حسن عقیدہ، دعوت الی اللہ میں نشاط اور بدعات وخرافات سے خبردار کرنے کے بطور جانے جاتے ہیں۔ اللہ تعالی آپ کی مغفرت فرمائے، اور اپنی وسیع وعریض جنت میں داخل فرمائے، اور ان کی اولاد وذریت کی اصلاح فرمائے، اور ہمیں اور انہیں اپنے دار کرامت میں جمع فرمادے، بے شک وہ سمیع وقریب ہے۔

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے سوال ہوا سائل کہتا ہے:

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى اله وصحبه وبعد:

ہم اپنے شیخ الفاضل سے طالبعلموں کے درمیان فی زمانہ پھیلنے والے ایک امر کی بابت وضاحت طلب کرنا چاہیں گے اور وہ یہ ہے کہ جب لوگ بعض علماء کرام کی بات سنتے ہیں (ان کے علم سے استفادہ کرتے ہیں) تو یہ لوگ انہیں ان علماء کرام کی جانب منسوب کرکے تہمت لگاتے ہیں کہ یہ جامی اور مدخلی لوگ ہیں جن سے ان کی مراد ہمارے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ محمد امان الجامی اور ہمارے شیخ الفاضل حفظہ اللہ ربیع بن ہادی المدخلی ہیں۔وصلى الله على نبينا محمد؟

جواب: یہ اس جواب میں داخل ہے جو ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے دیا۔ ان امور کو اور ایک دوسرے پر القابات چسپاں کرنے کو چھوڑ دو، اللہ تعالی آپ کو حکم دیتے ہیں کہ:

﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ (الحجرات:11)

(اور ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ ملقب نہ کرو (نہ پکارو))

آپ سب بھائی ہیں، آپ سب ایک دین کے ماننے والے ہیں، آپ سب الحمدللہ ایک دوسرے کے ہم جماعت (کلاس فیلو) اور ساتھی ہیں۔ ان امور کو یکسر چھوڑ دو اور علماء کرام کا احترام کرو۔ علماء کرام کا احترام کرو کیونکہ جو علماء کرام کا احترام نہیں کرتا تو وہ ان کے علم سے اور ان سے استفادہ کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ اس بات کو یعنی ایک دوسرے کو برے القابات دینے اور علماء کی قدر و منزلت گھٹانے کو ترک کر دو۔ وہ علماء کہ جنہیں اللہ تعالی نے تمام لوگوں پر فضیلت دی اور وہ منزلت کے جس پر اللہ تعالی نے انہیں فائز فرمایا:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ (المجادلۃ: 11)

(اللہ ان لوگوں کو درجوں میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا)

پس علماء کا اپنا مقام، اپنی قدر اور احترام ہے۔ اگر علماء پر ہی اعتماد نہ ہوگا تو پھر کس پر اعتماد ہوگا؟ اگر علماء سے ہی ثقاہت و اعتماد اٹھا لیا جائے تو پھر لوگ کس کی جانب رجوع کریں گے؟ بلاشبہ یہ ایک مکر ہے اور لوگوں کے مابین دسیسہ کاری کی گئی ہے لہذا اس بارے میں خبردار رہنا ضروری ہے۔ واجب ہے کہ ہم اسے چھوڑ دیں، اس سے دور رہیں اور دوسروں کو بھی اس سے منع کریں۔

(جامعہ اسلامیہ میں درس بعنوان ”واجب الطالب الجامعي بعد تخرجه“)

دوسرے مقام پر آپ ہی سے سوال ہوا:

سائل: میں نے سنا ہے کہ آپ نے ایک فرقے سے لوگوں کو خبردار فرمایا ہے جسے الجامیہ یا الجہمیۃ کہا جاتا ہے، پس کیا واقعی اس فرقے کا کوئی وجود ہے؟ اور شیخ محمد امان الجامی کون ہیں؟

شیخ: محمد امان الجامی ہمارے بھائی اور ہمارے ہم جماعت ساتھی تھے۔ اس مبارک جامعہ (ریاض) سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ بطور مدرس چلے گئے۔ اور جامعہ میں اور مسجد نبوی میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ آپ داعی الی اللہ تھے۔ اور ہم آپ کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتے۔ اور ایسی کوئی جماعت نہیں جسے جامیہ کہا جاتا ہو۔ یہ تو افتراء پردازی اور شہرت کو داغدار کرنے کی قبیل سے ہے۔ ہم یہی جانتے ہیں شیخ محمد امان الجامی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں۔ ہاں، لیکن کیونکہ وہ توحید کی جانب دعوت دیتے تھے اور بدعات و منحرف افکار کا رد کرتے تھے تو ان لوگوں نے ان سے دشمنی شروع کر دی اور انہیں اس لقب سے ملقب کرنے لگے۔

دوسرے مقام پر سوال ہوا:

احسن اللہ الیکم صاحب الفضیلۃ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک نیا فرقہ نکلا ہے جس کا نام جامیہ ہے یہاں تک کہ آپ کو بھی اسی میں سے شمار کرتے ہیں، میں نہیں جانتا کہ آخر یہ نام وہ کہاں سے لے کر آئے ہیں اور کیوں اسے بعض لوگوں پر چسپاں کرتے ہیں؟

جواب: یہ بعض لوگوں کے آپس کے حسد یا بغض و کینہ کے باب میں سے ہے۔ جامیہ کوئی فرقہ نہیں، کسی فرقے کا نام جامیہ نہیں، شیخ محمد امان الجامی رحمہ اللہ کو ہم جانتے ہیں وہ اہل سنت والجماعت میں سے تھے اور داعی الی اللہ تھے۔ وہ کسی بدعت کو لے کر نہیں آئے اور نہ دین میں کسی جدید چیز کو متعارف کروایا۔ لیکن ان لوگوں کو ان سے بغض نے ابھارا ہے کہ انہوں نے ان کا نام لے کر فرقۂ جامیہ مشہور کر دیا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں فرقۂ وہابیہ۔ جب شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے توحید اور اخلاص عبادت کی طرف دعوت دی تو ان کی دعوت کو بھی وہابیت کہنا شروع کر دیا تھا۔ یہ اہل شر کی عادت ہے (۔۔ غیر مفہوم عبارت۔۔۔) کہ وہ اہل خیر سے ایسے جھوٹے القابات کے ذریعے متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور الحمدللہ یہ القاب بالکل ضرر رساں نہیں اور انہوں نے کوئی نئی بات نہیں کہی، اور یہ صرف محمد امان الجامی ہی نہیں کہ انہیں اس کا سامنا کرنا پڑا۔ ان سے پہلے بھی داعیان دین کو جو ان سے علم و مرتبے میں بڑھ کر تھے ایسی ایسی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

الغرض ہم اس شخص کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتے۔ اللہ کی قسم! ہم ان کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتے۔ لیکن وہ حسد ہے کہ جس نے بعض لوگوں کو اس قسم کی باتیں کرنے پر ابھارا ہے اور ہر کوئی اپنی کہی باتوں کا عنقریب بار اٹھانے والا ہے۔ ہر شخص اپنے رب کے سامنے پیش ہو گا۔ پس واجب ہے کہ انسان اپنی زبان کو لگام دے اور اسے بدکلامی، فوت شدگان، داعیان الی اللہ اور علماء کرام کے بارے میں غلط بات کرنے سے روکے۔ کیونکہ عنقریب بروز قیامت اس نے بلا سوچے سمجھے خواہش نفس کی پیروی میں جو کچھ کہا اس کا حساب دینا ہے اور اس پر پکڑ ہو گی۔ الا یہ کہ کوئی ایسے لوگوں پر کلام کرے جن پر علماء کرام نے جرح کی ہو یا واضح غلطی ہو (تو اور بات ہے)۔ میں ابھی ان سے یہ کہتا ہوں آپ میرے پاس اس شخص (یعنی شیخ امان) کی غلطی لے کر آئیں، جب آپ لائیں گے تو ہم اس پر مناقشہ کرتے ہیں اور جو کچھ اس میں حق ہو گا اسے قبول کر لیں گے اور جو باطل ہو گا اسے رد کر دیں گے۔ مگر محض اتہامات اور ایسی باتیں کرنا اہل حق کی شان نہیں۔

(المصدر.. شرح النونية للشيخ الفوزان)

اور فرمایا:

۔۔۔اسی طرح سے ان علماء میں سے جو دعوت کے میدان میں بلند پایہ ہیں فضیلۃ الشیخ عبد المحسن العباد، فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی المدخلی، اسی طرح سے فضیلۃ الشیخ صالح السحیمی، اور اسی طرح سے فضیلۃ الشیخ محمد امان الجامی ان لوگوں کی دعوت واخلاص کے سلسلے میں گرانقدر کاوشیں ہیں۔ اور ان لوگوں پر رد کے سلسلے میں بھی جو دعوت کے صحیح منہج سے قصداً یا بلا قصد انحراف اختیار

کرتے ہیں، کیونکہ ان مشایخ کو ان کے بارے میں اور ان کے اقوال کے بارے میں پورا تجربہ ہے اور صحیح وسقیم میں امتیاز کرنے کی پوری معرفت ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ان کی کیسٹوں اور دروس کو عام کیا جائے اور ان سے نفع اٹھایا جائے کیونکہ ان میں مسلمانوں کے لیے بہت بڑے فوائد ہیں۔

شیخ صالح اللحیدان حفظہ اللہ طالبعلموں کو تفرقہ وفرقہ واردیت چھوڑ دینے کے تعلق سے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میری نوجوانوں کو عمومی اور طالبعلموں کو خصوصی نصیحت ہے کہ وہ تفرقہ وفرقہ واردیت کو چھوڑ دیں۔ الجامیہ یہ لقب شیخ محمد امان الجامی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کرکے (بطور طعن) کہا جاتا ہے۔ اور میں انہیں (یعنی شیخ امان) کو جانتا ہوں وہ ایک اچھے انسان تھے اور سلفی العقیدہ تھے۔ اور وہ تعلیم میں ہمارے ساتھی رہ چکے ہیں اور ایک سال بعد فارغ التحصیل ہوئے لیکن ہم یہی جانتے ہیں کہ آپ اہل توحید کے عقیدے پر قائم تھے۔ یہ اندھے جذبات جب لوگوں میں آتے ہیں تو یہی جذبات انہیں ایسی باتوں پر ابھارتے ہیں اور بعض کو اللہ تعالی نے عقل عطاء کی ہوتی ہے (۔۔۔غیر مفہوم کلمات۔۔۔) لیکن ضروری ہے کہ لوگ آنکھیں کھلی رکھیں۔ کیونکہ اخوان المسلمین کے ساخت ہی کچھ ایسی ہے۔ یہ اس وقت ہمارے یہاں داخل ہوئے جب مدرسین بہت بڑھ گئے تھے۔ ورنہ اس سے پہلے ہمارے ملک میں انسان صرف عقیدہ ہی پڑھتا تھا اگر وہ طالبعلم ہوتا اور احکام دین جانتا۔ اور حدیث وکلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جو میسر ہوتا پڑھتا تھا۔ پھر یہ معاملات ظاہر ہوئے۔

میری نوجوانوں کو عمومی نصیحت ہے کہ ہر کوئی کلام اللہ اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرے اور کوشش کرے کہ اپنے نفس کو کتاب وسنت سے تمسک اختیار کرنے کا پابند بنائے۔ کیونکہ یہ دونوں ہر اس کے لیے نجات کا سبب ہے جو انہیں مضبوطی سے تھام لیتا ہے۔ اور یہ کہ سب ایک دوسرے سے تعاون کریں اور اس طعن وتشنیع، دوسروں کو حقیر جاننے اور گمراہ قرار دینے سے اجتناب کریں۔ یا اس سے بھی بدتر حالت یعنی تکفیر نہ کریں۔ کیونکہ یہ معاملہ یعنی تکفیر کا معاملہ شر اور بلاء ہے۔ کیونکہ اگر کوئی کسی مسلمان انسان کو اے کافر کہتا ہے جبکہ درحقیقت وہ نہ ہو تو یہ تکفیر اسی قائل پر لوٹ آتی ہے۔ اور جو کوئی کسی مسلمان انسان کو اللہ کا دشمن کہے یا کہے اے اللہ کے دشمن! جبکہ وہ درحقیقت ایسا نہ ہو تو یہ بھی اسی قائل پر لوٹ آتا ہے۔

پھر میں نوجوانوں کو یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کے بارے میں کلام کرنے میں بہت کثرت نہ کریں کیونکہ ہر انسان کے کچھ نہ کچھ چھپے ہوئے عیوب ہوتے ہیں، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ:

إذا شئت أن تحيا سليما من الأذى ** وحظك موفور وعرضك صين

لسانك لاتذكر به عورة إمـرء ** فكلك عـورات وللناس ألسن

شیخ محمد السبیل رحمہ اللہ (سابق امام حرمین وامور حرمین کے رئیس) سے سوال ہوا:

آپ کی ان لوگوں کے بارے میں کیا نصیحت ہے کہ جو اہل سنت کے معروف مشائخ جیسے شیخ محمد امان الجامی رحمہ اللہ اور شیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ کی کیسٹیں سننے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ شیخ کی کیسٹیں فتنہ پیدا کرتی ہیں؟

جواب: أعوذ بالله، أعوذ بالله ۔۔۔ نہیں۔ دیکھیں ان دونوں مشائخ کی کیسٹیں تو بہترین کیسٹوں میں سے ہیں۔ یہ تو سنت کی طرف اور اس سے تمسک اختیار کرنے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ لیکن ان کے خلاف وہی انسان بات کر سکتا ہے جو صاحب ہویٰ (خواہش نفس کی پیروی کرنے والا) ہو۔ زیادہ تر جو ان کے خلاف بات کرتے ہیں وہ اہل احزاب ہوتے ہیں جو مختلف حزبیات، جماعتوں وتنظیموں کی طرف منسوب ہوتے ہیں، کیونکہ یہ ان کے بارے میں کلام کرتے ہیں۔ البتہ جہاں تک ان دونوں مشائخ کا تعلق ہے تو یہ سنت اور سلفی عقائد سے تمسک میں معروف ہیں اور بہترین لوگوں میں سے ہیں۔

شیخ عمر محمد فلاتہ رحمہ اللہ (سابق مدرس مسجد نبوی ومدیر شعبہ دار الحدیث) اپنے مکتوب مؤرخہ 8/2/1417ھ میں فرماتے ہیں:

۔۔۔ بالجملہ آپ رحمہ اللہ (یعنی شیخ امان) صادق اللہجہ تھے اور مذہب اہل سنت کی جانب سختی کے ساتھ انتساب فرماتے تھے۔ قوی ارادے کے مالک تھے اور اپنے قول وعمل اور لسان سے اللہ تعالی کی جانب دعوت دینے والے تھے۔ پاکباز زبان، قوی بیان اور حرمات الہی کی پامالی کے وقت جلد غصہ فرمانے والے تھے۔ آپ کی مجالس جو مسجد نبوی شریف میں منعقد ہوتی تھیں اور ان تالفیات کا جو آپ نے کی اور ان دعوتی سفروں کا چرچا عام ہے۔

میں نے ان کے ساتھ سفر بھی کیا پس وہ بہت بہترین ہمسفر ثابت ہوئے۔ انہوں نے صاحب "تفسیر اضواء البیان" (یعنی شیخ امین شنقیطی) وغیرہ کے ساتھ بھی مرافقت کی اور ان کے ساتھ بھی بہترین رفیق ثابت ہوئے۔ اور سفر لوگوں کی حقیقت کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے۔ نہ چاپلوسی کرتے، نہ منافقت کرتے، نہ جھگڑتے۔ اگر ان کے پاس دلیل ہوتی تو اس کے ساتھ دلائل کا توڑ کرتے، اور اگر جس مؤقف پر وہ ہوتے اس کے برخلاف کا صحیح ہونا ان پر ظاہر ہوتا تو فوراً رجوع کر لیتے۔ اور یہی ایک سچے مومن کی شان ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی اپنی کتاب عظیم میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (النور: 51)

(ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)

اور میں اللہ تعالی کے حضور گواہی دیتا ہوں کہ آپ رحمہ اللہ نے اس دین کی خوب خدمت کی اور سنت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو نشر فرمایا۔ اور انہیں بہت سی اذیتوں اور مکر و فریب کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن وہ نہ ڈرے اور نہ پائے ثبات میں لغزش آئی یہاں تک کہ اللہ تعالی کو پیارے ہو گئے۔ اور آپ کا آخری کلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی تھی۔

شیخ عبد المحسن بن حمد العباد حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

میں اس وقت سے شیخ محمد امان بن علی الجامی رحمہ اللہ کو جانتا ہوں جب وہ معہد العلمی الریاض میں طالبعلم تھے، پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ نبویہ کے مرحلہ ثانویہ میں مدرس رہے پھر جامعہ کے مرحلے میں۔ میں انہیں جانتا ہوں کہ آپ حسنِ عقیدہ اور منہجِ سلیم کے حامل ہیں۔ آپ اپنے دروس، تقاریر و کتب میں مذہب سلف کے مطابق عقیدہ بیان کرنے اور اہل بدعت سے خبر دار کرنے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ اللہ تعالی آپ کی مغفرت فرمائے، آپ پر رحم فرمائے، اور آپ کو بھرپور اجر و ثواب سے نوازے۔

مقدمہ

از فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

(سینئر استاد جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض، سینئر رکن کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب)

دعوت الی اللہ کے بنیادی اصول

الحمدللہ رب العالمین، أمرنا باتباع رسولہ والدعوۃ الی سبیلہ، والصلوۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ وأصحابہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین وبعد۔

دعوت الی اللہ یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کا راستہ ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣعَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

(یوسف:108)

(آپ کہہ دیجئے: یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت سے، میں بھی اور میرے پیروکار بھی اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں)

دعوت الی اللہ ہی تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کا لوگوں کو تاریکی سے روشنی، کفر سے ایمان، شرک سے توحید اور دوزخ سے جنت کی طرف لانے کا مشن ہے۔ یہ کام چند اصول پر محیط اور قائم ہے، جب ان میں سے ایک بھی اگر نہ پایا جائے تو دعوت صحیح اور ثمر آور نہیں ہوگی، چاہے اس پر کتنی ہی محنت کی جائے اور کتنا ہی وقت لگایا جائے، جیسا کہ دورِ حاضر کی ان بے شمار دعوتوں اور تحریکوں میں دیکھا جارہا ہے جو ان اصول پر قائم نہیں ہیں۔ وہ اصول جن پر صحیح دعوت قائم ہوتی ہے کتاب و سنت کی روشنی میں مختصراً یہ ہیں۔

1- دعوت الی اللہ کا علم

جس کی جانب دعوت دی جارہی ہو اس کا علم ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے جاہل داعی بننے کے لائق نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) سے فرمایا:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣعَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾(یوسف:108)

(آپ کہہ دیجئے: یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت سے میں بھی اور میرے پیروکار بھی)

بصیرت علم ہے، اس لئے تبلیغ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان گمراہ علماء کا مقابلہ کرے جو اس کے آگے شکوک وشبہات پیش کر کے حق کو مغلوب کرنے کے لئے باطل کے ذریعے جھگڑتے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ﴾(النحل:125)

(اور ان کے ساتھ اس طریقے سے مناظرہ کیجئے جو اچھا ہو)

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"انك تأتي قوما من اهل الكتاب"

(تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب میں سے ہے)۔

اگر داعی اس علم سے لیس نہ ہو جس کے ذریعے وہ ہر شبہہ کا مقابلہ اور ہر فریق کے ساتھ مناظرہ کرتا ہے، تو وہ پہلے ہی معرکہ میں شکست سے دوچار ہو کر شروع راستے میں ہی ڈھیر ہو جائے گا۔

2- عمل

داعی جس کی طرف دعوت دے اس پر سب سے پہلے خود عمل کرے تاکہ وہ دوسروں کے لئے اچھا نمونہ بنے، اور اس کا عمل اس کی دعوت کی تصدیق کرے۔ تاکہ باطل پرستوں کے لئے اس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سیدنا شعیب علیہ السلام کے تعلق سے فرماتا ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿وَمَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُخَالِفَكُمۡ اِلٰی مَاۤ اَنۡهٰكُمۡ عَنۡهُ ؕ اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ﴾(ھود:88)

(اور یہ نہیں ہو سکتا کہ جن باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں انہیں خود کرنے لگوں، میں تو اپنی طاقت بھر اصلاح ہی کرنا چاہتا ہوں)

اور اللہ اپنے رسول سیدنا محمد ﷺ سے فرماتے ہیں:

﴿قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُكِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، لَا شَرِیۡكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ﴾ (الانعام:162-163)

(کہہ دیں! میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں)

نیز فرمایا:

﴿وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ (فصلت:33)

(اور اس سے بڑھ کر اچھی کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور عمل صالح کیا)

3-اخلاص

دعوت کا کام صرف اللہ کے لئے کیا جائے۔ اس کے ذریعے شہرت، ریاکاری، عُہدے، صدارت اور دنیا کے لالچ میں سے کسی کا ارادہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ ان مقاصد میں سے کوئی ایک مقصد بھی اس میں داخل ہو گیا تو وہ دعوت الی اللہ نہیں، بلکہ وہ اپنی ذات کی طرف یا اس لالچ و طمع کی طرف دعوت ہوگی جو مقصود ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق خبر دی ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا﴾ (ھود:51)

(میں اس (دعوت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا)

﴿لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مَالًا﴾ (ھود:29)

(میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا)

4-اہم اصول سے دعوت شروع کی جائے

اس طرح کہ سب سے پہلے اصلاح عقیدہ اور تمام عبادتوں کو اللہ کے لئے خالص کرنے کی دعوت دی جائے، شرک سے روکا جائے، پھر نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے، واجبات بجالانے اور حرام چیزوں کو چھوڑنے کا حکم دیا جائے۔ یہی تمام پیغمبروں کا طریقہ کار رہا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ﴾ (النحل:36)

(ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت سے بچیں)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾(الانبیاء:25)

(ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر اس کی جانب یہی وحی کی کہ، بے شک نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے میرے، پس تم میری ہی عبادت کرو)

جب رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"إنك تأتي قوماً أهل الكتاب، فليكن اول ما تدعوهم أليه شهادة أن لا إله إلا الله، فإن أجابو الذلك فأعلمهم أن الله إفترض عليهم خمس صلوات في اليوم و اليلة۔۔۔" الحدیث

(تم ایسی قوم کی جانب جارہے ہو جو اہل کتاب سے ہے، تمہیں چاہیے کہ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اگر انہوں نے تمہاری یہ بات مان لی تو انہیں بتاؤ کہ بے شک اللہ تعالی نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔۔۔)۔

اور دعوت کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں سب سے بہترین نمونہ اور کامل منہج ہے۔ آپ ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک لوگوں کو اس سے پہلے کہ نماز، زکوۃ، روزہ اور حج کا حکم دیں اور انہیں سود خوری، زناکاری، چوری اور ناحق قتل سے روکیں، صرف توحید کی دعوت دیتے اور شرک سے روکتے رہے۔

5- دعوت الی اللہ کے راستے میں آنے والی مصیبتوں پر صبر کرنا

اس لئے کیونکہ دعوت کا میدان گلابوں سے بچھا ہوا نہیں ہے، بلکہ وہ مصیبتوں اور خطرات سے بھرا ہوا ہے، اس معاملے میں سب سے بہترین نمونہ انبیاء علیہم السلام کی شخصیات ہیں، اس راہ میں انہوں نے اپنی قوموں سے مصیبتیں اور مذاق اڑانا پایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا:

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾(الانعام:10)

(تحقیق آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، پس جن لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا تھا انہیں اسی چیز (عذاب) نے گھیر

لیا جس کا کہ وہ مذاق اڑا رہے تھے)

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا﴾(الانعام:36)

(تحقیق آپ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے، پس انہوں نے اپنی اس جھٹلائے جانے پر صبر کیا، اور انہیں اذیتیں پہنچائی گئیں، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آئی)

اور اسی طرح رسولوں کے پیروکار بھی جس قدر دعوت الی اللہ میں محنت وجانفشانی سے کام لیں گے تو انہیں بھی ایسی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی، جیسا کہ ان معزز محترم انبیاء علیہم السلام کو اٹھانی پڑیں۔

6-اخلاق حسنہ

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اچھے اخلاق سے آراستہ ہو اور اپنی دعوت میں حکمت استعمال کرے، کیونکہ یہ اس کی دعوت کو قبول کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو معزز رسولوں سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو یہ چیز اس شخص کے مقابلے میں پیش کرنے کا حکم دیا جو روئے زمین کا سب سے بڑا کافر اور اپنی خدائی کا دعویدار تھا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾(طہ:44)

(اسے آپ دونوں نرمی سے سمجھاؤ شاید کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا:

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ، فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى، وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى﴾(النازعات:17-19)

(آپ فرعون کے پاس جائیں اس نے سرکشی کر رکھی ہے، اور اس سے کہیں کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تاکہ تیرے اندر اس کا خوف پیدا ہو)

اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (آل عمران:159)

(یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل واقع ہوئے ہیں، اگر آپ بدمزاج، سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے منتشر ہو کر بھاگ جاتے)

نیز فرمایا:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾(القلم:4)

(آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں)

پھر فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾(النحل:125)

(آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلایئے اور ان سے بحث وجدال کیجئے اس ڈھنگ سے جو اچھا ہو)

7- قوی امید

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مضبوط امید کا مالک ہو، اپنی دعوت کی تاثیر اور اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس نہ ہو اور نہ ہی اللہ کی مدد اور اس کی تائید سے آس توڑلے۔ اگرچہ کتنا ہی لمبا عرصہ لگے۔ اس کے لئے انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں بہترین نمونہ ہیں۔ سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام ساڑھے نو سو سال تک اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کفار کی سختیاں زیادہ ہو گئیں تو ملک الجبال (پہاڑوں پر متعین فرشتہ) آپ کی خدمت میں آکر اجازت طلب کرتا ہے کہ وہ ان کفار کو دونوں پہاڑوں کے درمیان کچل دے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا بل أستأني بهم، لعل الله يُخْرِجُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا"[4]

(نہیں! بلکہ میں ان کے لئے مہلت کا طلبگار ہوں، شاید کہ اللہ تعالیٰ انہی میں سے ایسی نسل پیدا کرے جو ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائے گی)۔

جب بھی داعی اس صفت کو گنوا بیٹھے گا وہ شروع راہ میں ہی ٹھہر جائے گا اور اپنے کام میں ناکامی سے دوچار ہو گا۔ اور جو بھی

---

[4] حدیث کی تخریج آگے آئے گی۔

دعوت ان بنیادوں پر استوار نہیں ہو گی، یا اس کا منہج رسولوں کے منہج سے جدا ہو گا، تو وہ عنقریب ناکام ہو جائے گی، کمزور پڑ جائے گی، اور اس کی کوششیں بیکار کی تھکاوٹ ہوں گی۔

اس کی بہترین مثال دور حاضر کی وہ جماعتیں ہیں جنہوں نے اپنی دعوت کے لئے وہ منہج متعین کیا جو انبیاء علیہم السلام کے منہج سے مختلف ہے، اور ان میں سے اکثر جماعتوں نے عقیدہ کے معاملے میں غفلت برتی، اصول کو چھوڑ کر چند گوشوں کی اصلاح کی دعوت دینی شروع کر دی، ایک جماعت نے سیاست اور حکومت کی اصلاح کی دعوت سے اپنی تحریک کو شروع کیا، اور لوگوں پر شریعت کی حکمرانی اور حدود قائم کرنے کا مطالبہ کرنے لگی، یہ ایک اہم زاویہ تو ہے، لیکن سب سے زیادہ اہم نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چور اور زانی پر شرعی احکام کے نفاذ کا مطالبہ مشرک پر اللہ کے حکم کے نفاذ سے پہلے کیا جائے؟ بکری اور اونٹ کے لئے لڑنے والوں پر اللہ کے فیصلے کا نفاذ، قبروں اور بتوں کی پرستش کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحادو گمراہی اختیار کرنے والے اور اس کی صفات کو معطل کرنے اور اس کے کلمات میں تحریف کرنے والوں سے پہلے کیا جائے؟ کیا یہ لوگ زیادہ مجرم ہیں یا وہ لوگ جو زناکاری، شراب نوشی اور چوری میں ملوث ہیں؟ بے شک یہ جرائم بندوں کے حق میں برے ہیں اور شرک اور اللہ کے اسماء وصفات کی نفی، خالق کے حق میں بری ہے، اور خالق کا حق مخلوق کے حق پر مقدم ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (الاستقامۃ: 1/466) میں فرماتے ہیں:

"فھذہ الذنوب مع صحۃ التوحید خیر من فساد التوحید مع ھذہ الذنوب"[5]

(یہ گناہ توحید کی صحت وسلامتی کے ساتھ بہتر ہیں، اس سے کہ یہ گناہ نہ ہوں مگر توحید میں فساد ہو)۔

ایک دوسری جماعت ہے جو دعوت کا کام سرانجام دے رہی ہے، لیکن وہ اس منہج پر چل رہی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج سے مختلف ہے، یہ جماعت عقیدے کو کوئی اہمیت نہیں دیتی، بس اس نے عبادت کے چند گوشوں کا احاطہ اور صوفی منہج کے مطابق کچھ ذکر واذکار کی مشق کر لی ہے اور لوگوں کو اپنے ساتھ (چلے وگشت پر) نکلنے اور سیاحت کرنے کی ترغیب دیتی ہے، ان کے پاس اہمیت اسی کی ہے کہ لوگوں کو اپنے ساتھ نکالا جائے، چاہے ان کے عقائد جیسے بھی ہوں، یہ تمام نئے طریقے ہیں جو وہاں سے شروع ہوتے ہیں جہاں سے انبیاء علیہم السلام کی دعوت ختم ہوتی ہے، ان کی مثال اس ڈاکٹر کی سی ہے جو ایسے جسم کا علاج کر رہا ہے جس کا

---

[5] اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (النساء:48) (اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ شریک بنایا جائے اس کے علاوہ جو (گناہ) ہیں وہ جس کے لیے چاہے گا معاف فرما دے گا) اور یہ عجیب ترین بات ہے کہ جب آپ اس قسم کی جماعتوں کے قائدین کی کتابیں پڑھیں گے تو ان میں مزاروں سے تبرک اور صالحین سے توسل کی باتیں ملیں گی!۔

سر تن سے جدا ہو چکا ہے، اس لئے کہ دین میں عقیدے کا مقام جسم میں سر کی طرح ہے، اس جماعت سے یہی مطالبہ ہے کہ وہ دعوت الی اللہ میں پیغمبروں کا منہج جاننے کے لئے کتاب وسنت کی جانب رجوع کریں اور اپنے منہج وفکر کو صحیح کر لیں۔

حکومت اور اقتدار جو دوسری جماعت کا محور ہے، جس کی جانب ہم نے پہلے اشارہ کیا، اللہ تعالی کے فرمان کے مطابق اس وقت تک حاصل نہیں ہو گا جب تک کہ صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت نہ کی جائے اور اس کے سوا تمام چیزوں کی عبادت کو نہ چھوڑا جائے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔـا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾(النور:55)

(اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو مضبوطی سے جمادے گا جو وہ ان کے لئے پسند کر چکا ہے اور ان کے (موجودہ)خوف کو امن سے بدل دے گا۔ (شرط یہ ہے کہ)وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، جس نے اس کے بعد بھی انکار کی روش اپنائی، پھر ایسے لوگ ہی فاسق ہیں)

کیا یہ لوگ ملک کو بت پرست عقائد، مُردوں کی عبادت اور درگاہوں سے تعلق کو(جو لات، عزیٰ اور منات کی پرستش سے کچھ بھی مختلف نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے)پاک کرنے سے پہلے اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں؟ گویا یہ ایک ایسی کوشش ہے جو کبھی کامیاب نہیں ہو گی:

ومن طلب العلا من غير كد

أضاع العمر في طلب المحال

(جو مشقتوں کے بغیر بلند درجے حاصل کرنا چاہتا ہے، گویا اس نے اپنی عمر ایک ناممکن کام میں گنوادی)

بیشک شریعت کی حاکمیت، حدود اور اسلامی ریاست کا قیام، حرام سے اجتناب اور واجبات کی ادائیگی یہ تمام توحید کے حقوق اور اس کی تکمیل اور اس کے تابع وتحت ہیں، پھر کیسے تابع کا تو اہتمام کر لیا جائے لیکن اصل کو چھوڑ دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ ان جماعتوں کی دعوت کے طریقے میں انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج کی مخالفت پائی جاتی ہے، ایسا اس لئے ہے کیونکہ یہ لوگ اس نبوی منہج سے ناواقف ہیں، اور جاہل کے لئے یہ موزوں نہیں ہے کہ وہ داعی بنے، کیونکہ دعوت کی اہم شرائط میں سے ایک شرط علم

ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

(یوسف:108)

(آپ کہہ دیجئے: یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت سے، میں بھی اور میرے پیروکار بھی اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں)

اس سے معلوم ہوا کہ داعی کی قابلیت میں سب سے اہم علم ہے، بہت سے وہ لوگ جو دعوت کی طرف منسوب ہیں اگر ان میں سے کسی سے یہ پوچھ لیا جائے کہ اسلام کیا ہے اور اس کے نواقض کیا ہیں یعنی وہ کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے؟ تو وہ اس کا صحیح جواب بھی نہیں دے سکیں گے، تو پھر ایسے لوگوں کے لئے یہ کیسے جائز ہے کہ وہ داعی بنیں؟!

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جماعتیں خود آپس میں اختلاف میں مبتلا ہیں، کیونکہ ہر جماعت کا پلان (منشور) اور منہج دوسری جماعت سے مختلف ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے منہج سے منہ موڑنے کا لازمی نتیجہ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا منہج ایک ہی ہے جس میں نہ تو کوئی تقسیم ہے اور نہ اختلاف۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾(یوسف:108)

(آپ کہہ دیجئے: یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت سے، میں بھی اور میرے پیروکار بھی)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے پیروکار اسی ایک راہ پر گامزن ہیں، اس میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ اختلاف ان میں ہے جو اس منہج کی مخالفت کرنے والے ہیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾(الأنعام:153)

(یہ بے شک یہی میرا راستہ ہے بالکل سیدھا، پس تم اسی کی پیروی کرو، دیگر راہوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اس (اللہ) کی راہ سے گمراہ کردیں گی)

یہ آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والی مختلف جماعتیں، خود دین کے لئے خطرہ ہیں اور جو لوگ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ اس بنا پر یہ ضروری ہوگیا تھا کہ ان کے اختلاف کو واضح کیا جائے اور یہ بات سب پر

عیاں کردی جائے کہ ان کے اس اختلاف کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ﴾(الأنعام:159)

(بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف گروہ ہوگئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے)

اس لئے کہ اسلام دین پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾(الشوریٰ:13)

(کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ و تفرقہ نہ ڈالنا)

نیز ارشاد ہوا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾(آل عمران:103)

(اور اللہ کی رسی کو تم سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت کرو)

جب اس حقیقت پر سے پردہ اٹھانا لازمی اور ضروری ہوگیا تو باغیرت اور محقق علماء کرام کی ایک جماعت کھڑی ہوگئی تا کہ ان جماعتوں کو ان کی غلطیوں سے آگاہ کرے اور دعوت الی اللہ میں ان کی انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج سے مخالفت کو واضح کرے، اور تاکہ وہ حق کی جانب رجوع کریں، اس لئے کہ حق تو مومن کا گمشدہ مال ومتاع ہے (جہاں سے بھی ملے وہ اسے حاصل کرلیتا ہے)، اور اس لئے بھی کہ وہ شخص دھوکہ نہ کھائے جو ان کی غلطیوں سے آگاہ نہیں ہے۔ جن علماء کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے:

"الدِّينُ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ"[6]

(دین تو خیر خواہی و نصیحت کا نام ہے، دین تو خیر خواہی و نصیحت کا نام ہے، دین تو خیر خواہی و نصیحت کا نام ہے، ہم نے دریافت کیا: کس کی خیر خواہی و نصیحت؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے حکام اور عام مسلمانوں کے لئے)۔

---

[6] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الدین النصیحۃ، الحدیث:55۔

ان علماء کرام نے اس عظیم مہم کو سرانجام دیا، ان جماعتوں کی حقیقت کو کھول کھول کر بیان کیا اور امت کی خیر خواہی کی، انہیں میں سے ایک: فضیلۃ الشیخ دکتور ربیع بن ہادی المدخلی ﷾ بھی ہیں۔ جنہوں نے زیر نظر کتاب کو "منهج الأنبياء في الدعوة الى الله فيه الحكمة والعقل" کے نام سے لکھا۔ دعوت الی اللہ، میں پیغمبروں کا اسلوب وہی ہے جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت میں ہے۔ آپ نے اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام کے منہج کا مخالف جماعتوں کے منہج سے تقابلہ کیا ہے، تاکہ ان جماعتوں کے رسولوں کے مخالف منہج کا فرق واضح ہو جائے، اور ان مناہج کی کتاب وسنت کے شواہد اور مثالوں پر مبنی علمی گرفت کی ہے۔ الحمدللہ! آپ کی کتاب مقصد کو پورا کرنے والی، حق کے طلب گار کے لئے کافی اور ہر متعصب ومتکبر پر حجت اور دلیل ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ انہیں اس عمل پر اجر عطا کرے اور اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور اللہ کی بے شمار رحمتیں اور سلام نازل ہوں ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر۔

مقدمہ طبع اول

کتاب "منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ" کو لکھنے کی غرض وغایت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان الحمد للہ، نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذباللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ، وأشھد ان لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریك لہ، وأشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ، أرسلہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرون، وبعد:

اس موضوع کو اختیار کرنے کے لئے مجھے چند وجوہات نے ابھارا، جن میں سے اہم یہ ہیں:

1- بلاشبہ امت اسلامیہ مختلف شعبوں میں اختلاف کا شکار ہے عقیدہ ہو یا اس کے علاوہ دوسرے شعبے، اس کے راستے جدا جدا ہو گئے ہیں، لہذا اس امت پر مصائب کی بھرمار ہے، جو کہ نتیجہ ہے اس تفرقے کا اور اختلافی مسائل میں اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو فیصلہ کن نہ بنانے کا، جس کی انتہاء وجسامت اللہ ہی جانے کہ صفوں میں پھوٹ پڑتی جائے، آپس میں اختلافات و جھگڑوں کی آگ بھڑکتی رہے، پھر دشمنان اسلام ان کے ملکوں پر غالب آتے جائیں، جو ان پر ظلم واستبداد کا راج کریں اور انہیں ذلیل کرتے جائیں۔

2- امت کی اصلاح اور ان کی نجات کے لیے مختلف فکری رجحانات کا اسلامی منظر عام پر اپنے طریقوں اور مناہج کے ساتھ در آنا۔

جن میں چند سیاسی تھے۔

چند فکری۔

اور چند روحانی۔

ان تمام نکتہ ہائے نظر اور مکاتبِ فکر کے پیش کرنے والوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہی کی پیش کردہ فکر وہ برحق اسلامی منہج ہے جس کی پیروی واجب ہے، اور اس فکر کے علاوہ اور کوئی فکر امت کو بچا نہیں سکتی۔

ان دونوں اہم اسباب نے اور ان کے علاوہ اور کئی اسباب نے مجھے عظیم ترین اور اہم ترین واجبات میں سے ایک واجب کی ادائیگی پر ابھارا کہ میں دعوت الی اللہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا منہج کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کروں، اور اس منہج کی وہ خوبیاں

بیان کروں جس میں کوئی اس کا ساجھی نہیں، اور یہ بیان کروں کہ صرف اس اکلوتے طریقے کی پیروی ہی لازم ہے، کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچنے، اور اس کی رضا حاصل کرنے کا یہی ایک تنہا راستہ ہے، اور یہی امت مسلمہ کو زوال سے نکال کر دنیا کی قیادت اور آخرت کی سعادت تک پہنچانے کا واحد راستہ ہے۔

بعد ازیں عرض ہے کہ:

بے شک اللہ تعالیٰ خالق، باری (عدم سے وجود بخشنے والا)، علیم وحکیم ہے۔ اس نے اس عظیم کائنات کو پیدا فرمایا اوراس کی تدبیر فرمائی، اپنے ہر چیز کا احاطہ کرنے والے علم، حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ وشاملہ سے اسے منظم فرمایا، ایسی جلیل القدر حکمتوں اور قابل ستائش اغراض ومقاصد کی خاطر جو کسی بھی قسم کے بیکار کام، باطل اور کھیل تماشے سے بہت بعید ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ.مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الدخان:۳۸-۳۹)

(ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو کھیل کے طور پر نہیں پیدا کیا، بلکہ انہیں نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے)

﴿حٰمٓ.تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ.مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾ (الاحقاف:1-3)

(حم، اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے، ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے حق اور مقررہ میعاد ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اس چیز سے جس سے وہ ڈرائے گئے، منہ پھیرنے والے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو پیدا کر کے اس عظیم حکمت اور شریف مقصد کی نشان دہی کی جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ.مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ.اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (الذاریات:56-58)

(میں نے جن اور انس کو نہیں پیدا کیا مگر محض اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں، نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ

میری یہ چاہت ہے کہ وہ مجھے کھلائیں، بے شک خود اللہ تعالی ہی سب کو رزق دینے والا، بہت طاقت والا اور نہایت مضبوط ہے)

اور فرمایا:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ. فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ (المؤمنون:115-116)

(کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی فضول پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے؟ پس بلند و بالا ہے اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے، کوئی معبودِ برحق نہیں سوائے اس کے، وہ عرش عظیم کا رب ہے)

فرمان الٰہی ہے:

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ (القیامۃ:36)

(کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟)

یعنی اسے کوئی حکم نہیں دیا جائے گا اور کسی چیز سے روکا نہیں جائے گا!

اور فرمایا:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُۨ. الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ﴾ (الملک:1-2)

(نہایت بابرکت ہے وہ جس کے ہاتھ میں (ہر قسم کی) بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے، جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے، اور وہ زبردست بھی ہے اور بخشنے والا بھی)

پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے بے شک انسانوں کو نہیں پیدا فرمایا مگر ایک ابتلاء وآزمائش کے لیے، تاکہ دیکھا جائے کہ کون عمل کے اعتبار سے احسن ہے سب سے بہتر ہے، اللہ تعالی کے منہج کا پیروکار رہ کر اور اس کے رسولوں کی پیروی کر کے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ

فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ:21-22)

(اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔ وہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعے سے کئی اقسام کے پھل تمہارے لئے بطور رزق نکالے، تو پھر تم جانتے بوجھتے اللہ کے برابر والے نہ بناؤ)

پھر انہیں حکم دیا کہ وہ اس مقصد کو پورا کریں جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے۔

اور انہیں بتلایا کہ اس نے ان کے لئے وہ تمام اسباب وافر مقدار میں مہیا کئے ہیں جو ان کے لئے اس عظیم مقصد پر عمل پیرا ہونے میں معاون و مددگار ہیں، اور انہیں اس مقصد سے ہٹنے اور ان عظیم نعمتوں کی ناقدری سے یہ کہہ کر ڈرایا کہ: "یہ سب جانتے بوجھتے تم اللہ کے برابر والے نہ بناؤ"۔

اور فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ (الاسراء:70)

(اور یقیناً تحقیق ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور سمندر میں سواریاں عطاء کیں، اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت بخشی)

اللہ تعالی نے انسان کو اس اکرام سے نہیں نوازا اور نہ ہی اسے اس بلند مقام پر فائز کیا مگر اسی مقصد کی وجہ سے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا یعنی صرف اکیلے اللہ کی عبادت، اس کی تعظیم اور تمام عیوب اور شریکوں سے اس کی تنزیہ (پاک قرار دینا) ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام (عیوب، نقائص اور شریکوں) سے بہت بلند وبالا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے اکرام کو اور کائنات میں اس کی منزلت کو اس درجے بلند کیا، اور بلاشبہ یہ ساری کائنات اسی کی راحت اور سعادت کے لئے مسخر کردی، تاکہ وہ اپنے مقررہ کام کو انجام دے اور اپنے اس مقصد کو ہر زاویے سے اکمل طور پر پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اٹھ کھڑا ہو جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

فرمان باری تعالی ہے:

﴿قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ
فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ، اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ، وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَاۗىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ، وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾

(ابراہیم: 31-34)

(آپ میرے ان بندوں سے کہیں جو ایمان لائے ہیں کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر (اللہ تعالی کی راہ میں) خرچ کرتے رہیں، اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ ہی دوستی یاری (کام آئے گی)۔ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور آسمان سے پانی برسایا پھر تمہاری روزی کے لئے اس کے ذریعے ہر قسم کے پھل نکالے، اور کشتی کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تا کہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے پھرے، اور نہروں ندیوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا، اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو بھی مسخر کر دیا جو لگاتار چل رہے ہیں، اور دن ورات کو بھی تمہارے لیے مسخر کر دیا (تمہارے کام پر لگا دیا)۔ اور تمہیں تمہاری منہ مانگی سب چیزوں میں سے دے رکھا ہے، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں گن تک نہیں پاؤ گے۔ یقیناً انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے)

شیخ ربیع ہادی عمیر المدخلی

(مدینہ نبویہ)

عقل و فطرت کی عطاء کے ذریعے انسان کی عزت افزائی

ان عظیم نعمتوں اور انسان کے اس عالیشان اکرام کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل جیسی نعمت عطاء فرمائی جو اسے تمام مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے اور اسی کی وجہ سے وہ احکامات الٰہیہ پر عمل کرنے کا مکلف (پابند) بنا اور ان احکام کے ادراک، فہم و سمجھ کا اہل قرار پایا، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو فطرتِ سلیمہ سے نوازا جو کہ اس چیز کی جڑواں وساتھی ہے جو کچھ اللہ کے رسل علیہم السلام لے کر آئے یعنی وہ وحیٔ کریم اور دین حق جسے اللہ تعالیٰ نے شریعت بنا کر بھیجا اور اس انسان کے لیے اپنے رسولوں کی زبانی یہ نہج مقرر فرمایا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الروم:30)

(پس آپ یکسو ہو کر اپنے چہرے کو دین کی طرف کر دیں، اللہ کی وہ فطرت[7] جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی بناوٹ کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ﴿فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ الآيَة“[8]

---

[7] الفطر کا معنی ہے ابتداء وایجاد اور الفطرۃ یعنی حالت جیسے بیٹھنا یا سوار ہونا۔ یہاں اس کا معنی ہے کہ وہ جبلت کی ایک خاص نوعیت پر پیدا ہوتے ہیں ایک ایسی طبع جو دین کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتی ہے کہ اگر اسے اس کی فطری طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ لازم اس پر گامزن رہے گی۔ اور جو کوئی اس فطرت ودین سے انحراف کرتا ہے تو وہ بشری آفات میں سے کسی آفت کی پیروی یا تقلید کرتے ہوئے ایسا کرتا ہے۔۔۔(النہایۃ لابن الأثیر 3/457).

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری 3/248 میں فرماتے ہیں: ”فطرت سے کیا مراد ہے اس بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے لیکن جو اس میں سے مشہور ترین قول ہے وہ یہ ہے کہ فطرت سے مراد اسلام ہے۔ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی بات عام طور پر سلف صالحین میں معروف چلتی آئی ہے اور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿فطرۃ اللہ التی فطر النّاس علیہا﴾ سے مراد اسلام ہے۔

[8] أخرجه البخاري، 23- كتاب الجنائز، 79- باب إذا أسلم الصبي فمات يصلى عليه، حديث (1359،1358)، و92- باب ما قيل في أولاد المشركين، حديث (1385)، و65- كتاب التفسير، حديث (4775)، ومسلم 46- كتاب القدر، حديث

(ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی (عیسائی) یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے کہ جانور اپنی ماں کے پیٹ سے صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تم اس میں کسی کو کان یا ناک کٹا پاتے ہو؟ پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ﴿فطرۃ اللہ التی فطر لناس علیھا۔۔۔﴾ الآیۃ کی تلاوت فرمائی)۔

اور سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ ارشاد فرمایا، اور اپنے اس خطبے میں فرمایا کہ:

"إِنَّ رَبِّي عزوجل أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِي فِي يَوْمِي هَذَا: إِنَّ كُلَّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عَبْدِي حَلَالٌ، وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ، وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ، وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا۔۔۔"(9)

(بے شک میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس علم میں سے جو اس نے آج مجھے سکھلایا ہے تعلیم دوں کہ جس سے تم لاعلم ہو: بے شک ہر وہ مال جو میں نے اپنے بندوں کو عطاء[10] کیا ہے حلال ہے، اور بے شک میں نے اپنے تمام بندوں کو حنفاء[11] بنا کر پیدا کیا ہے لیکن شیاطین نے ان کے پاس آکر انہیں ان کے دین سے دور[12] کر دیا، اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے حلال کی تھیں، اور انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ اسے شریک کریں جس کے متعلق میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔۔۔)۔

(22،23)، وأبو داود، 34- كتاب السنَّة، 18- باب في ذراري المشركين، حديث (4714)، وأحمد في المسند (315،346،393/2) و(233،275/2)، ومالك في الموطأ (241/1)، 16- كتاب الجنائز، حديث (52)، والترمذي في الجامع (447/4)، 33- كتاب القدر، 5- باب ما جاء ((كل مولود يولد على الفطرة))، حديث (2138). وفي لفظ البخاري ومسند أحمد والموطأ والترمذي: ((كل مولود يولد على الفطرة)).

[9] مسلم :2197/4،کتاب الجنة، باب الصفات اللتی یعرف بها أهل الجنة و أهل النار فی الدنیا، حدیث نمبر 63.

[10] نحلته: یعنی أعطیته (میں نے عطاء کیا یا دیا)، اور اس سے مراد ہے: ہر وہ چیز جو میں نے اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو عطاء کی ہے وہ اس کے لئے حلال ہے۔ اس سے مقصد ان چیزوں کا انکار کرنا ہے جو لوگوں نے خود سے اپنے اوپر حرام کر دی ہیں جیسے السائبة والوصيلة والبحيرة والحامي وغیرہ، اور یہ چیزیں ان کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوتیں۔ ہر وہ مال جو بندے کی ملکیت ہے تو وہ اس کے لئے حلال ہے الا یہ کہ کسی اور کے حقوق اس سے متعلق نہ ہوں۔

[11] حنفاء یعنی مسلمان۔

[12] یعنی انہیں بیوقوف بنا کر جس دین پر وہ تھے اس سے منحرف کر دیا اور وہ اس باطل میں اس کے ہمراہی بن گئے۔

انسانیت کی طرف پیغمبروں کے ارسال اور کتابوں کے نزول کے ذریعے انسان کی عزت افزائی

پھر اللہ تعالی نے انسانوں کو فطرت اور عقل کے ہی سپرد نہیں کیا بلکہ ان کے پاس خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو بھی بھیجتا رہا، اور ان پر کتابیں نازل کیں تاکہ ان کے لیے حق کو باطل سے الگ کر کے واضح کر دے، اور تاکہ اختلاف کی صورت میں لوگ ان کی طرف رجوع کریں، تاکہ لوگوں کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے، اور تاکہ ان پر حجت قائم ہو اور انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجنے کے بعد اللہ تعالی پر ان کی کوئی حجت باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کو مکلف کیا کہ وہ ان چنے ہوئے بندوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت کریں، ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کے احکام کے آگے فرمانبر داری سے سر جھکا دیں، اور ان لوگوں پر دنیا میں سخت عذاب نازل کیا جنھوں نے ان رسولوں کو جھٹلایا اور ان سے عناد کیا، اور عنقریب آخرت کا عدل پر مبنی کبھی نہ ختم ہونے والا اس سے بھی شدید اور عبرتناک عذاب اس کے علاوہ ہے۔

وہ پیغام جسے انسانوں میں سے ان چنیدہ بندوں علیہم السلام نے پیش کیا کیا ہے؟ اور انہوں نے اپنی قوم کے سامنے کیا پیش؟

ان کی رسالت و پیغام ہر بھلائی پر مبنی تھے اور ہر برائی سے دور رکھنے والے تھے، پس انہوں نے انسانیت کے لیے وہ سب کچھ پیش کیا جس میں ان کی دنیوی اور آخرت کی بھلائی ہے، کوئی نیکی ایسی نہیں جسے انہوں نے انسانوں کو نہ بتلایا ہو اور کوئی برائی ایسی نہیں جس سے انہوں نے انسانوں کو نہ ڈرایا ہو۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا:

’’كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَاءَهُ، وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ، وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِي جَشَرِهِ إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ ﷺ الصَّلَاةَ جَامِعَةً، فَاجْتَمَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا، وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ مُهْلِكَتِي ثُمَّ تَنْكَشِفُ، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ هَذِهِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ وَمَنْ

بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ، فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ"[13]

(ہم نے ایک سفر میں پڑاؤ ڈالا ہم میں سے کوئی اپنا خیمہ درست کرنے لگا، کوئی تیر اندازی[14] کرنے لگا اور کوئی اپنے جانور چرانے لگا[15]، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز لگائی "الصلاۃ جامعۃ"، جس پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مجھ سے پہلے جو بھی نبی گزرے ہیں ان پر فرض تھا کہ وہ اپنی امت کو ہر وہ نیکی بتلائیں جو وہ ان کے لئے جانتے ہیں اور ہر اس برائی سے ڈرائیں جو وہ ان کے لئے جانتے ہیں، اور بے شک تمہاری اس امت کی بھلائی ان کے پہلے لوگوں میں رکھی ہے، جبکہ عنقریب بعد کے لوگوں پر آزمائشیں آئیں گی اور ایسے معاملات جو تم کو برے اور منکر لگیں گے، اور ایسے فتنے در پیش آئیں گے جن میں سے ہر گزرا ہوا فتنہ آنے والے فتنہ کے آگے کم تر ہو گا[16]۔ کوئی فتنہ اٹھے گا تو مومن کہے گا: یہ تو میری تباہی ہے، پھر وہ چھٹ جائے گا تو دوسرا آئے گا اور مومن کہے گا: یہی ہے یہی ہے۔ پس جو جہنم سے بچنا اور جنت میں جانا چاہتا ہے تو اس کی موت اس حالت میں آئے کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اور لوگوں کے ساتھ ایسے پیش آئے جس طرح وہ لوگوں سے چاہتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ویسے پیش آئیں۔ اور جس نے کسی امام (حکمران) کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے اپنا عہد و پیمان اور دل کا پھل[17] دیا ہو تو اسے چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرے، اور اگر کوئی دوسرا اس کے خلاف خروج کرے تو دوسرے کی گردن مار دو (یعنی حکومت اسے قتل کر دے))۔

یہ ہے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی رسالت و پیغام جو ہر بھلائی کی جانب رہنمائی کرتی ہے اور ہر برائی سے ڈرانے والی ہے، لیکن وہ کہاں سے چلتی ہے اور کس چیز سے شروع ہوتی ہے؟ اور کس چیز پر اس کی توجہ مرکوز ہوتی ہے؟ بلاشبہ ایسے اصول و قواعد و ستون ہیں جن پر ان کی دعوت مرکوز تھی۔ لوگوں تک دعوت الی اللہ پہنچانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا نکتۂ آغاز ان اصول و قواعد سے تھا:

1- توحید

---

13 صحیح مسلم 1847، صحیح ابن ماجہ 3210، صحیح نسائی 4202، مسند احمد 6467۔

14 المناضلۃ سے ہے یعنی تیر اندازی کرنا۔

15 الجشر: جن چوپایوں کو چرایا جاتا ہے اور وہیں چراہ گاہ میں رات گزاری جاتی ہے۔

16 یعنی اپنے سے بعد میں آنے والے عظیم فتنے کے مقابلے میں یہ فتنہ تو رقیق (معمولی) معلوم ہو گا۔

17 اس کا مطلب عہد کے ساتھ اخلاص اور اس کا التزام کرنا ہے۔ (عون المعبود شرح سنن ابی داود) (توحید خالص ڈاٹ کام)

2- نبوت ورسالت

3- آخرت[18]

یہی تین اصول ان کی دعوتوں میں قدرے مشترک اور بنیاد ہیں، قرآن مجید نے انہی تین اصولوں کا غایت درجے اہتمام کیا ہے اور انہیں نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ یہی وہ اہم ترین مقاصد ہیں کہ جس پر سارا قرآن گردش کر رہا ہے اور انہیں بار بار بیان کر رہا ہے۔ اور ان ہی کو ثابت کرنے کے لئے تمام سورتوں میں عقلی وحسی دلائل دئے گئے ہیں اور اکثر واقعات اور مثالوں میں بھی اسے بیان کیا گیا ہے، جسے ہر وہ شخص جو کمالِ فہم، حسنِ تدبر اور بہترین تصور رکھتا ہے محسوس کر سکتا ہے۔

اور اس کا خاص اہتمام تمام کتب الہیہ نے کیا اور تمام آسمانی شریعتوں کا اس پر اتفاق رہا۔

ان تینوں اصول میں سب سے اہم، عظیم اور اصلِ اصول اللہ تعالیٰ کی توحید ہے، جس پر اس کی تین مشہور قسموں (ربوبیت، الوہیت، اسماء وصفات) کے ساتھ قرآن مجید کی اکثر سورتیں مشتمل ہیں، بلکہ قرآن مجید کی تمام سورتوں میں ہر سورۃ مشتمل ہے، کیونکہ قرآن مجید میں:

1- یا تو اللہ کی، اور اس کے اسماء وصفات کی خبر ہے، تو یہ توحید علمی وخبری ہے۔

2- یا تو صرف اکیلے اللہ ہی کی بلاشرکت عبادت اور اس کے علاوہ جس کی بھی عبادت کی جاتی ہے کو چھوڑ دینے کا مطالبہ ہے تو وہ توحید ارادی وطلبی ہے۔

3- یا تو امر ونہی ہے، اور اللہ کی اطاعت کو لازم پکڑنے کا حکم ہے تو یہ توحید کے حقوق اور اس کی تکمیل ہیں۔

4- یا تو اللہ تعالیٰ کی اہل توحید کے عزت واکرام کرنے کی خبر ہے، اور جو کچھ وہ ان کے ساتھ دنیا میں کرتا ہے اور آخرت میں جو عزت افزائی ہو گی، تو وہ توحید کا صلہ وجزاء ہے۔

5- یا تو خبر ہے مشرکین کی، اور جو اس نے دنیا میں انہیں نشانِ عبرت بنا دیا، اور آخرت کے شدید عذاب میں سے جو کچھ ان کے لیے تیار ہے، تو وہ توحید کے حکم سے نکل جانے والوں کی سزا ہے۔

---

18 امام شوکانی رحمہ اللہ نے ان تین بنیادوں کے بارے میں ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام ہے "إرشاد الفحول إلى اتفاق الشرائع على التوحيد والمعاد والنبوات" طبع دار الكتب العلمية- بيروت- لبنان۔ اس میں انہوں نے قرآن، توراۃ وانجیل سے دلائل بیان کئے ہیں۔

غرض یہ کہ سارا قرآن ہی توحید اور اس کے حقوق وجزاء اسی طرح سے شرک اور مشرکین، اور ان کی سزاء کے ذکر سے بھرپور ہے[19]۔

توحیدِ الوہیت کی اہمیت

توحید الوہیت اور اس کی اہمیت کو میں دو اسباب کی وجہ سے ذکر کروں گا:

اول: کیونکہ بے شک یہ رسولوں علیہم السلام کی دعوت کا اہم ترین پہلو ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اسے ہمارے سامنے پیش کیا ہے، اور اس لیے بھی کہ یقیناً یہی ہر قوم کے رسولوں اور ان کے مخالفین اور متکبرین کے درمیان ہونے والی جنگوں کا موضوع ہوا کرتا تھا۔

اور آج تک یہی اس لڑائی کا موضوع ہے، اور شاید کہ قیامت کے دن تک وارثین رسل کی ابتلاء وآزمائش اور ان کی رفعتِ منزلت کی خاطر یہی جاری وساری رہے گا۔

دوم: کیونکہ بلاشبہ دنیا کے مشرق ومغرب میں مسلمانوں کو جس خطرناک ترین، شدید ومشکل ترین انحراف کا سامنا ہے وہ اسی بارے میں ہے، اکثر جاہل مسلمانوں میں اور بہت سے دانشوروں اور علم کی جانب منسوب ہونے والوں میں بھی۔

پس ہم پہلے عمومی طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو بیان کرنا شروع کرتے ہیں پھر چند رسولوں کی خصوصی طور پر دعوت کا تذکرہ کریں گے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (النحل:36)

(ہم نے یقیناً ضرور ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت سے بچیں، پھر ان میں سے بعض لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے بعض پر گمراہی مسلط ہوگئی، پس تم زمین پر گھوم پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا

---

[19] شرح الطحاويّة (ص:88)، الطبعة الأولى 1392ھ، نشر المكتب الإسلامي. اس کی اصل امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن القیم رحمہما اللہ کے کلام سے منقول ہے دیکھیں مدارج السالکین لابن القیم (450/3).

ہوا)

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾(الانبیاء:25)

(ہم نے آپ سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ان کی جانب یہی وحی فرمائی کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم صرف میری ہی عبادت کرنا)

اور اللہ تعالیٰ نے کئی انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ڮ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:92)

(بے شک تمہاری یہ امت حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو)

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۭوَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾ (المؤمنون:51-52)

(اے رسولو! پاک چیزیں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، بے شک تم جو کچھ کر رہے ہو میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں، اور بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں، اس لئے تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ اس آیت ﴿وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "دينكم واحد" (یعنی تمہارا دین ایک ہی ہے)[20]۔

ان دونوں آیتوں کی معنی سنت میں یوں ہے، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[20] تفسیر ابن کثیر: 5/365۔

”أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ“[21]

(میں دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے قریب ہوں، اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام علاتی[22] بھائی ہیں، ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں، لیکن دین ایک ہے)۔

اللہ تعالیٰ اولوالعزم رسولوں علیہم السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَي الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ (الشوریٰ:13)

(اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا، اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ مشرکوں پر وہ بات بھاری ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہے، اللہ تعالی اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے، اور اپنی طرف ہدایت اسے دیتا ہے جو رجوع کرے)

یہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام جن میں سرفہرست اولوا العزم انبیاء علیہم السلام ہیں کی دعوت تھی، جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچتی ہے[23]۔ یہ تمام اپنی دعوت میں ایک ہی منہج پر چلتے تھے، ان سب کی دعوتوں کا آغاز ایک ہی چیز سے تھا اور وہ تھی توحید، یہی وہ

---

[21] أخرجه البخاري، 60- الأنبياء، حديث (3443)، ومسلم (1837/4)، 43- كتاب الفضائل، 40-فضل عيسى عليه السلام، حديث(145)، وأحمد في المسند (482/2،406،319).

[22] جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف فتح الباري (489/6)، اور النهاية (291/3) میں ہے کہ: انبیاء علاتی اولاد ہیں سے مراد یہ ہے کہ ان کی مائیں مختلف ہیں لیکن باپ ایک یعنی ان کا ایمان (عقیدہ) ایک ہے لیکن شریعتیں مختلف ہیں۔

[23] حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ ہے: أخرجه البخاري في التاريخ الكبير (447/5)، وأحمد في المسند(178/5و179)، من طريق المسعودي عن أبي عمر الدمشقي عن عبيد بن الحسحاس عن أبي ذر. وابن حبان كما في الموارد رقم (94)، وأبو نعيم في الحلية (168/1،166) وأشار إلى طرق أخرى إلى أبي ذر، وأحمد (265/5) وابن أبي مردويه في ((تفسيره)) نقلاً عن ابن كثير (423/2) والطبراني (258/8) وهناك طريق أخرى عن أبي أمامة في عدد الرسل وهم مئة وثلاثة عشر أخرجه الطبراني(139/8) وابن حبان كما في الموارد (رقم: 2085) قال ابن كثير: وهذا على شرط مسلم.وقال الهيثمي: ((رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح غير أحمد بن خليد الحلبي وهو ثقة)).

عظیم مسئلہ اور بنیاد ہے جسے انہوں نے تمام انسانیت، تمام نسلوں، مختلف ماحولوں، علاقوں اور زمانوں تک پہنچایا۔

جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہی وہ واحد راستہ ہے جسے لوگوں کو اللہ کی جانب دعوت دینے کے سلسلے میں اپنانا واجب ہے، اور یہی وہ سنت وطریقہ ہے جس پر چلنا اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے سچے پیروکاروں کے لئے مقرر فرما دیا ہے، اس میں نہ تو تبدیلی جائز ہے اور نہ ہی اس سے ہٹنا جائز ہے۔

بعض رسولوں علیہم السلام کی دعوتِ توحید کے نمونے

پھر بے شک اللہ تعالی نے بعض عظیم انبیاء کرام علیہم السلام کے تعلق سے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اس راستے اور منہج پر چلتے ہوئے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے عام تھا، کس طرح اپنی قوم کا سامنا کیا، اور ان میں کسی ایک کی دعوت بھی اس مقرر کردہ منہج سے نہ ہٹی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ، اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ، فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ (ھود:25-27)

(اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، بے شک میں تمہارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں، کہ تم نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ کی۔ بے شک میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، تو ان کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا تھا، ہم تجھے نہیں دیکھتے مگر اپنے جیسا ایک بشر، اور ہم تجھے نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کے سوا کسی نے تیری پیروی کی ہو جو ہمارے سب سے حقیر لوگ ہیں، (وہ بھی بنا سوچے سمجھے) محض سطحی رائے کے ساتھ، اور ہم تمہارے لیے اپنے آپ پر کوئی برتری نہیں دیکھتے، بلکہ ہم تمہیں جھوٹے گمان کرتے ہیں)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ، قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ، قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ، اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَاۗءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۭ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ،

قَالَ قَدۡ وَقَعَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ رِجۡسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوۡنَنِىۡ فِىۡۤ اَسۡمَآءٍ سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوۡۤا اِنِّىۡ مَعَكُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِيۡنَ. فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعۡنَا دَابِرَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ﴾ (الأعراف:65-72)

(اور عاد کی طرف (ہم نے) ان کی بھائی ھود (کو بھیجا)، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ تعالی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، کیا تم ڈرتے نہیں (اور شرک کرتے ہو)؟ ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: بے شک ہم تمہیں کم عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں اور بے شک ضرور خیال کرتے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو، آپ نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں ہے بلکہ میں تو رب العالمین کا بھیجا ہوا رسول ہوں، میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے ایک امانت دار، خیر خواہ ہوں، کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہیں تمہارے رب کی جانب سے نصیحت ایک ایسے شخص کی معرفت آئی جو خود تمہاری اپنی قوم کا ہے تاکہ وہ تم کو (شرک اوراس کے عذاب سے) ڈرائے؟! اور (اللہ کے اس احسان کو) یاد کرو کہ اس نے تم کو قوم نوح کا جانشین بنایا اور بدن کا پھیلاؤ بھی تم کو زیادہ دیا، تو تم اللہ تعالی کی نعمتوں کو یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ، انہوں نے جواب دیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کریں، اور جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے آئے ہیں انہیں چھوڑ دیں؟! اچھا اگر تو سچا ہے تو پھر جس (عذاب) کا ہم سے وعدہ کر رہا ہے اسے لے آ۔ انہوں نے کہا: اب تم پر اللہ کا عذاب اور غضب آنے ہی والا ہے۔ کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا اور جس کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں بھیجی، پھر تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ایمان نہ لائے ان کی جڑ کاٹ دی)

یہی دعوت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تھی، وہ سب اسی منہج پر گامزن رہے کہ اللہ کی توحید اور صرف اسی کی عبادت کی طرف دعوت کو اوّلیت دی، لیکن اپنی قوموں سے (سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی) تکذیب، تمسخر اور استہزاء (مذاق اڑانا) ہی پایا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِىٍّ فِى الۡاَوَّلِيۡنَ. وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ﴾ (الزخرف:6-7)

(ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے اور کوئی بھی نبی ان کے پاس نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق ہی کیا کرتے تھے)

غیرت مند مومنوں کے نفس پر تکذیب، استہزاء اور مذاق کا اثر تلواروں، قید خانوں اور جسمانی اذیت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے،

جیسا کہ ایک عربی شاعر اسی معنی کی تعبیر کچھ یوں کرتا ہے:

وظلم ذوي القربى أشد مضاضة   على النفس من وقع الحسام المهند

(رشتہ داروں کا ظلم دل پر ہندی تلوار کی کاٹ سے زیادہ کاری زخم لگاتا ہے)

ایک دن ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

”هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟، قَالَ: لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ، وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ، فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا“[24]

(کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایسا دن آیا ہے جو احد کے دن سے زیادہ سنگین تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تمہاری قوم سے مجھے جن جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے سنگین وہ مصیبت تھی جس سے میں گھاٹی[25] کے دن دوچار ہوا، جب میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل بن عبد کلال کے بیٹے پر پیش کیا، لیکن اس نے میری بات منظور نہ کی جو میں چاہتا تھا۔ تو میں غم والم سے نڈھال اپنے رخ پر چل پڑا، اور مجھے قرن ثعالب (ایک جگہ کا نام) پہنچ کر ہی افاقہ ہوا۔ وہاں میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر چھایا ہوا ہے، میں نے بغور دیکھا تو اس میں جبریل علیہ الصلاۃ والسلام تھے، انہوں نے مجھے پکار کر کہا: آپ کی قوم نے جو بات

---

[24] أخرجه البخاري، 59- كتاب بدء الخلق، حديث (3231)، ومسلم (1421/3)، 29-باب ما لقي النبي صلی اللہ علیہ وسلم من أذى المشركين والمنافقين، حديث (111). اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا بیان ہے اور اس راہ میں عظیم صبر وبرداشت کا مظاہرہ ہے کہ ان ظالموں کو چھوڑ دینے مہلت دینے کا فرما کر ایسی ہلاکت سے بچا رہے ہیں جو انہیں ملیامیٹ کر دیتی۔ محض اللہ تعالی سے امید ورجاء رکھتے ہوئے کہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایک اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں گے۔ سبحان اللہ! کیا عظیم ہدف ومشن ہے جسے صرف وہی جان سکتا ہے جس نے توحید کی نعمت کا ذائقہ چکھا ہو اور اس کی اہمیت سے واقف ہو۔

[25] گھاٹی: دو پہاڑوں کے بیچ کا راستہ، درہ، وہ میدان یا نشیبی زمین جو پہاڑوں یا پہاڑوں کے درمیان واقع ہو، پہاڑوں کا نشیب۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

آپ سے کہی اللہ نے اسے سن لیا ہے اور جو جواب انہوں نے دیا اسے بھی، اب اللہ تعالی نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ آپ ان کے بارے میں اسے جو چاہیں حکم دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور سلام کرنے کے بعد کہا: اے محمد ﷺ! آپ کی قوم نے جو بات آپ سے کہی اللہ تعالی نے اسے سن لیا اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، میرے رب نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اب آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں؟ اگر آپ چاہیں تو انہیں دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا فرمائے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائے گی)۔

کتبِ سیرت نے ان مذاق اڑانے والوں کے بعض جوابات اور گھٹیا مواقف کو ذکر کیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ ثقیف کے کچھ لوگوں کے پاس گئے جو کہ ان کے سرداروں اور اشرافیہ میں سے تھے، اور وہ تین بھائی تھے ،عبد یالیل ، مسعود اور حبیب ۔۔۔ آپ ﷺ ان کے پاس بیٹھے اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دی، اور ان سے اسلام کی مدد اور ان کی قوم کے مخالفت کے مقابلے میں ان کے ساتھ کھڑے ہونے کی بات کی۔ جواب میں ایک نے کہا: وہ کعبہ کا غلاف پھاڑے، اگر اللہ تعالی نے تمہیں رسول بنایا ہو! دوسرے نے کہا: کیا اللہ تعالی کو تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ملا تھا بھیجنے کو؟ تیسرے نے کہا: میں تم سے ہر گز کبھی بات نہیں کروں گا، اگر تم واقعی اللہ تعالی کی طرف سے رسول ہو تو تمہاری بات رد کرنا میرے لئے انتہائی خطرناک ہے، اور اگر تم نے اللہ تعالی پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے تو پھر میرے لیے لائق نہیں کہ میں تم سے بات کروں۔

پس رسول اللہ ﷺ ثقیف کی جانب سے کسی بھی قسم کی بھلائی سے ناامید ہو کر چل دیئے۔[26]

مذکورہ حدیث اور قصے میں دلیل یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نفس پر استہزاء ومذاق اور بیوقوف مشرکین کی اذیت رسانی کا اثر ان تمام مصیبتوں سے بڑھ کر بلکہ ان خونریز جنگوں کی چکی میں پسنے سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے جس میں ان کے پاک باز ساتھیوں کی جانیں جاتی ہیں اور خون بہتا ہے۔ جنگ احد جس میں رسول اللہ ﷺ کے ستر سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے[27] جن

---

[26] البداية والنهاية لابن كثير (135/3)، والدرر في اختصار المغازي والسير لابن عبد البر (ص:35) ط.دار الكتب العلمية بيروت.

[27] قال البخاري –رحمه الله– في 64– المغازي، 26–باب من قتل من المسلمين يوم أحد، حديث (4078): حدثنا عمرو بن علي، حدثنا معاذ بن هشام، قال: حدثني أبي عن قتادة، قال: ((ما نعلم حياً من أحياء العرب أكثر شهيداً أغر يوم القيامة من الأنصار".(ہم عرب کے قبائل میں سے کسی میں انصار سے زیادہ شہداء نہیں پاتے اور بروز قیامت بھی وہ افضل ترین ہوں گے)قال قتادة: وحدثنا أنس بن مالك: "أنه قتل منهم يوم أحد سبعون، ويوم بئر معونة سبعون، ويوم اليمامة سبعون"(ان کے یوم احد میں ستر شہید ہوئے، بئر معونہ میں ستر شہید ہوئے اور یوم یمامہ میں بھی ستر ہی شہید ہوئے)۔

میں سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ[28] اور آپ کے چچا سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ[29] بھی شامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہوا، دندانِ مبارک شہید کئے گئے۔[30]

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منافقین کی جانب سے جو اذیتیں سہنی پڑیں، اسی طرح سے اس سے پہلے مکی زندگی میں اور بدر وغیرہ کے معارکوں میں جو سہنا پڑا وہ الگ ہے، اس سب کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے شدید تکلیف جو انہیں پہنچی وہ طائف والے دن کی تھی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حقارت اور مذاق کا سامنا کرنا پڑا اسے غیرت مند نفس بلکل برداشت نہیں کرسکتے۔

اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا:

---

[28] عن خباب رضی اللہ عنہ قال: هاجرنا مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم ، ونحن نبتغي وجه الله فوجب أجرنا على الله، فمنا من مضى – أو ذهب– لم يأكل من أجره شيئاً كان منهم مصعب بن عمير قتل يوم أحد فلم يترك إلا نمرة، كنّا إذا غطينا بها رأسه خرجت رجلاه وإذا غطيت رجلاه خرج رأسه، فقال لنا النبي صلی اللہ علیہ وسلم–: ((غطوا بها رأسه واجعلوا على رجليه الأذخر...))، سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور ہم اس سے محض اللہ تعالی کی رضا اور اس کے چہرے کے طالب تھے پس اللہ تعالی کے ذمے ہمارا اجر واجب ہوا۔ ہم میں سے کوئی ایسا بھی تھا کہ دنیا میں سے اپنے اجر کے عوض کوئی چیز کھائے بغیر چلا گیا انہی میں سے سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو یوم احد میں شہید ہوئے اور سوائے ایک چھوٹی دھاری دار چادر کے کچھ چھوڑ کر نہ گئے۔ جس کے ذریعہ سے اگر ہم ان کی سر کی طرف چھپاتے تو ان کی ٹانگیں ننگی ہو جاتیں اور اگر ٹانگوں کو چھپاتے تو ان کا سر ظاہر ہو جاتا۔ چناچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اس چادر کے ذریعہ اس کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں کی جانب اذخر گھاس رکھ دو۔۔۔)أخرجه البخاري 64– كتاب المغازي، 26– باب من قتل يوم أحد، حديث (4082)، ومسلم كتاب الجنائز (2/7) مع شرح النووي، وأحمد في المسند (109/5)، والنسائي (32/4).

[29] آپ کی شہادت کا قصہ البخاري64– كتاب المغازي، 32– باب من قتل حمزة بن عبد المطلب –رضی اللہ عنہ–، حديث (4072)، ومسند أحمد (500/3–501) میں موجود ہے۔

[30] عن أنس –رضی اللہ عنہ– قال: شج النبي –صلی اللہ علیہ وسلم– يوم أحد فقال: ((كيف يفلح قوم شجوا نبيهم؟)) ، فنزلت { ليس لك من الأمر شيء} [آل عمران:128] [سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یوم احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوگئے تو فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح یاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کردیا؟۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (اے نبی! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں (کہ یہ ہدایت پر آئیں یا نہ آئیں)۔۔۔)] أخرجه البخاري64– كتاب المغازي، 21– باب ليس لك من الأمر شيء، بدون رقم، ومسلم (1416/3)، 32– كتاب الجهاد والسير 37– باب غزوة أحد، حديث (104).وفيه حديث سهل بن سعد برقم (101) بلفظ: ((جرح وجه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، وكسرت رباعيّته وهشمت البيضة على رأسه)) .(سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا، آپ کے دندان مبارک شہید ہوگئے اور آپ کا خود (جنگی ہیلمٹ کا کڑا) سر میں پیوست ہوگیا تھا)۔

"أَشَدُّ النَّاسِ بَلاءً الأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ"[31]

(سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء کرام ﷺ پر آتی ہیں پھر ان پر جو ان جیسے ہیں، پھر ان پر جو ان جیسے ہیں)۔

"ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ" سے مراد وہ نیک لوگ ہیں جو دعوت الی اللہ میں ان کے منہج پر چلتے ہیں، اور اسی چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کی طرف انہوں نے دی یعنی اللہ تعالی کی توحید اور ہر قسم کی عبادت کو اسی اکیلے کے لئے خاص کرنے کی دعوت، اور اس کے ساتھ کسی بھی قسم کے شرک کو اٹھا پھینکنا، تو انہیں بھی اسی طرح تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں گی جس طرح ان کے نمونے وپیشوا یعنی انبیاء کرام ﷺ کو پہنچی تھیں۔

اسی لئے آپ اکثر مبلغین وداعیان کو دیکھیں گے کہ وہ اس مشکل منہج اور کٹھن راستے سے کتراتے ہیں، کیونکہ اس راہ پر چلنے والے داعی کو عنقریب اپنے ماں باپ، بہن بھائی، دوست واحباب، اسی طرح سے معاشرے وسوسائٹی کا سامنا کرنا پڑے گا، اور عنقریب ان کی دشمنی وعداوت، طنز ومذاق اور اذیتیں سہنی پڑیں گی۔ اسی لئے وہ اس راستے سے کترا کر اسلام کی ایسی تعلیمات کی تبلیغ میں محنت کرتے ہیں جن کی اپنی جگہ اہمیت تو ہے اور کوئی بھی اللہ تعالی پر ایمان رکھنے والا اس کا انکار نہیں کرتا، لیکن ان چیزوں کی تبلیغ میں وہ، مشکلات، سختیاں، مذاق اور اذیتیں نہیں خصوصاً اسلامی معاشروں میں، بلکہ امت اسلامیہ کا ایک بڑا طبقہ اس طرز کے داعیان کے گرد جمع ہو جائے گا، اور بجائے مذاق اڑانے اور اذیت دینے کے ان کا عزت واحترام کے ساتھ پرتپاک استقبال کرے گا، الا یہ کہ اگر وہ حکمرانوں پر نکتہ چینی واعتراض کریں گے اور ان کی کرسیوں کے لیے خطرہ بننے کی کوشش کریں گے تو پھر وہ انہیں نہایت سختی سے اس طرح کچل دیں گے جیسے وہ ان سیاسی جماعتوں کے ساتھ کرتے ہیں جو ان کی حکومت مخالف ہوتی ہیں اوران کے تخت کے لیے خطرہ ہوتی ہیں۔ اور حکمران اس معاملے میں نہ رشتہ داروں کی پرواہ کرتے ہیں نہ دوستوں کی، نہ مسلمانوں کی اور نہ ہی کافروں کی۔

---

[31] أخرجه الترمذي (602/4)، 56- باب ما جاء في الصبر على البلاء، حديث (2398)، وابن ماجة (1334/2)، 23- باب الصبر على البلاء، حديث (4023)، والدارمي (228/2)، حديث (2786)، وأحمد في المسند (172،174،180،185/1) كلهم من طريق عاصم بن أبي النجود وهو صدوق له أوهام عن مصعب بن سعد، قال الترمذي: حديث حسن صحيح،اور ترمذی کی تصحیح میں ان کے نزدیک کچھ نظر ہے گویا کہ اس کا حکم لگانے کے سلسلہ میں شواہد ملاحظہ کرناچاہتے تھے۔ تو اس کے شواہد مندرجہ ذیل موجود ہیں:

1- عن أبي سعيد الخدري، أخرجه ابن ماجة (1334/2)، 32-باب الصبر على البلاء،حديث (4024) قال في الزوائد إسناده صحيح نقلاً عن محمد فؤاد.

2- من حديث فاطمة بنت اليمان أخرجه أحمد (369/6).

3- من حديث أبي هريرة أشار إليه الترمذي بقوله: ((وفي الباب عن أبي هريرة وأخت حذيفة)) بعد إخراجه حديث سعد.

بہر حال ہم ایسے داعیان اور مبلغین سے کہتے ہیں کہ جو اسلام کا نام لے کر خوب واویلا مچاتے ہیں کہ: رک جاؤ اور اپنے آپ پر تھوڑا ترس کھاؤ، کیونکہ بلاشبہ آپ اللہ تعالی کے منہج اور اس کی اس روشن صراط مستقیم سے ہٹ چکے ہیں جس پر انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے متبعین کی سواریاں اللہ تعالی کی توحید اور دین کو اس کے لیے خالص کر دینے کی دعوت لیے شان کے ساتھ گذر چکی ہیں۔ پس آپ کتنے ہی فلسفے جھاڑتے رہیں اور اسلام کے نام پر اپنی دہشت زدہ آواز بلند کرتے رہیں لیکن یقیناً آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے اس منہج سے جو اللہ تعالی نے ان کے لیے مقرر فرمایا تھا ہٹے ہوئے ہیں، لاکھ کوششیں کر گزرو اور اپنی دعوت و منہج کو جتنا بڑا کرسکتے ہو کر گزرو مگر بلاشبہ آپ اصل غرض وغایت سے پہلے صرف وسائل میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور وسیلے[32] کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے اگر اصل غایت کو ہی وہ نقصان دے اور اسے بازی پر لگا کر بڑا ہوتا جائے۔ بلکہ ایسے داعیان کے لیے ویل وہلاکت ہے جو اپنے خودساختہ مناہج کو اپنانے پر بضد ہیں اور اللہ تعالی کی توحید کی جانب دعوت دینے والے منہج الانبیاء کے خلاف لڑتے ہیں، اور انہوں نے اپنے بھڑکیلے نعروں سے جاہلوں اور احمقوں کی عقلوں کو منہج الانبیاء سے ہٹا کر ماؤف کر دیا ہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوتِ توحید اور ان کے منہج کے بارے میں بات کرنا اور اس کے نتیجے میں انہیں لاحق ہونے والی آزمائشوں اور بلاؤں کی پر عزم داستان یہاں تفصیل کے ساتھ ذکر نہیں کی جاسکتی، لہذا ہم ان میں سے صرف پانچ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا حال مختصراً بیان کریں گے۔ اور یہ ہمیں ایسی روشن شارع پر لے کھڑا کرے گا جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہیں، جس سے کوئی بھی منحرف نہیں ہوسکتا سوائے جس کے مقدر میں ہلاکت ہو۔

سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی دعوتِ توحید

آپ ابوالبشر ثانی (انسانیت کے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد دوسرے باپ) اور اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں۔ اس عظیم نبی نے بہت لمبی عمر اور بہت طویل عرصہ پایا۔ پورے پچاس کم ہزار سال اپنی قوم میں رہ کر انہیں اللہ کی توحید اور اس کی خالص عبادت کی دعوت دیتے رہے، نہ کبھی تھکاوٹ محسوس کی اور نہ اکتاہٹ، دن رات، چھپ کر اور علی الاعلان (ہر طرح سے انہیں دعوت دیتے رہے)۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ، قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ،

---

[32] حکومت وسیلہ ہے دعوت الی اللہ کا جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الحج: 41) (وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے)۔

اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوۡہُ وَاَطِیۡعُوۡنِ ، یَغۡفِرۡ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ وَیُؤَخِّرۡکُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ، قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّنَہَارًا ، فَلَمۡ یَزِدۡہُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا ، وَاِنِّیۡ کُلَّمَا دَعَوۡتُہُمۡ لِتَغۡفِرَ لَہُمۡ جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَہُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَاسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَہُمۡ وَاَصَرُّوۡا وَاسۡتَکۡبَرُوا اسۡتِکۡبَارًا ، ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُہُمۡ جِہَارًا ، ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَہُمۡ وَاَسۡرَرۡتُ لَہُمۡ اِسۡرَارًا ، فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ، یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا ، وَّیُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِیۡنَ وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًا ، مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا ، وَقَدۡ خَلَقَکُمۡ اَطۡوَارًا ، اَلَمۡ تَرَوۡا کَیۡفَ خَلَقَ اللّٰہُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ، وَّجَعَلَ الۡقَمَرَ فِیۡہِنَّ نُوۡرًا وَّجَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا ، وَاللّٰہُ اَنۡۢبَتَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ، ثُمَّ یُعِیۡدُکُمۡ فِیۡہَا وَیُخۡرِجُکُمۡ اِخۡرَاجًا ، وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ، لِّتَسۡلُکُوۡا مِنۡہَا سُبُلًا فِجَاجًا ، قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّہُمۡ عَصَوۡنِیۡ وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ یَزِدۡہُ مَالُہٗ وَوَلَدُہٗۤ اِلَّا خَسَارًا ، وَمَکَرُوۡا مَکۡرًا کُبَّارًا ، وَقَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِہَتَکُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۬ۙ وَّلَا یَغُوۡثَ وَیَعُوۡقَ وَنَسۡرًا ، وَقَدۡ اَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا ۬ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا ، مِمَّا خَطِیۡٓئٰتِہِمۡ اُغۡرِقُوۡا فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا ۬ۙ فَلَمۡ یَجِدُوۡا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡصَارًا ﴿ (نوح:1-25)

(بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرائیں اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے، انہوں نے کہا: اے میری قوم! بے شک میں تمہارے لیے (اللہ کے عذاب سے) کھلا ڈرانے والا ہوں، کہ تم اللہ تعالی ہی کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (اگر ایسا کرو گے تو) وہ تمہارے گناہوں سے درگذر فرمائے گا اور تم کو مقررہ وقت تک مہلت دے گا، کیوں کہ اللہ کا مقررہ وقت جب آن پہنچتا ہے تو ٹل نہیں سکتا، کاش تم یہ بات سمجھتے۔ انہوں نے کہا: اے میرے رب! بلاشبہ میں نے اپنی قوم کو رات اور دن دعوت دی۔ تو میری اس دعوت سے وہ اور بھی بدکنے اور بھاگنے لگے۔ اور بے شک میں نے جب بھی انہیں دعوت دی کہ تو انہیں بخشے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور اپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا، پھر بے شک میں نے انہیں بآواز بلند دعوت دی، پھر بے شک انہیں کھلم کھلا علانیہ بھی دعوت دی اور چپکے چپکے بھی، میں نے کہا: اپنے رب سے بخشش طلب کرو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ آسمان سے تم پر خوب بارشیں برسائے گا، اور وہ مال اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہیں باغات عطاء کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری فرمادے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالی کی عظمت و وقار کا لحاظ ہی نہیں رکھتے! حالانکہ یقیناً اس نے تمہیں طرح طرح سے مختلف مراحل میں پیدا کیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے بنائے۔ اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا۔ اور اللہ نے تم کو زمین سے اگایا (پیدا کیا) ایک خاص طریقے سے، پھر تمہیں اسی میں لوٹا دے گا اور پھر اس سے نکالے گا ایک خاص طریقے سے۔ اور اللہ نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا تاکہ تم اس کی کشادہ راہوں پر چلو

پھر و، نوح نے کہا: اے میرے رب! بے شک انہوں نے تو میری نافرمانی کی اور ان (مالداروں) کی پیروی کی، جن کے مال اور اولاد نے ان کی خسارے وبد بختی میں اضافہ ہی کیا۔ اور انہوں نے مکر کیے اور بہت بڑی چالیں چلیں۔ اور انہوں نے کہا: ہر گز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ کبھی ود کو چھوڑنا، نہ سواع کو، نہ یغوث کو، نہ یعوق کو اور نہ ہی نسر کو۔ اور یقیناً انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا (الٰہی) تو ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا، یہ لوگ اپنے گناہوں ہی کے سبب ڈبو دئے گئے، پس آگ میں جھونک دئے گئے، پھر انہوں نے اللہ تعالی کے سوا اپنے لیے کوئی مددگار نہ پائے)

اس محترم وبرگزیدہ رسول کی دعوت میں کیا تھا، یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کی اس پاکیزہ دعوت کا خلاصہ ہمیں بیان فرمایا جس میں انہوں نے اپنی زندگی کے پچاس کم ہزار سال کھپائے؟!

بلاشبہ یہ اللہ کی توحید اور اس اکیلے کی عبادت کی طرف ایک سنجیدہ دعوت تھی، ایک مسلسل جدوجہد تھی کہ آپ نے جو بھی وسیلہ ممکن تھا اسے آزمایا تاکہ کسی طرح وہ اس دعوت کو قبول کرلیں، خفیہ بھی علانیہ بھی، رغبت اور خواہش دلا کر بھی اور ڈرا دھمکا کر بھی، وعدے کرکے بھی عذاب سے ڈرا کر بھی، عقلی وحسی دلائل دے کر بھی، خود ان کی زندگیوں کی مثالیں پیش کر کے بھی، اور ان کے سامنے زمین وآسمان اور اس میں پچھلی نشانیوں اور عبرتوں کو پیش کر کے بھی، لیکن یہ ساری کاوشیں انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکیں اور نہ ہی حق قبول کرنے پر آمادہ کر پائیں، بلکہ وہ اپنے کفر وگمراہی پر برابر اڑے رہے، حق کے آگے تکبر اختیار کیے رکھا۔

اپنے بتوں اور باطل معبودوں سے چمٹے رہے، پس اس تکبر وہٹ دھرمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں تباہی وبربادی سے دوچار ہوئے اور آخرت میں ہمیشہ کے عذابِ آتش میں گرفتار ہوئے۔

ہم یہاں یہ پوچھ سکتے ہیں کہ اس عظیم نبی نے کیوں اتنی طویل مدت بغیر کسی تھکن اور اکتاہٹ کے توحید کی بنیاد کی خاطر اتنی بڑی مشقتیں برداشت کیں؟!!

اور کیوں اللہ تعالی نے ان کی اتنی خوبصورت وعطر بیز مدح وتعریف فرمائی، اور ان کے ذکر کو تاقیامت محفوظ کر دیا اور ان کا شمار اولوالعزم (بلند حوصلہ) پیغمبروں میں فرمایا؟

کیا توحید کی دعوت اس قدر تعظیم، توجہ اور عنایت کی مستحق ہے؟

کیا اس منہج اور اس مسلک کو اس عظیم نبی کے لئے مقرر کر دینا منطق، حکمت اور عقل کے خلاف ہے؟

یا بلاشبہ یہی عین حکمت، صحیح منطق اور ادراک رکھنے والی کامل وسلیم عقل کا تقاضہ ہے؟

اللہ تعالی نے آپ کو کیوں دعوت کے بارے میں اس منہج پر چلنے کا اتنے طویل عرصے پچاس کم ہزار سال تک پابند کیے رکھا، اور آپ کو خراج عقیدت پیش فرمایا اور آپ کے نام وداستان کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھا، اور کیوں سب سے عظیم ترین رسول اور ساری انسانیت میں عقل مند ترین انسان (محمد رسول اللہ ﷺ) کو پابند بنایا کہ وہ اپنی دعوت اور صبر میں انہیں نمونہ بنائیں؟

مقام نبوت کی معرفت رکھنے والے، اس پر عظیم اعتماد کرنے اور ان کی کماحقہ قدر کرنے والے کا عقل وحکمت پر مبنی منصفانہ جواب یہی ہو گا کہ:

بلاشبہ توحید کی دعوت، شرک کے خاتمے کی جدوجہد اور اللہ کی زمین کو اس سے پاک کرنے کا عمل واقعی ان تمام باتوں کا مستحق ہے، اور یہی عین حکمت اور عقل وفطرت کا تقاضہ ہے۔ اور ہر داعی الی اللہ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اس منہج کو، اور اس عظیم الہی دعوت وبہت بڑے مقصد کو سمجھے۔ اور اسے اللہ تعالی کی پوری زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں، جدوجہد اور کوششیں صرف کردے اور اس سلسلے میں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر تعاون کریں، متحد ہوں، ایک دوسرے کی تصدیق کریں جیسا کہ انبیاء ورسل علیہم السلام جو کہ سب توحید کے داعی تھے کیا کرتے تھے اور پہلے آنے والے بعد میں آنے والوں کو خوشخبری دیتے، اور بعد میں آنے والے گذرے ہوئے انبیاء کرام کی دعوت کی تصدیق وتائید کرتے اور انہیں کے چلے ہوئے راستے پر گامزن رہتے۔

ہمیں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اگر اس منہج کے علاوہ اور کوئی منہج اعلیٰ وافضل ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے رسولوں کے لئے اسے اختیار فرماتا اور اسے اپنانے کی ہدایت کرتا۔

(جب ایسا نہیں ہے) تو کیا ایک مومن کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس سے منہ موڑ کر کسی دوسرے منہج کو اپنائے اور اس منہج ربانی اور اس کے داعیوں پر دست وزبان دراز کرے؟!!!

سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی دعوتِ توحید

دوسرے الوالعزم پیغمبر ابو الانبیاء اِمام الموحدین والحنفاء خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، جن کی پیروی، ان کی دعوت کو نمونہ بنانے، اور ان کے طریقے اور منہج سے رہنمائی لینے کا حکم اللہ تعالی نے سید المرسلین وخاتم النبیین ﷺ اور آپ کی امت کو دیا ہے[33]۔

---

33 اللہ تعالی کے اس فرمان کی جانب اشارہ ہے: ﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصۡنَامًا اٰلِهَةً‌ ۚ اِنِّىۡۤ اَرٰٮكَ وَقَوۡمَكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ۔وَكَذٰلِكَ نُرِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِيَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِيۡنَ۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيۡهِ الَّيۡلُ رَاٰ كَوۡكَبًا‌ ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّىۡ‌ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِيۡنَ۔ فَلَمَّا رَاَ الۡقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّىۡ‌ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَٮِٕنۡ لَّمۡ يَهۡدِنِىۡ رَبِّىۡ لَاَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡقَوۡمِ الضَّاۤلِّيۡنَ۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمۡسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىۡ هٰذَاۤ اَكۡبَرُ‌ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتۡ قَالَ يٰقَوۡمِ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ۔ اِنِّىۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِىَ لِلَّذِىۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِيۡفًا‌ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾ (الأنعام:74-79)

((اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا: کیا آپ نے بتوں کو معبود بنارکھا ہے، بے شک میں آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا نظام سلطنت دکھانے لگے تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ جب ان پر رات کی تاریکی چھاگئی تو انہوں نے ایک تارہ دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، جب وہ غروب ہو گیا تو کہا کہ میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا، پھر جب انہوں نے چاند کو چمکتا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا کہ اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہیں کی تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا، پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، یہ تو سب سے بڑا ہے، جب وہ بھی غروب ہو گیا تو پکار اٹھے: اے میری قوم! بے شک میں تمہارے ان معبودوں سے جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو بیزار ہوں، بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور میں ہر گز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)

شرک کا انکاراور اسے پھینک دینے اور اللہ کی توحید و دین کو اس کے لیے خالص کرنے سے لبریز، پر جوش اور قوت سے بھرپور دعوت خاندان سے شروع ہو کر ساری قوم تک پھیلتی ہے، شرک وبت پرستی سے جنگ چھڑ جاتی ہے، ستاروں کے معبود ہونے کا عقیدہ ڈگمگا جاتا ہے۔

سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے اللہ کی حجت قائم کرنے، شرک اور اس کے باطل عقائد و شبہات کا توڑ کرنے کے لیے مناظرے و بحث

(النحل:123)(پھر ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ ملت ابراہیمی جو حنیف تھے کی اتباع کریں اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے)اور اس فرمان کی طرف:﴿قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ‌ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾(آل عمران:95)(کہو سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے، تم ملت ابراہیمی کی پیروی کرو جو حنیف تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے)۔

وحجت کا بہترین راستہ اختیار فرمایا۔

پس ان کے مزعومہ وخوساختہ معبودوں کو حقیر ثابت کرنے کے لیے ان کی تعبیر اصنام (بتوں) سے فرمائی، اورانہیں بے عقل ثابت کر کے ان مذکورہ کواکب (ستارے، چاند اور سورج) پر یکے بعد دیگرے توجہ دلوا کر کہ وہ ان سے گم ہو جاتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں، تا کہ وہ ان کے حال سے واضح دلیل دیکھ لیں ان کی الوہیت کے بطلان کی (کہ یہ معبود نہیں ہو سکتے)۔

آخر وہ کون ہے جو اور ان کے غائب وغروب ہو جانے پر اس کائنات کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہے اور ان کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ان کے لئے ضروری ہو جائے گا کہ وہ ان مزعومہ خودساختہ جھوٹے معبودوں کو مسترد کریں اور ان کا انکار کریں، اور اپنے ہاتھوں کو ان سے اٹھالیں، اور اپنے اس معبودِ برحق کی طرف متوجہ ہو جائیں جس نے کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، جو نہ غائب ہوتا ہے اور نہ ٹلتا ہے، جو ان کے تمام حالات اور حرکات وسکنات سے اچھی طرح باخبر ہے، جو ہر لمحہ ان کا نگران ہے، ان کی حفاظت کرتا ہے اور ان کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔

یہ ایسے زبردست دلائل ہیں جنہیں انہوں نے بالکل واضح اور ظاہر جیتے جاگتے محسوس کیے جانے والے اٹل حقائق سے ماخوذ فرمایا۔

اللہ سبحانہ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ڛ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا، اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـــًٔا، يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَاۗءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا، يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا، يٰٓاَبَتِ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا، قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا، قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا، وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا، فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا، وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ (مریم:41-50)

(اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کریں وہ بڑے سچے اور نبی تھے، جب انہوں نے اپنے والد سے کہا: ابا جان! آپ ایسوں کی کیوں عبادت کرتے ہیں، جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچاسکتے ہیں؟ ابا جان! بے شک یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، پس آپ میری پیروی کریں میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ ابا جان! شیطان کی عبادت نہ

کیجئے کیونکہ بلاشبہ شیطان رحمٰن کانافرمان ہے، اباجان! بے شک مجھے ڈر ہے کہیں آپ پر رحمٰن کا کوئی عذاب نہ آن پڑے اور پھر آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں، (باپ نے) کہا: ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو باز نہیں آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا، بس تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو جا، ابراہیم نے کہا: اچھا آپ پر سلام ہو، میں ضرور آپ کے لئے اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا بے شک وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے، اور میں تم لوگوں سے اور ان چیزوں سے جنہیں تم اللہ تعالی کے سوا پکارتے ہو، کنارہ کرتا ہوں اور بس اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں، مجھے پوری امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر کبھی نامراد نہیں رہوں گا، جب وہ ان سے اور ان کے ان معبودوں سے جدا ہو گئے جن کی وہ اللہ تعالی کے سوا عبادت کرتے تھے، تو ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے، اور دونوں کو ہی نبی بنایا، اور انہیں اپنی رحمت سے نوازا اور انہیں بلند درجہ کی سچی ناموری عطاء کی)

توحید کی یہ پر جوش دعوت علم، منطق، عقل اور پاکیزہ واعلیٰ اخلاق پر قائم تھی، اور گمراہوں کو صراطِ مستقیم دکھاتی تھی جبکہ اس کے مقابل اندھا تعصب تھا جو خواہش نفس، جہالت، عناد، اور تکبر پر قائم تھا، ورنہ کوئی بھی انسان ایسوں کی عبادت کیسے کر سکتا ہے اور ان کے آگے جھک سکتا ہے جو نہ سنتے ہوں اور نہ دیکھتے ہوں اور نہ اس کے کچھ کام آسکتے ہوں؟

محترم قاری، بلاشبہ توحید کا علم وہ علم ہے جس سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو تقویت وعزت ملتی تھی، اسی کے ذریعے وہ باطل، جہالت اور شرک پر یلغار کرتے تھے۔

لہذا اس علم سے جہالت یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے اس علم سے جو راہِ حق دکھاتا اور شرک وضلالت سے بچاتا ہے، ایسی جہالت ہے جو تباہ کن ہے اور ایسا زہرِ قاتل ہے جو عقل وفکر کو قتل کر دیتا ہے: (اسی لئے سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے باپ سے کہا تھا)

﴿يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾ (مریم:43)

(اباجان میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں، آپ میری پیروی کیجئے میں آپ کو سیدھی راہ دکھاؤں گا)

ان زبردست اور واشگاف دلائل کی مار وشکست کے بعد جو سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے دعوت الی اللہ کے میدان میں اپنے باپ، خاندان اور قوم کو دی، پھر آپ نے توحید کی ناقابل تردید دلیلوں اور اس عظیم دعوت سے سرکش، خدائی کے دعویدار وظالم حکمران کا پوری طاقت اور بہادری کے ساتھ سامنا فرمایا۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ

وَاُمِيۡتُ‌ؕ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاۡتِىۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىۡ كَفَرَ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ (البقرۃ:258)

(کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دے رکھی تھی، جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، اس نے کہا: میں بھی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہوں، ابراہیم نے کہا: پھر بے شک اللہ تعالی تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو ذرا مغرب سے نکال لا، پھر وہ کافر حیران و ششدر رہ گیا، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا)

یقیناً سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس سرکش خدائی کے دعویدار کو اللہ کی توحید اور اس کی ربوبیت اور الوہیت پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن اس نے اللہ تعالی کی توحید ماننے سے سرکشی دکھائی اور تکبر کیا اور اپنی جھوٹی ربوبیت کے دعوے کی دست برداری سے انکار کر دیا۔

پھر سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس سے جھگڑا اور یہ روشن مناظرہ فرمایا کہ جو واضح نشانیوں، دلائل و براہین پر مبنی تھا، فرمایا سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے:

﴿رَبِّىَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ﴾

(میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے)

یعنی جو پیدا کرنے، تدبیر کرنے اور زندگی و موت دینے میں منفرد ہے۔

لیکن اس ناسمجھ ظالم و جابر نے کہا:

﴿اَنَا اُحۡىٖ وَاُمِيۡتُ﴾

(میں بھی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہوں)

یعنی میں بھی جس کو قتل کرنا چاہتا ہوں قتل کر سکتا ہوں اور جس کو باقی رکھنا چاہتا ہوں باقی رکھتا ہوں۔

اس جواب میں مکاری، جاہلوں کو بھٹکانا اور جواب سے توجہ ہٹانا تھا۔ حالانکہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا مقصد یہ تھا کہ بے شک ان کا رب انسانوں، حیوانات اور نباتات کو عدم سے زندگی بخشتا ہے، پھر جب ان کی عمریں ختم ہو جاتی ہیں تو انہیں ظاہری اسباب کے تحت یا

بغیر اسباب کے بھی اپنی قدرت سے موت کی طرف پھیر دیتا ہے(نا کہ وہ مراد تھی جو اس نے اپنے لیے ثابت کیا)۔ بہرحال سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے جب اس کے مکارانہ وفریب کارانہ جواب کو دیکھا جس سے شاید ناسمجھ اور گنوار لوگ بیوقوف بن جائیں تو آپ نے اس کے قول کی تصدیق سے جو بات لازم آتی ہے وہ طلب کرلی، یعنی اگر واقعی تیرا دعویٰ سچا ہے تو پھر:

﴿فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ﴾ (البقرۃ:158)

(پھر بے شک اللہ تعالی تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو ذرا مغرب سے نکال لا، پھر وہ کافر حیران وششدر رہ گیا)

یعنی حیران وہکا بکا کھڑا رہ گیا، اس کی دلیل ٹوٹ گئی، بولتی بند ہوگئی، اور باطل رفوچکر ہوگیا:

﴿إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾(اسراء:81)

(اور بے شک باطل تو ہے ہی نابود ہونے کے لئے)

اس میں ہر دھیان سے اور حاضر دلی کے ساتھ سننے والے کے لئے یہ سبق موجود ہے کہ بلاشبہ یہ توحید کی دعوت ہے، جو اخلاص، عقل اور حکمت کے بلند ترین مقام پر فائز ہے۔ اور قرآنی اصول کے مطابق گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو کے مطابق شروع ہوتی ہے(یعنی اسلام کے گھر میں اس کی بنیاد توحید سے شروعات ہونی چاہیے) پھر جیسے اللہ تعالی چاہتا ہے ویسے آگے چلتی ہے۔نہ یہ بادشاہت کے خلاف اعلانِ جنگ ہے، نہ حکومت کے حصول کے لیے مقابلہ۔

اگر سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا ہدف حصولِ اقتدار ہوتا تو آپ اس کے علاوہ دوسرا منہج اپناتے۔ایسی صورت میں ایسے لوگ بھی مل جاتے جو آپ کے گرد اکھٹے ہو جاتے اور تالیاں بجا کر حوصلہ افزائی کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ، اوراس کے انبیاءاور ان کے سچے پیروکار صالح مبلغین ہر جگہ اور ہر زمانے میں بالکل بھی کسی اور منہج سے راضی نہیں مگر صرف اسی ہدایت وراہنمائی، حق بیان کرنے اور سرکشوں اور عناد کرنے والوں پر حجت قائم کرنے کے منہج سے راضی ہیں۔

اور یقیناًسیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے اس عظیم فرض کو کامل اور مکمل طور پر نبھایا۔ آپ نے اپنے والد اور اپنی قوم چاہے حکومت ہو یا عوام پر حجت قائم فرمائی۔ جب دیکھا کہ یہ لوگ شرک وکفر پر اور جھوٹ وگمراہی پر قائم رہنے پر مصر ہیں تو مجبوراًہاتھ و قوت کے ذریعے انکار، اصلاح وتبدیلی کی کوشش کی۔

کہاں سے آپ نے اصلاح وتبدیلی کا آغاز فرمایا، اور وہ کون سا رہنما اسلوب تھا جس کے ذریعے شدید اندھیروں میں بھٹکنے والی اپنی قوم کی حالت کی اصلاح فرمائی؟ کیا آپ نے حکومت کے خلاف انقلاب برپا کردیا کہ یہی شر وفساد اور شرک وضلالت کا

اصل منبع اور اصل جڑ ہے؟!! کیسے نہیں، جبکہ حاکم تو ربوبیت کا دعویدار تھا اور اس پر مصر تھا؟ کیوں آپ نے کسی انقلاب کا منصوبہ نہیں بنایا تاکہ وہ اس کافر حکومت کا تختہ الٹ دیں جس کے سر پر ایک ظالم وخدائی کا دعویدار براجمان ہے تاکہ شرک و فساد کی تمام اقسام کا خاتمہ ہو جاتا اور ایک حکومت الہیہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قیادت میں قائم ہو جاتی؟!! ان سوالوں کا جواب یہی ہے کہ حاشا وکلا (ہرگز نہیں) انبیاء کرام علیہم السلام کی ذاتیں اور ان کی پاکبازی ان راستوں پر چلنا تو کجا اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتیں، کیونکہ یہ طریقے تو ظالموں، جاہلوں، بیوقوفوں اور دنیا و حکومت کے طلبگاروں کے ہیں۔

بے شک انبیاء کرام علیہم السلام توحید کے داعی راہِ حق کے رہنما، شرک و باطل سے انسانیت کو نجات دلانے والے ہیں۔ وہ جب کبھی اصلاح و تبدیلی کے لیے اپنے ہاتھ بڑھاتے ہیں تو وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر علم رکھنے والے اور عقل رکھنے والے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کے نزدیک یہ لازم ہوتا ہے کہ ہم شرک اور گمراہی کی حقیقی جڑ کے خاتمے سے آغاز کریں۔ اور یہی کچھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیا جو کہ نہایت بردبار، عقل و دانش والے، بہادر و شجاع تھے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ، اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ، قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ، قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ، قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ، قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ڮ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ، وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ، فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ، قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ، قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ، قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓي اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ، قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ، قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ڰ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ، فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓي اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ، ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰي رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ، قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ، اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ، قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ، قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ، وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ (الانبیاء: 51-70)

(اور یقیناً اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیم کو ہدایت یابی بخشی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے، جب کہ انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا: یہ مورتیاں کیسی ہیں جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے، انہوں نے کہا: پھر تو یقیناً تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں مبتلا تھے، انہوں نے کہا: کیا تم ہمارے پاس سچ مچ حق

لائے ہو یا یونہی کھیل مذاق کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں (میں مذاق نہیں کر رہا ہوں) بلکہ واقعی تم سب کا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا، اس پر میں گواہی دینے والوں میں سے ہوں، اوراللہ کی قسم! میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے، پھر انہوں نے ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے سوائے ان میں سے سب سے بڑے کے تاکہ شاید وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔ انہوں نے کہا: جس نے بھی ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے وہ بہت بڑا ظالم ہے (کچھ لوگوں نے) کہا: ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا، جس کا نام ابراہیم ہے، سب نے کہا: اسے تمام لوگوں کے سامنے پکڑ کر لاؤ تاکہ سب دیکھیں اور گواہ بنیں، انہوں نے کہا: اے ابراہیم ! کیا تم نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ (ابراہیم نے) جواب دیا: یہ کام تو ان کے اس بڑے نے کیا ہے، سو خود انہی سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہوں! یہ سن کر وہ لوگ اپنے ضمیروں کی طرف پلٹے پھر (اپنے دلوں میں) کہنے لگے: کہ ظالم تو یقیناً تم خود ہی ہو، پھر اپنے سروں کے بل اوندھے ہو گئے اور کہنے لگے: تو تو یقیناً جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں، (ابراہیم نے) کہا: کیا تم اللہ کے علاوہ ایسوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، کیا تم اتنی سی بھی عقل نہیں رکھتے! وہ کہنے لگے: اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے، ہم نے کہا: اے آگ تو سراسر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا ابراہیم پر، گو کہ انہوں نے ان کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں بری طرح ناکام کر دیا)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو ہدایت اسی لئے عطاء فرمائی کہ بلاشبہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ آپ اس کے اہل تھے۔

اس حکیم ورشید پیغمبر نے عقائد کے بگاڑ، حکومت کے فساد اور ایک ایسی قوم کا سامنا کیا جس کی سوچ وفکر اس حد تک گر چکی تھی اور عقل بھٹک چکی تھی کہ وہ لکڑی اور پتھروں کے بنائے گئے بتوں اور ستاروں کی عبادت کرتے تھے، ان پر ایک فاسد حکومت چل رہی تھی، جس کا قائد ایک سرکش اور خدائی کا دعویدار حکمران تھا، اور قوم اس کے آگے بآسانی جھکی ہوئی تھی۔

پھر آپ ذرا دیکھیں تو سہی کہ وہ اصلاح کا عمل کہاں سے شروع کرتے ہیں؟

کیا آپ اصلاح کا عمل حاکم سے معرکہ آرائی کے ذریعے شروع کرتے، کیوں کہ وہ قطعی طور پر اللہ کی شریعت کے بغیر فیصلے کرتا اور جاہلی قوانین کے ذریعے حکم کرتا تھا، اس بارے میں تو کوئی شک ہی نہیں، اور تو اور واشگاف طور پر اپنی رب ہونے کا دعویدار تھا اور قانون سازی کو اپنا حق سمجھتا تھا؟ یا آپ اصلاح کا عمل قوم اور جاہل حکومت کے عقائد کی اصلاح سے شروع کرتے؟ قرآن مجید ہمیں اس رشد وہدایت یافتہ نبی امام الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے تعلق سے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے عقیدے کی اصلاح سے آغاز فرمایا یعنی اللہ تعالی کی توحید اور اس اکیلے کے لیے عبادت کو خالص کر دینے کی دعوت، شرک سے اعلانِ جنگ

اور شرک و اسبابِ شرک کے خاتمے، اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے سے شروع کیا۔ پس آپ نے انہیں عملی طور پر اللہ کی توحید اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت کو چھوڑ دینے کی طرف دعوت دی۔ اس میدان میں ان سے بحث وجدال کیا اور انہوں نے بھی آپ سے کٹ حجتی وجدال کیا۔ پس سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے غالب حجتوں اور ظاہر دلیلوں سے انہیں مغلوب کر دیا اور انہیں دلیل وحجت کے ہر اسلحہ سے عاری کر دیا، یہاں تک کہ انہیں اپنے ظلم و گمراہی، اندھے تعصب اور باپ دادا کی تقلید کے جان لیوا جمود کا اعتراف کرنا پڑا:

﴿قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ﴾ (الأنبیاء:53)

(ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہیں کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے)

جب سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے ہٹ دھرم خواہش نفس کی پیروی اور پتھر جیسی عقلیں دیکھیں تو انہوں نے ان کے معبودوں کو توڑنے کی ایک حکمت اور شجاعت سے بھرپور حکمتِ عملی تیار کرلی، پھر اس حکمتِ عملی کو بھرپور قوت، بہادری اور جرأت سے عملی جامہ پہنایا۔

آپ کے اس جرأت مندانہ اقدام[34] نے حکومت اور قوم کو آپ کے خلاف مشتعل کر دیا، انہوں نے ایک کھلے فیصلے کے لئے آپ کو مدعو کیا۔ پھر آپ کو الزام دے کر پوچھا:

﴿قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ﴾ (الأنبیاء:62)

(انہوں نے کہا اے ابراہیم! کیا تم نے ہی ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے؟)

آپ نے انہیں چوٹ دینے والے طنزیہ انداز میں فرمایا:

---

34 یہ عظیم جرأت مندانہ عمل اور جو توحید کو اپنانے اور شرک کو چھوڑ دینے کی پر حکمت دعوت اس سے پہلے بیان ہوئی وہ موجودہ دور کے بہت سے داعیان اصلاح کے نزدیک سطحی اور غیر اہم معاملات میں پڑنے کے مترادف ہے لاحول ولا قوۃ إلا باللہ (سچ فرمایا اللہ تعالی نے کہ) ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ (الحج:46) (درحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں)۔

اور شیخ فوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: کیونکہ ایسے داعیان کے نزدیک دعوت کی ابتداء حکمرانوں اور حکومت کی اصلاح سے شروع ہونی چاہیے ناکہ اصلاحِ عقیدہ سے، چناچہ ان کے اس نظریہ کے مطابق تو سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام صحیح منہج دعوت اپنانے میں غلطی کر گئے!۔

﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾ (الأنبیاء:63)

(انہوں نے کہا: بلکہ یہ حرکت تو ان کے بڑے کی معلوم ہوتی ہے، (اگر یقین نہ آئے تو) انہیں سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں (کہ کس نے ان کی یہ درگت بنائی ہے؟))

آپ کا یہ چوٹ دیتا طنز ان پر کڑک دار بجلی بن کر گرا، وہ حواس باختہ ہو کر کہہ اٹھے:

﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَاۗءِ يَنْطِقُوْنَ﴾ (الأنبیاء:65)

(انہوں نے ذلت سے سر جھکا کر کہا تم تو جانتے ہی ہو کہ یہ بول نہیں سکتے)

جب سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے انہیں دلیل اور حجت کے ہتھیار سے عاری کر دیا تو انہوں نے طاقت کا سہارا لینے کی ٹھان لی، جو ہر جگہ ہر زمانے میں دلیل اور حجت سے ہارے ہوئے ہر شخص کا ہتھیار ہوتا ہے:

﴿قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ﴾ (الأنبیاء:68)

(چلّا اٹھے کہ اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں واقعی کچھ کرنا ہے)

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو ان کافروں کے شر سے بچا لیا اور مکر کو انہیں پر لوٹا دیا:

﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ، وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ (الأنبیاء:69)

(ہم نے کہا: اے آگ تو سراسر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا ابراہیم پر، گو کہ انہوں نے ان کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں بری طرح ناکام کر دیا)

اس ہولناک آگ کو اللہ تعالی کا ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دینا اور سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا نجات پانا اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھی جو آپ کی نبوت و سچائی اور آپ کی لائی ہوئی توحید کی صداقت، اور قوم کے شرک و گمراہی کے باطل ہونے کی واضح نشانی تھی۔

پس اللہ تعالی نے آپ کو اس حکمت سے بھرپور دعوت، اس عظیم جہاد اور قربانی کا بہترین بدلہ عنایت فرمایا:

﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ، وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا

صٰلِحِيۡنَ۝ وَ جَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ فِعۡلَ الۡخَيۡرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءَ الزَّكٰوةِ‌ۚ وَكَانُوۡا لَنَا عٰبِدِيۡنَ﴾ (الأنبياء:71-73)

(اور ہم ان کو اور لوط کو بچا کر اس سر زمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہاں والوں کے لئے برکت رکھی تھی، اور ہم نے انہیں اسحاق عطاء کیے اور اس پر مزید یعقوب بھی، اور ان سب کو ہم نے نیک صالح بنایا، اور تمام کو ہم نے پیشوا بنادیا کہ وہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں، اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی (تلقین) کی، اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گذار بندے تھے)

سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوتِ توحید

سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے وہ رسول ہیں، جو کریم ابن الکریم ابن الکریم ہیں[35]۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک طویل سورۃ نازل فرمائی ہے، جو ہم سے آپ کی بچپن سے لے کر وفات تک کی حیات کریمہ بیان کرتی ہے۔ کہ زمانے کے کتنے احوال کی الٹ پھیر آپ کے ساتھ رہی، اور جن مصائب کا آپ کو سامنا ہوا تو ان کا نبوت کی طاقت، اور اس کے صبر، حکمت اور بردباری سے کس طرح مقابلہ فرمایا۔

---

[35] یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی جانب اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں فرمایا: "اَلْكَرِيمُ ابْنُ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ علیہم السلام" أخرجه البخاري 60- كتاب الأنبياء، باب: 18، حديث (3382،3390)، وأحمد في المسند (96/2). (کریم (شریف)، کریم کے بیٹے اور کریم کے پوتے اللہ کے نبی سیدنا یوسف ہیں جو اللہ کے نبی سیدنا یعقوب کے بیٹے، اللہ کے نبی سیدنا اسحاق کے پوتے اور اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہم السلام کے پڑپوتے ہیں)۔

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ عزت دار وشرف والا انسان کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ" (جو ان میں سے اللہ تعالی سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو) صحابہ نے عرض کی ہم اس سے متعلق نہیں پوچھ رہے، تو فرمایا: "فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ" (تو پھر سب سے زیادہ شرف والے سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، جو اللہ کے نبی تھے اور اللہ کے نبی کے بیٹے اور نبی کے پوتے تھے اور خلیل اللہ کے پڑپوتے تھے) انہوں نے کہا ہم اس سے متعلق بھی نہیں پوچھ رہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا" (پھر کیا عرب کے قبائل کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ تو سن لو جو جاہلیت میں ان میں سے بہترین تھا وہی اسلام میں بھی بہترین ہے بشرطیکہ سمجھداری سے کام لے یعنی دین میں فقاہت رکھے) أخرجه البخاري، 60- الأنبياء حديث (3383)، والترمذي (293/5)، التفسير باب 13، حديث (3116)، وأحمد في المسند (332،416/2) كلاهما من طريق محمد ابن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة، بلفظ: ((إن الكريم ابن الكريم ابن الكريم يوسف بن يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم –عليهم السلام–

سیدنا یوسف علیہ السلام نے مصر کے فرعونوں کے محلات میں ہونے والا فساد اور ظلم دیکھا۔ ساتھ ہی اس قوم کے عقائد کو بھی جانا جن میں آپ نے زندگی گذاری تھی، جان گئے جو کچھ فساد و اوثان پرستی ان میں پائی جاتی تھی کہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ بتوں اور گائے کو معبود بناتے ہیں۔

اس نبئ کریم کا قصہ تو خاصہ طویل ہے، ہم اس میں سے صرف آپ کے قید ہونے اور دعوت کی جانب اشارہ کرتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ، قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ، وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ، يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (یوسف:36-40)

(اور قید خانے میں ان کے ساتھ دو جوان داخل ہوئے، دونوں میں سے ایک نے کہا بے شک میں اپنے آپ کو (خواب میں) دیکھتا ہوں کہ کچھ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا بے شک میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر کچھ روٹی اٹھائے ہوئے ہوں، جس سے پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتائیں، بے شک آپ ہمیں احسان کرنے والوں میں سے دکھائی دیتے ہیں، انہوں نے کہا تمہارے پاس وہ کھانا نہیں آئے گا جو تمہیں دیا جاتا ہے، مگر میں تمہیں اس کی تعبیر اس سے پہلے بتا دوں گا کہ وہ تمہارے پاس آئے۔ یہ اس میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا۔ بے شک میں نے اس قوم کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالی پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے ساتھ بھی کفر کرنے والے ہیں، اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے، ہمارے لیے یہ لائق ہی نہیں کہ ہم اللہ تعالی کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کے فضل سے ہے، اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے، اے قید خانے کے دو ساتھیو! کیا الگ الگ متفرق رب بہتر ہیں یا ایک زبردست سب پر غالب اللہ؟ تم تو نہیں کرتے اس کے علاوہ کسی کی عبادت مگر وہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، اللہ تعالی نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی، نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ کا، اس نے حکم دیا ہے کہ تم نہیں کرو عبادت مگر صرف اسی کی، یہی ٹھیک (راستہ) دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)

اس نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے محلات میں زندگی بسر کی، اور حکومت وحکام کی تمام برائیوں کو آپ قریب سے جانتے تھے۔ بلکہ عملاً آپ نے ان کے مکروفریب، ظلم وستم، ناانصافی وقید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا، اور ایسی بت واوثان پرست قوم میں آپ نے زندگی بسر کی جو بتوں، گائے اور ستاروں کی عبادت کرتی تھی۔ پھر آپ نے اصلاح کا عمل کہاں سے شروع کیا اور آپ کا نقطۂ آغاز کیا تھا؟!

جب کہ آپ ظلماً جیل میں ڈال دیے گئے اور ان کے ساتھ انہی کی طرح اور لوگ بھی ظلماً جیل میں بند تھے، کیا آپ نے اپنی دعوت الی اللہ کا آغاز انہیں ظالم وجابر حکمرانوں کے خلاف بھڑکانے سے کیا؟! اگر آپ یہ طرز عمل اختیار کرتے تو یقیناً یہ ایک سیاسی راستہ تھا، اور اس کام کا سنہری موقع آپ کے سامنے تھا، یا آپ نے اپنی دعوت کو وہیں سے شروع کیا جہاں سے آپ کے آباء واجداد کرام جن میں سرفہرست توحید کی طرف دعوت دینے والوں کے امام سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اور تمام انبیاء علیہم السلام نے شروع کیا تھا؟! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زمانے میں اور ہر جگہ اصلاح کا واحد راستہ عقیدے، توحید اور عبادت کو اکیلے اللہ کے لئے خاص کرنے کی دعوت ہی ہے۔

اسی لئے سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے آباء واجداد کرام کی پیروی کرتے ہوئے عقیدۂ توحید کی دعوت سے آغاز فرمایا، ان کے عقیدے پر فخر کرتے ہوئے اور مشرکین کی بیوقوفی اور اللہ کے علاوہ بتوں، گائے اور ستاروں کو رب بنانے پر تحقیر وتنقید کرتے ہوئے۔

اس واضح بیان کے بعد، اور توحید کی کھری دعوت وشرک کے رد کے بعد، آپ نے اپنی دعوت اور حجت کو اس قول سے تقویت پہنچائی کہ:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾

(نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ کا)[36]

پھر آپ نے اس حاکمیت کی تفسیر خود فرمائی کہ وہ اللہ کی توحید اور اس اکیلے کی عبادت ہے:

---

[36] یہ آیت قواعد توحید میں سے اساسی قاعدہ ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی نبی سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی ارشاد فرمایا لیکن صد افسوس کے آجکل اکثر ایسے دینی سیاسی اصلاحی داعیان نظر آئیں گے جو اس آیت کی بنیادی دلالت یعنی اللہ وحدہ لا شریک کے لئے اخلاص عبادت سے پھیر کر اپنی سیاسی دلالت یعنی اسلامی ریاست کا قیام جہاں ان کے گمان کے مطابق اللہ تعالی کی زمین پر اس کی خلافت ونیابت کے طور پر اسلامی شریعت کا نفاذ ہوگا کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اس میں اس قدر مبالغہ آرائی کی کہ لوگوں کو اس آیت کا اصل معنی تک بھلا دیا گیا اور اب اس آیت سے صرف اور صرف ان کا یہی جدید مفہوم سمجھا جاتا ہے، لاحول ولا قوۃ إلا باللہ ۔ اور یہی سلوک انہوں نے تمام یا اکثر آیات توحید کے ساتھ کیا ہے۔

﴿اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ (یوسف:40)

(اس نے حکم دیا کہ نہیں کرو عبادت مگر صرف اسی کی اور یہی سیدھا دین ہے)

اور توحید کے تعلق سے فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾(یوسف:40)

(یہی سیدھا دین ہے، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)

اور سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام اسی حکومت کے اعلیٰ منصب پر پہنچتے ہیں[37] اور آپ اللہ کی توحید کی جانب دعوت اور اپنی دعوت و نبوت پر واضح دلائل قائم کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہی امور کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ، قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴾ (یوسف:54-55)

(بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ تاکہ میں اسے اپنے لیے خاص کرلوں، پھر جب اس نے آپ سے بات کی تو کہنے لگا: بلاشبہ آج آپ ہمارے ہاں بڑی عزت و مرتبے والے اور امین ہیں۔ آپ نے کہا: مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردیں، بے شک میں مکمل حفاظت کرنے والا، اور خوب علم رکھنے والا ہوں)

پھر آپ نے اپنے مولیٰ کریم کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾(یوسف:101)

(اے میرے رب تو نے مجھے حکومت بخشی اور خواب کی تعبیر کا علم عطاء فرمایا، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، تو ہی دنیا

---

37 شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کتاب "الحسبة" (ص:7) میں فرماتے ہیں: "اسی طرح سے یوسف الصدیق علیہ الصلاۃ والسلام فرعون مصر کے نائب تھے جبکہ خود بادشاہ اور اس کی قوم مشرک تھی۔ لیکن آپ اپنے اس منصب پر رہ کر بقدر استطاعت عدل وانصاف اور امور خیر انجام دیتے اور حسب امکان انہیں صحیح ایمان وعقیدے کی دعوت بھی دیا کرتے تھے"۔

اور آخرت میں میرا کارساز ہے، مجھے مسلم ہونے کی حالت میں فوت کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملادے)

اللہ تعالیٰ آل فرعون کے ایک مومن کی زبانی آپ کی دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِى شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُم بِهِۦ حَتَّىٰٓ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ ٱللَّهُ مِنۢ بَعْدِهِۦ رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ ٱللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ﴾ (غافر:34)

(اور بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے بھی یوسف تمہارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر بھی تم شک وشبہ کرتے رہے اس میں جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے، یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم نے کہا کہ ان کے بعد اللہ کبھی کوئی رسول نہیں بھیجے گا، اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے ہر اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا اور شکّی ہو)

ان آیات کریمہ نے ہمارے سامنے سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی جو سیرت پیش کی ہے اس کی فقہ وفہم یہ ہے کہ توحید کی دعوت ایک ایسی بات ہے جس کے سوا کوئی چارہ نہیں، اور شرک ایسی برائی ہے جس کے خلاف جنگ میں کبھی کوئی نرمی اور مداہنت اختیار نہیں کرنی چاہیئے، چاہے داعی الی اللہ کے حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں، بلکہ کسی بھی مسلمان کے لیے بالکل بھی جائز نہیں کہ وہ اسے بارے میں کوئی لچک یا مداہنت کا مظاہرہ کرے۔ اس سے ہم پر عقیدہ کی اللہ تعالی اور اس کے تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے نزدیک کیا عظمت اور بلند مقام ہے واضح ہوتا ہے، اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس میں اور دین کے دیگر فروعات میں کتنا عظیم فرق اور امتیاز ہے۔

کسی مسلمان بالخصوص داعی کے لئے جائز نہیں [کہ وہ کسی ایسے عہدے جو عقیدہ میں خلل کا باعث ہو یا اس کے منافی ہو فائز ہو] کہ وہ مشرکین کے کاہنوں کی طرح کاہن بن جائے یا بتوں (مزاروں) کا مجاور وسجادہ نشین بن بیٹھے، اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا شمار گمراہ مشرکین میں ہوگا۔

البتہ تشریعی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو اگر اسلامی حکومت قائم ہوگئی ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی شریعت کو نافذ کرے، ورنہ:

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ (المائدۃ:44)

(اور جو کوئی اللہ تعالی کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

اور اس صورت میں کفر وہی ہوگا جس کی تفصیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ میں سے علماء اسلام نے کی ہے۔ وہ کفر اکبر بھی ہوسکتا ہے

اگر کوئی شخص اللہ تعالی کی شریعت کو حقیر جانے اور غیر شرعی فیصلوں کو حلال سمجھے۔ اور وہ کفر اصغر بھی ہو سکتا ہے اگر وہ اللہ تعالی کی شریعت کی تعظیم کرتا ہو اور غیر شرعی قانون کو حلال نہ سمجھتا ہو لیکن اس کی خواہش نفس اس پر غالب آجاتی ہے تو وہ اللہ تعالی کے نازل کردہ کے علاوہ فیصلہ کرتا ہے۔

اور اگر اسلامی حکومت قائم نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی کہ اس کے بس میں ہے۔ ایسی حالت میں مسلمان کسی بھی غیر مسلم حکومت کا عہدہ اس شرط پر قبول کر سکتا ہے کہ وہ عدل وانصاف پر قائم رہے گا اور اللہ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہیں کرے گا، اور اللہ کے نازل کردہ کے خلاف فیصلہ نہیں کرے گا۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے کیا، آپ نے ایک کافر بادشاہ کی نیابت کا منصب سنبھالا لیکن اس کی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں فرماتے تھے:

﴿مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ﴾ (یوسف:76)

(آپ اپنے بھائی کو بادشاہ کے دین (قانون) کی رو سے رکھ نہیں سکتے تھے)

اور آپ رعایا کے درمیان عدل وانصاف فرماتے اور انہیں توحید کے دعوت دیتے رہے۔

اس میں ان لوگوں کی زبردست تردید ہے جو عقیدۂ توحید کو ہیچ سمجھتے ہیں، اور اس شرک کے معاملے میں چاپلوسی سے کام لیتے ہیں جس سے پوری دنیا بھری پڑی ہے۔ توحید کے مبلغین اور شرک کے دشمنوں کو نظر حقارت سے دیکھتے اور توحید کے مبلغین کے معیار پر اترنے سے چڑتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ سیاست میں بڑے ہوشیار ہوتے ہیں لیکن ان کے دل اور کانوں پر یہ بات بڑی ہی گراں گذرتی ہے کہ وہ توحید یا شرک سے متعلق کچھ سنیں یا کہیں۔

بلاشبہ ایسے داعیان اپنے آپ کو گہری کھائی میں پہنچا کر بھی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم اعلیٰ ترین چوٹی پر پہنچ چکے ہیں۔

کیا ایسی قوم کبھی کامیاب ہو سکتی ہے جن کا مؤقف انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کے تعلق سے ایسا ہو! الا یہ کہ وہ اپنے اس منہج سے اللہ تعالی کے حضور سچی توبہ کریں۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی دعوتِ توحید

قوی اور امین سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام آپ کے دعوت بھی توحید پر ہی مرکوز تھی اور اپنے دامن میں ہدایت اور حکمت کا نور سمیٹے ہوئی تھی۔

آپ نے دنیا کے سب سے بڑے طاغوت اور خدائی کے دعویدار متکبر حکمران فرعون کے محل میں پرورش پائی اور فساد وکفر و

سرکشی اور ظلم و ستم واستبداد کے وہ مناظر دیکھے اور جانے جن کا تصور واحتمال ہی مشکل ہے، آپ نے اپنی قوم بنی اسرائیل پر ذلت و پستی، ظلم و ستم اور لوگوں کے سامنے رسوائی اور بچوں کے قتل کے وہ مناظر دیکھے کہ انسانیت جن مظالم کو جانتی تھی وہ ان سب سے بڑھ کر تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ یَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ (القصص:4)

(بے شک فرعون نے زمین پر سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں کے لوگوں کے گروہ بنا رکھے تھے، ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا، ان کے لڑکوں کو ذبح کر دیتا تھا، اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا، بے شک وہ مفسدوں میں تھا)

بے شک قومِ فرعون مشرک واوثان پرست تھی۔

کیاسیدناموسیٰ علیہ السلام نے اس قوم کے عقیدے کی اصلاح سے اپنی دعوت کا آغاز کیا یا بنو اسرائیل کے حقوق کے مطالبے، اسلامی سلطنت کے قیام کی سنجیدہ جدوجہد، ظالموں اور سرکشوں سے حکومت کی باگ ڈور چھین لینے اور بالخصوص فرعون جیسے سرکش خدائی کے دعویدار کے خلاف میدانِ جنگ میں قدم رکھنے کے اعلان سے اپنی دعوت کا آغاز کیا؟

جواب یہی ہے کہ آپ کی دعوت بھی اپنے سے پہلے آباء وبرادران انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کی طرح تھی۔ آپ کے رب نے آپ کو توحید کی تلقین اور اپنی رسالت اور عبادت کی ادائیگی کے لئے چن لیا تھا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰى. اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى. فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى. اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى. وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى. اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ. اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى﴾ (طہ:9-15)

(کیا تمہیں موسیٰ کی خبر پہنچی، جب انہوں نے ایک آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا: ذرا ٹھہرو! مجھے آگ دکھائی دے رہی ہے، شاید کہ میں تمہارے لئے کوئی انگارہ لے آؤں، یا آگ کے پاس راستے کی اطلاع پاؤں، جب وہاں پہنچے تو پکارا گیا: اے موسیٰ! بے شک میں ہی آپ کا رب ہوں، اپنی جوتیاں اتار دیں، بے شک آپ مقدس وادی طویٰ میں ہیں۔ میں نے آپ کو چن لیا ہے، اب

آپ کی طرف جو کچھ وحی کی جائے اسے بغور سنیں، بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں آپ میری ہی عبادت کریں اور میری یاد کے لئے نماز قائم کریں، یقیناً قیامت آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کے مطابق بدلہ پائے)

اس طرح سے آپ کو رسالت کے آغاز ہی میں عقیدۂ توحید بتلایا گیا اور شخصی طور پر آپ کو مکلف کیا گیا کہ اسے دل میں اچھی طرح بٹھالیں، اور اپنے زندگی میں اس پر عمل پیرا رہیں۔

پھر آپ کو اسی اسی بنیادی و عظیم دعوت کا مکلف بنایا گیا پس آپ کو فرعون کی طرف بھیجا گیا، ساتھ ہی اللہ تعالی نے آپ کو دعوت کے طریقے اور اس کے اس پر حکمت اسلوب کی بھی وضاحت فرمائی جس سے آپ نے فرعون کا سامنا کیا۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى، فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى، وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى﴾ (النازعات:17-19)

(آپ فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے، اور اس سے کہیں کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تاکہ تیرے اندر اس کا خوف پیدا ہو)

پھر آپ کے (بڑے) بھائی سیدنا ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کو نبوت عطاء کر کے آپ کے ہاتھوں کو مضبوط کیا گیا تاکہ اچھی طرح حجت قائم کی جا سکے، پھر دونوں کو دعوت الی اللہ میں شفقت و نرمی کی تعلیم دی گئی کیوں کہ بلاشبہ یہ اس شخص کی ہدایت کا قریب ترین وسیلہ ہے جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى، فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ (طٰہ:43-44)

(آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے بڑی سرکشی کی ہے، اسے نرمی سے سمجھائیں شاید کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے)

پس آپ دونوں نے اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے، فرعون کی ہدایت اور درستگی کی امید کرتے ہوئے اس کو اللہ تعالی کی طرف بلایا تاکہ وہ اللہ سے ڈر جائے اور ظلم و شرک کے بھیانک انجام سے بچ جائے۔ لیکن فرعون نے آپ دونوں کی نرم اور حکمت سے بھرپور دعوت کو رد کر دیا، سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی نبوت اور سچی رسالت کی بڑی بڑی نشانیاں پیش کیں لیکن اس سرکش کی سرکشی اور جھٹلانا زیادہ ہی ہوتا چلا گیا:

﴿فَكَذَّبَ وَعَصٰى، ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى، فَحَشَرَ فَنَادٰى، فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى، فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى﴾

(النازعات:21-25)

(تو اس نے جھٹلا دیا اور نافرمانی کی۔ پھر واپس پلٹا، دوڑ بھاگ کرتا ہوا۔ پھر اس نے جمع کیا (سب کو)، پس پکارا۔ تو اس نے کہا میں تمہارا سب سے بڑا و اعلیٰ رب ہوں۔ تو اللہ نے بھی اسے آخرت اور دنیا کے عبرتناک عذاب میں پکڑ لیا)

فرعونی ناانصافی اور طغیان کے مقابل سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا صبر جمیل اور تحمل پر مبنی موٴقف

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۭ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَاۗءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ﴾ (الأعراف:127)

(قوم فرعون کے سرداروں نے کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد مچاتے پھریں اور تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑ رکھیں؟ (فرعون نے) کہا: ہم ابھی ان کے بیٹوں کو قتل کرائیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے، ہم کو ان پر ہر طرح کا زور اور غلبہ حاصل ہے)

آخر سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور آپ کی قوم کا ان مجرمین کی نظر میں قصور کیا تھا؟!! سوائے اس کے کوئی قصور نہیں تھا کہ دعوت الہی کی دعوت، اس پر ثابت قدمی اور فرعون اور اس کے بنائے گئے معبودات کا انکار۔

پھر سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا موٴقف ان انسانیت سوز اور درندگی کی حد سے بھی ماوراء سزاؤں کے مقابل کیا تھا؟!

بلاشبہ بس یہی کہ عقیدۂ توحید پر قائم رہا جائے، صبر جمیل سے کام لیا جائے اور ان مصائب کے مقابلے کے لئے اللہ تعالی سے مدد طلب کی جائے، پھر اس صبر اور ثابت قدمی کے نتیجے میں انجام بخیر اور نصرت الہی کے قابل ستائش ثمرات کا انتظار کیا جائے:

﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (الأعراف:128)

(موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو وہ چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے، اور آخری کامیابی انہیں کی ہوتی ہے جو متقی ہوتے ہیں)

جب فرعون اور اس کی قوم کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہیں رہی بلکہ بنو اسرائیل پر اور مصائب بڑھائے گئے ایسے عالم میں

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے صرف یہی ایک مطالبہ کیا کہ وہ بنو اسرائیل کو مصر سے نکلنے اور ہجرت کرنے کی آزادی دے، تاکہ وہ اس تعذیب و غنڈہ گردی سے بچنے کے لئے جہاں اللہ تعالی چاہے وہاں چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۖ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكَ ۖ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ﴾ (طہ:47)

(تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کے پیغمبر ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لئے چھوڑ دے اور انہیں سزائیں نہ دے، ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں، اور سلامتی ہے اس کے لئے جو ہدایت کی پیروی کرے)

بے شک یہ توحید الہی کی جانب نہایت اعلیٰ پایے کی دعوت ہے، جس میں نور اور حکمت ہے، جس میں جو دعوت کے مخاطب ہیں ان کی ہدایت اور ان کے گناہوں سے پاک ہونے کی شدید تمنا ہے، اس میں اذیت اور ظلم وزیادتی کو برداشت کرنے کے لیے اعلیٰ ترین اقسام کے صبر کو بروئے کار لایا جاتا ہے، اس میں کٹھن ترین مواقع کا حکمت و صبر سے معالجہ کرنے، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے مومنوں کی مدد اور ظالموں کی ہلاکت کی پر زور امید رکھنا ہے، اور اس میں دروس و عبرت ہیں ان مبلغین کے لئے جو اپنی دعوت سے محض اللہ تعالی کا چہرہ اور اس کی رضا چاہتے ہیں، اور انسانوں کی اصلاح کر کے انہیں اللہ تعالی سے جوڑتے اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ توحید

سب سے پہلے توحید کی دعوت اور شرک کا رد قرآن وسنت سے

آپ سید الانبیاء وخاتم المرسلین سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ تمام شریعتوں میں سب سے افضل، شامل ترین واکمل شریعت کے حامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، بشیر و نذیر (خوشخبری دینے والا، خبر دار کرنے والا)، اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور سراجِ منیر (چمکتا چراغ) بنا کر روانہ فرمایا۔ آپ نے کوئی ایسی بھلائی نہ چھوڑی جو امت کو نہ بتلائی ہو اور نہ کوئی ایسی برائی چھوڑی جس سے امت کو نہ ڈرایا ہو۔

اس عظیم پیغمبر نے اپنی دعوت کا آغاز اسلام کی بنیادوں میں سے کس چیز سے کیا؟ اور کہاں سے آپکی دعوت کا آغاز ہوا؟

بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی دعوت کا آغاز وہیں سے کیا جہاں سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی دعوت کی ابتداء کی تھی، یعنی عقیدۂ

توحید، اکیلے اللہ کے لیے عبادت میں اخلاص اپنانے کی دعوت، اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دعوت۔ کیا آپ ﷺ یا کسی اور پیغمبر کے تعلق سے یہ تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس عظیم اصول اور تمام رسالتوں کے اصولوں میں سے سب سے بڑے اصول سے ہٹ کر کسی دوسری چیز سے اپنی دعوت کا آغاز کریں گے۔

لہذا یقیناً رسول اللہ ﷺ نے اسی اصل وبنیاد سے شروع فرمایا، چناچہ وہ پہلی آواز جو آپ ﷺ کی قوم کے کانوں سے ٹکرائی وہ یہ تھی:

”قُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ“[38]

(کہہ دو! اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں)۔

یہ سنتے ہی متکبرین بلبلا اٹھے کہ:

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ، وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ﴾ (ص:5-6)

(کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ بس ایک معبود بنا ڈالا، واقعی یہ تعجب انگیز بات ہے، ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلتے بنو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، یقیناً اس بات میں کوئی غرض شامل ہے)

آپ اسی بلند وبالا اصول اور اعلیٰ ترین مقصد کی طرف اپنی رسالت کے تیرہ سال پر محیط مکی دور میں برابر دعوت دیتے رہے، نہ کبھی تھکتے اور نہ کبھی بیزار ہوتے، اسی اصول کے نشر کرنے کی راہ میں مختلف انواع واقسام کے مصائب جھیلے اور صبر فرماتے رہے۔ آپ پر دیگر شرعی احکام اور ارکان اسلام میں سے کچھ فرض نہیں کیا گیا تھا سوائے نماز کے وہ بھی رسالت کے دسویں سال۔ البتہ چند اخلاقی احکام بھی ہوا کرتے تھے جن کا آپ اپنی قوم کو حکم دیتے تھے جیسے صلہ رحمی، پاک دامنی، سچائی وغیرہ۔ لیکن دعوت کا محور اور اصل اختلاف اور جھگڑے کا موضوع یہی اصل عظیم تھی۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اسی اصلِ عظیم کو قائم کرنے کا اس نبیٔ کریم ﷺ کو خصوصی طور پر مکلف بنایا کہ وہ اس اصل عظیم کو لے کر کھڑے ہوں۔

---

[38] مسند احمد 15695 الصحیح المسند للوادعی 516۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ. اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ (الزمر:2-3)

(بے شک ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف برحق نازل کیا ہے، لہٰذا آپ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں دین کو اسی کے لئے خاص کرتے ہوئے، خبر دار! دین خالص اللہ ہی کا ہے، اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (وہ یہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ تک ہماری قربت ورسائی کرا دیں گے، بے شک اللہ خود ان کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ فرمادے گا جس کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو راہِ راست نہیں دکھاتا جو جھوٹا اور بہت ناشکرا ہو)

نیز ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ. وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ. قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ. قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ﴾ (الزمر:11-14)

(کہہ دیجئے کہ بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی ہی عبادت کروں دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار بن جاؤں، کہہ دیجئے بے شک مجھے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا خوف لگتا ہے، کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ کی ہی عبادت کروں گا اس کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے)

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (الانعام:162-163)

(کہہ دیجئے! میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، جو سارے جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھ کو اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں فرمانبرداروں میں سب سے پہلا ہوں)

ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ ساری انسانیت کو اس بنیاد واصل کو اپنانے اور اسی کے ذریعے سرفراز ہونے کی دعوت دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ:21-22)

(اے لوگوں! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچ سکو، جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، (خبردار) جانتے بوجھتے اللہ کے برابر والے نہ ٹھہراؤ)

ارشاد فرمایا:

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرۃ:163)

(اور تم سب کا معبود، ایک ہی معبود ہے، اس کے سواء کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے)

اور فرمایا:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَۨا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (الاعراف:158)

(کہہ دیجئے، اے لوگو! میں تم تمام کی طرف اس اللہ کا پیغمبر ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمّی پر جو کہ اللہ پر اور اس کے احکام پر یقین رکھتے ہیں، اور اس کی اتباع کرو تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ)

اس موضوع پر کئی آیات ہیں جن میں سے چند ہی ہم نے پیش کیں تاکہ توحید کی دعوت کے تعلق سے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے منہج کی مثال بیان ہو سکے۔

جہاں تک سنت کی بات ہے تو اس میں بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہو گا کہ آپ ﷺ کی دعوت کا آغاز بھی توحید سے ہوا اور اختتام بھی توحید پر ہوا، اور ان کے درمیان بھی آپ ﷺ نے زندگی بھر اس کو جاری رکھا۔

1-سیدنا عمرو بن عبسہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا:

"كُنْتُ وَأَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلَى ضَلَالَةٍ، وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ، فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا، فَقَعَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُسْتَخْفِيًا جُرَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ، فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْتَ، قَالَ: أَنَا نَبِيٌّ، فَقُلْتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ: أَرْسَلَنِي اللهُ، فَقُلْتُ: وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ: أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ، وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ، قُلْتُ لَهُ: فَمَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا؟ قَالَ: حُرٌّ وَعَبْدٌ، قَالَ: وَمَعَهُ يَوْمَئِذٍ أَبُو بَكْرٍ، وَبِلَالٌ مِمَّنْ آمَنَ بِهِ"[39]

(میں زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کو گمراہ تصور کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ کسی حقیقت پر نہیں ہیں، اور لوگ اوثان کی پرستش کرتے تھے، میں نے مکہ کے ایک آدمی کے متعلق سنا کہ وہ مختلف خبریں دیتا ہے۔ میں سوار ہو کہ مکہ آیا، اس وقت سیدنا محمد ﷺ چھپ چھپ کر دین کی دعوت دے رہے تھے اور آپ کی قوم آپ کے خلاف ہو گئی تھی، میں چھپ کر آپ کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گیا، میں نے آپ سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں اللہ کا نبی ہوں، میں نے کہا: نبی کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالی نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے سوال کیا: کن چیزوں کا حکم دے کر بھیجا ہے؟ فرمایا: مجھے صلہ رحمی، اوثان کو توڑنے، اللہ کی توحید اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دے کر بھیجا ہے۔ میں نے کہا: اس دعوت میں آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا: ایک آزاد اور ایک غلام۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ پر ایمان لانے والوں میں (آزاد) سیدنا ابو بکر صدیق اور (غلام) سیدنا بلال رضی اللہ عنہما شامل تھے)۔

2- جس وقت عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ المخزومی مشرکین مکہ کی جانب سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں پہنچے اور انہوں نے نجاشی کو ان مسلمانوں کے خلاف اکساتے ہوئے کہا تھا ہجرت کر کے حبشہ میں پناہ لینے پر مجبور پر ہو گئے تھے:

"أَيُّهَا الْمَلِكُ، إِنَّهُ قَدْ صَبَا إِلَى بَلَدِكَ مِنَّا غِلْمَانٌ سُفَهَاءُ، فَارَقُوا دِينَ قَوْمِهِمْ، وَلَمْ يَدْخُلُوا فِي دِينِكَ، وَجَاءُوا بِدِينٍ مُبْتَدَعٍ لَا نَعْرِفُهُ نَحْنُ، وَلَا أَنْتَ ... فسألهم النجاشي، فقال: مَا هَذَا الدِّينُ الَّذِي فَارَقْتُمْ فِيهِ قَوْمَكُمْ، وَلَمْ تَدْخُلُوا فِي دِينِي، وَلَا فِي دِينِ أَحَدٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمَمِ؟!!! فَكَانَ الَّذِي كَلَّمَهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ لَهُ: أَيُّهَا

---

[39] أخرجه مسلم (569/1)، 6- كتاب صلاة المسافرين، 52- باب إسلام عمرو بن عبسة، حديث (294)، وأحمد في المسند (112/4).

الْمَلِكُ، كُنَّا قَوْمًا أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ، نَعْبُدُ الْأَصْنَامَ، وَنَأْكُلُ الْمَيْتَةَ، وَنَأْتِي الْفَوَاحِشَ، وَنَقْطَعُ الْأَرْحَامَ، وَنُسِيءُ الْجِوَارَ، يَأْكُلُ الْقَوِيُّ مِنَّا الضَّعِيفَ، فَكُنَّا عَلَى ذَلِكَ حَتَّى بَعَثَ اللهُ إِلَيْنَا رَسُولًا مِنَّا نَعْرِفُ نَسَبَهُ وَصِدْقَهُ وَأَمَانَتَهُ وَعَفَافَهُ، فَدَعَانَا إِلَى اللهِ لِنُوَحِّدَهُ وَنَعْبُدَهُ، وَنَخْلَعَ مَا كُنَّا نَعْبُدُ وَآبَاؤُنَا مِنْ دُونِهِ مِنَ الْحِجَارَةِ وَالْأَوْثَانِ، وَأَمَرَنَا بِصِدْقِ الْحَدِيثِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَصِلَةِ الرَّحِمِ وَحُسْنِ الْجِوَارِ وَالْكَفِّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالدِّمَاءِ، وَنَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ، وَقَوْلِ الزُّورِ وَأَكْلِ مَالَ الْيَتِيمِ وَقَذْفِ الْمُحْصَنَةِ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَعْبُدَ اللهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا... قَالَ: فَعَدَّدَ عَلَيْهِ أُمُورَ الْإِسْلَامِ، فَصَدَّقْنَاهُ وَآمَنَّا بِهِ وَاتَّبَعْنَاهُ عَلَى مَا جَاءَ بِهِ، فَعَبَدْنَا اللهَ وَحْدَهُ فَلَمْ نُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا، وَحَرَّمْنَا مَا حَرَّمَ عَلَيْنَا وَأَحْلَلْنَا مَا أَحَلَّ لَنَا، فَعَدَا عَلَيْنَا قَوْمُنَا فَعَذَّبُونَا وَفَتَنُونَا عَنْ دِينِنَا لِيَرُدُّونَا إِلَى عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ مِنْ عِبَادَةِ اللهِ، وَأَنْ نَسْتَحِلَّ مَا كُنَّا نَسْتَحِلُّ مِنَ الْخَبَائِثِ، فَلَمَّا قَهَرُونَا وَظَلَمُونَا وَشَقُّوا عَلَيْنَا وَحَالُوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ دِينِنَا، خَرَجْنَا إِلَى بَلَدِكَ وَاخْتَرْنَاكَ عَلَى مَنْ سِوَاكَ وَرَغِبْنَا فِي جِوَارِكَ، وَرَجَوْنَا أَنْ لَا نُظْلَمَ عِنْدَكَ...»[40]

(اے بادشاہ! آپ کے ملک میں کچھ نا سمجھ نوجوان بھاگ کر آئے ہیں، انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے، لیکن آپ کے بھی دین میں داخل نہیں ہوئے، بلکہ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ، نجاشی نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ: وہ کونسا دین ہے جس کے لئے تم نے اپنی قوم کو چھوڑا، نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ہی دوسری قوموں کے دین میں؟ مسلمانوں کے ترجمان سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں مبتلا تھی، ہم بتوں کو پوجتے، مردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، رشتہ داروں سے تعلق توڑتے اور ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے، اور ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا رہا تھا، ہم ایسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا جس کے اعلیٰ نسب ہونے، سچائی، امانت داری اور پاک دامنی سے ہم اچھی طرح واقف تھے، اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم اللہ کی وحدانیت پر ایمان لائیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے علاوہ جن پتھروں اور اوثان (بت، قبر، مزاروں) کی ہمارے باپ دادا عبادت

---

[40] امام احمد (202/1)،(290/5) کہتے ہیں کہ ہمیں یعقوب یعنی ابن ابراہیم ابن سعد الزہری (ثقہ) نے بیان کیا، میرے والد کہتے ہیں انہیں محمد بن اسحاق نے مجھے محمد بن مسلم بن عبید اللہ ابن شہاب نے انہوں نے ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام المخزومی عن ام سلمہ بنت ابی امیہ (یعنی ام المومنین رضی اللہ عنہا) سے، اور یہ سند صحیح ہے سوائے محمد بن اسحاق کے لیکن انہوں نے بھی تحدیث کی تصریح فرمادی ہے پس ان کی حدیث حسن ہے۔

کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے امانت ادا کرنے، رشتے ناطے جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری وخونریزی سے باز رہنے کا حکم دیااور فواحش میں ملوث ہونے جھوٹ بولنے یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا،اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کے احکامِ اسلام گنائے پھر کہا: ہم نے اس پیغمبر کو سچا مانا اس پر ایمان لائے اور اس کے لائے ہوئے دین کی پیروی کی، چنانچہ ہم نے صرف اللہ تعالی کی عبادت کی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، اور جن باتوں کو اس پیغمبر نے حرام بتایا انہیں حرام مانا، اور جن کو حلال بتایا انہیں حلال جانا اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی اس نے ہم پر ظلم وستم کیا اور ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کے لئے آزمائشوں اور سزائوں سے دوچار کیا تا کہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت واوثان پرستی کی طرف پلٹ جائیں اور جن گندی چیزوں کو ہم حرام سمجھتے ہیں انہیں حلال سمجھنے لگیں۔ جب انہوں نے ہم پر بہت قہر ، ظلم کیا زمین تنگ کر دی اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان روک بن کر کھڑے ہوگئے تو ہم نے دوسروں پر آپ کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کے ملک کی راہ لی اور آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا، اس امید سے کہ اے بادشاہ آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا)۔

3- ہرقل (روم کے بادشاہ) نے صلح حدیبیہ کے وقفے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) سے پوچھا:

"مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟" (وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟) ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا: "اعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ وَلاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلاَةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ"[41]

(وہ کہتے ہیں: کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں)۔

یہ تمام احادیث ہم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی ومدنی زندگی کی دعوت کو واضح کرتی ہیں۔

عقیدۂ توحید "لا الہ الا اللہ" کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر مصائب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عقیدۂ توحید، ایک اللہ کی عبادت کو مضبوطی سے تھام لینے اور شرک وکفر کو اٹھا پھینکنے کی وجہ

---

[41] أخرجه البخاري 1- كتاب بدء الوحي، باب 7، حديث (6) یہ طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔

سے بے پناہ مصائب کا شکار ہونا پڑا۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:

”أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ الإِسْلامَ سَبْعَةٌ: رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَبُوبَكْرٍ، وَعَمَّارٌ، وَأُمُّهُ سُمَيَّةُ، وَصُهَيْبٌ، وَبِلالٌ، وَالْمِقْدَادُ، فَأَمَّا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَنَعَهُ اللهُ تَعَالَى بِعَمِّهِ أَبِي طَالِبٍ، وَأَمَّا أَبُوبَكْرٍ فَمَنَعَهُ اللهُ بِقَوْمِهِ، وَأَمَّا سَائِرُهُمْ فَأَخَذَهُمُ الْمُشْرِكُونَ وَأَلْبَسُوهُمْ أَدْرُعَ الْحَدِيدِ، ثُمَّ صَهَرُوهُمْ فِي الشَّمْسِ، فَمَا مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلا وَأَتَاهُمْ عَلَى مَا أَرَادُوا إِلا بِلَالاً، فَإِنَّهُ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِي اللهِ، وَهَانَ عَلَى قَوْمِهِ فَأَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ فَجَعَلُوا يَطُوفُونَ بِهِ فِي شِعَابِ مَكَّةَ، وَهُوَ يَقُولُ: أَحَدٌ أَحَدٌ“[42]

(سب سے پہلے سات اشخاص نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا: 1-محمد صلی اللہ علیہ وسلم، 2-ابو بکر، 3-عمار، 4-سمیہ (عمار کی والدہ)، 5-صہیب، 6-بلال، 7-مقداد رضی اللہ عنہم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کی وجہ سے محفوظ رکھا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کی قوم کے سبب سے محفوظ رکھا۔ باقی تمام کو مشرکین نے پکڑ لیا اور چلچلاتی دھوپ میں لوہے کی زرہیں پہنا کر ڈال دیتے، ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس نے مشرکین کا کہنا مانا ہو سوائے بلال رضی اللہ عنہ کے، بے شک ان کی جان اللہ تعالی کی خاطر ان پر ذلیل کر دی گئی اور وہ اپنی قوم میں ذلیل کئے گئے، ان کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا وہ ان کو مکہ کے گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرتے اور وہ برابر کہتے رہے: اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے)۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ امیہ بن خلف گرمی کے دنوں میں سخت دھوپ کے وقت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو تپتے ہوئے میدان میں پیٹھ کے بل گرادیتا، پھر حکم دیتا تو آپ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ایک بھاری چٹان رکھ دی جاتی، اور کہتا: اللہ کی قسم! تجھے یا تو اسی طرح مرنا ہوگا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے لات و عزیٰ کی عبادت کرنی ہوگی، اس کڑی آزمائش کے عالم میں بھی آپ کی زبان سے ”أحد أحد“ نکلتا رہتا، یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے[43]۔

سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو عقیدۂ توحید کے اقرار کی وجہ سے زندگی کی آخری ہچکی تک زدو کوب کیا گیا، نا کہ اس لیے کہ آپ کوئی سیاسی لیڈر

---

[42] أخرجه الحاكم في المستدرك (248/3)، وصححه وذكره الذهبي في سير أعلام النبلاء (348/1)، وقال: وله إسناد صحيح. وانظر في الإستيعاب (145/1-146)، والحلية لأبي نعيم (149/1).

[43] (318/1).

تھیں۔

مجاہد رحمۃ اللہ سے روایت ہے فرمایا:

"اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونے والی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں، ابو جہل نے ان کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا"[44]۔

ابن سعد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"وہ مکہ میں پہلے پہل ایمان لانے والوں میں سے ایک تھیں اور ان لوگوں میں سے ایک تھیں جنہیں اللہ تعالی کے لئے اذیتیں دی گئیں تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں، لیکن آپ نے نہایت صبر سے ان کا سامنا کیا، یہاں تک کہ ایک دن ابو جہل ان پر سے گذرا اور نیزہ اٹھا کر ان کی شرمگاہ میں مارا اور آپ کی موت واقع ہو گئی"[45]۔

مدنی دور میں توحید کا اہتمام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مدینہ ہجرت کرنے اور انصار و مہاجرین کے کندھوں پر توحید کے سائے تلے اسلامی ریاست کے قائم ہونے کے بعد بھی توحید کا اہتمام پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا، توحید کی اہمیت پر قرآنی آیتیں مسلسل نازل ہوتی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اسی بنیادی نکتے پر گردش کرتی رہیں۔

1- توحید کے اس قدر اہتمام کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقتاً فوقتاً جب کبھی فرصت پاتے تو جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے توحید کی بیعت لیتے تھے دیگر لوگوں کی تو بات ہی کیا، ارشاد ربانی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾(الممتحنة:12)

(اے نبی! جب آپ کے پاس مومن عورتیں ان باتوں پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی،

---

[44] الطبقات لابن سعد (8/264-265)، قال: أخبرني إسماعيل بن عمر أبو المنذر، حدثنا سفيان الثوري عن منصور عن مجاهد قال: ... فذكره، وهو إسناد صحيح إلى مجاهد.

[45] الطبقات لابن سعد (8/264).

چوری نہیں کریں گی، زناکاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اور کوئی ایسا بہتان نہیں باندھیں گی جسے خود اپنے ہاتھ پیر کے آگے سے گھڑا ہو (یعنی اپنے شوہروں کی طرف ان کی اولاد کے علاوہ کسی کو منسوب نہ کریں)، اور کسی نیک کام میں آپ کی حکم عدولی نہیں کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیا کریں اور ان کے لئے بخشش طلب کریں، بے شک اللہ تعالی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے)

یہ آیتیں اگرچہ عورتوں کی بیعت سے متعلق ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ انہی باتوں پر مردوں سے بھی بیعت لیا کرتے تھے:

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس میں تو فرمایا:

"تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي أُخِذَتْ عَلَى النِّسَاءِ: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ﴾، فَمَنْ وَفَّى مِنْكُمْ، فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَعُوقِبَ بِهِ، فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَسَتَرَهُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَيْهِ، فَهُوَ إِلَى اللهِ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ، وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ"[46]

(مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری اور زناکاری نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے (سورۃ ممتحنہ کی آیت "إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ" میں عورتوں سے جن جن باتوں پر بیعت لینے کا حکم دیا گیا تھا آپ نے مردوں سے انہیں باتوں پر بیعت لی) پھر فرمایا: جس نے اس بیعت کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ پر ہے، جو ان گناہوں کا مرتکب ہوا (سوائے شرک کے) اور دنیا میں ہی سزا دیا گیا، یہ سزا اس کے لئے کفارہ بن جائے گی، اور جو ان کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالی نے اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیا، اس کا معاملہ آخرت میں اللہ تعالی کے سپرد ہے، چاہے تو اس کو بخشے یا عذاب دے)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے کئی ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس آیت کے مضمون کی بیعت عورتوں سے لیا کرتے تھے۔

---

[46] رواه البخاري 2- كتاب الإيمان، باب (11)، حديث (18)، 63- كتاب مناقب الأنصار، 43- باب وفود الأنصار، حديث (3892)، ومسلم 29- كتاب الحدود، 10- باب الحدود كفارات لأهلها، حديث (41-44)، والنسائي (128/7).

اس سلسلے میں آپ نے سیدہ عائشہ[47]، امیمہ بنت رقیقہ[48]، ام عطیہ[49]، سلمیٰ بنت قیس[50] (جو رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں) رائطہ بنت سفیان الخزاعیہ[51] رضی اللہ عنہن کی روایات کو ذکر کرکے فرمایا کہ:

''آپ ﷺ عورتوں سے ان باتوں کی پابندی کی بیعت لیتے تھے''۔

پھر آپ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما[52] کی روایت اور دیگر احادیث کو بیان کیا۔

میں کہتا ہوں کہ: اسی طرح سے آپ ﷺ انہی باتوں پر مردوں سے بھی عہد لیا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے۔

انہی میں سے ایک حدیث سیدنا عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

''كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ تِسْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ سَبْعَةً، فَقَالَ: أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ ؟، وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ، فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ! ثُمَّ قَالَ: أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ الله ؟، فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ! ثُمَّ قَالَ: أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ؟، قَالَ: فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا، وَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ؟! قَالَ: عَلَى أَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ

---

47 رواه البخاري 65- كتاب التفسير: تفسير سورة الممتحنة، 2- باب {إذا جاءك المؤمنات مهاجرات}، حديث (4891)، وابن ماجة (959/2)، 24- كتاب الجهاد، 43- باب بيعة النساء، حديث (2874).

48 رواه أحمد في المسند (357/6)، والنسائي كتاب البيعة، باب بيعة النساء، (134/7).

49 أخرجه البخاري 65- كتاب التفسير: تفسير سورة الممتحنة، 3- باب { إذا جاءك المؤمنات يبايعنك}، حديث (4892)، ومسلم كتاب الجنائز ، (238/6) شرح النووي.

50 مسند أحمد (379/6-380 ، 422-423) وفي إسناده سليط بن أيوب قال الحافظ: مقبول، وقال الذهبي في ((الكاشف)) (388/1): وثّق. فهو حسن لشواهده.

51 مسند أحمد (365/6).

52 في البخاري 65- كتاب التفسير 3- باب { إذا جاءك المؤمنات يبايعنك}، حديث (4895)، ومسلم 8- كتاب صلاة العيدين 8- باب صلاة العيدين، حديث (1)، اور یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں ہے کہ فرمایا: آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی {يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئاً} (اے نبی جب مومن عورتیں آپ کے پاس بیعت کرنے کو آئیں اس بات پر کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی) یہاں تک کے اس کی تلاوت سے فارغ ہوئے، پھر فرمایا: کیا تم ان باتوں پر بیعت کرتی ہو؟ تو ان میں سے ایک عورت نے (سب کی طرف سے) کہا: جی ہاں! اے اللہ کے نبی ﷺ۔۔۔)۔

شَيْئًا، وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَتُطِيعُوا (وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً) وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا، فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُولَئِكَ النَّفَرِ، يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ، فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا يُنَاوِلُهُ إِيَّاهُ"[53]

(ہم نو، آٹھ یا سات آدمی اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک میں تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرو گے ؟ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم تو بیعت کر چکے ہیں، پھر آپ نے دوبارہ فرمایا: اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے ؟ ہم نے پھر کہا کہ ہم تو بیعت کر چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر تیسری بار فرمایا: کیا اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرو گے ؟ پس ہم نے اپنے ہاتھ بڑھا دیئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ سے بیعت کر چکے ہیں تو پھر کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بات پر کہ اللہ تعالی کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے، پانچ وقت کی نماز ادا کرو گے اور (اپنے حاکموں کی) اطاعت کرو گے اور ایک بات آپ نے نہایت آہستگی سے ارشاد فرمائی: اور لوگوں کے آگے کبھی دست سوال دراز نہیں کرو گے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے صحابہ کے اس گروہ (جنہوں نے بیعت کی تھی) کے بعض لوگوں کو دیکھا کہ اگر ان کا چابک بھی زمین پر گر جاتا تو کسی کو اٹھا کر دینے کے لئے نہیں کہتے تھے)۔

2- آپ ﷺ اپنے داعیان، مبلغوں معلموں، قاضیوں اور گورنروں کو مختلف ممالک کے بادشاہوں اور جابروں کے پاس توحید کی دعوت دے کر بھیجتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے خادم سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

"أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَإِلَى قَيْصَرَ وَإِلَى النَّجَاشِيِّ وَإِلَى كُلِّ جَبَّارٍ، يَدْعُوهُمْ إِلَى اللهِ تَعَالَى، وَلَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ"[54]

---

[53] أخرجه مسلم 12- كتاب الزكاة، 35- باب المسألة للناس، حديث (108)، وأبوداود 3- كتاب الزكاة، 72- باب كراهية المسألة، حديث (1642)، وأحمد (27/6)، والنسائي (186/1)، وابن ماجة 24- كتاب الجهاد 41- باب البيعة، حديث (2867).

[54] أخرجه مسلم (1397/3)، 32-كتاب الجهاد، 27- باب كتب النبي -ﷺ- إلى ملوك الكفار يدعوهم إلى الله عز وجل، حديث (75)، والترمذي 43- كتاب الاستئذان 23- باب في مكاتبة المشركين، حديث (2716)، من حديث أنس، وأحمد (336/3)، من حديث جابر بلفظ: ((وكتب رسول الله -ﷺ- قبل أن يموت بخمس إلى كسرى وقيصر وإلى كل جبار)) (آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ (برس) پہلے کسریٰ وقیصر اور تمام جابر بادشاہوں کے نام خطوط روانہ کیئے)۔

(بے شک اللہ کے نبی ﷺ نے کسریٰ[55]، قیصر، نجاشی اور ہر جابر حکمران کو خط لکھ کر اللہ تعالی کی طرف بلایا، یہاں نجاشی سے مراد وہ نجاشی (سیدنا اصحمہ رضی اللہ عنہ) نہیں جن کی نمازِ جنازہ غائبانہ آپ ﷺ نے ادا فرمائی تھی)۔

آپ ﷺ نے قیصر کی جانب جو خط روانہ کیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کے ذریعے آپ ﷺ کا مقصد توحید کی دعوت دینی تھی، جو مندرجہ ذیل الفاظ پر مشتمل تھا:

"بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمَنِ الرَّحِیمِ، مِنۡ مُحَمَّدٍ عَبۡدِ اللہِ وَرَسُولِہِ إِلَی هِرَقۡلَ عَظِیمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلَی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدَی، أَمَّا بَعۡدُ، فَإِنِّي أَدۡعُوكَ بِدِعَايَةِ الۡإِسۡلَامِ أَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ يُؤۡتِكَ اللہُ أَجۡرَكَ مَرَّتَيۡنِ، فَإِنۡ تَوَلَّيۡتَ فَإِنَّ عَلَيۡكَ إِثۡمَ الۡأَرِيسِيِّينَ، و﴿قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ﴾ (آل عمران:64)"[56]

(اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے شاہِ روم ہرقل کی طرف، سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی، میں آپ کو اسلام کے منشور کی طرف بلاتا ہوں، اسلام لائیں گے تو سلامتی پائیں گے، اللہ تعالی آپ کو دوہرا ثواب عطاء فرمائے گا، اور اگر آپ نے منہ موڑا تو آپ پر آپ کی رعایا[57] کا بھی

---

[55] دیکھیں آپ ﷺ نے جو خط بادشاہ فارس کسری کے نام بھیجا تھا۔(البداية والنهاية 4/369، قیصر کو لکھے گئے خط کے قریب ہی)۔

[56] یہ اور اس کے بعد والی ایک ہی حدیث کے ٹکڑے ہیں أخرجه البخاري 1- كتاب بدء الوحي، باب (7)، حديث (6)، وأحمد (262/1) اور یہ ایک طویل حدیث ہے جسے ہم نے مختصر بیان کیا ہے۔

[57] یہاں رعایا کے لئے الاریسیون کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے الفلاحون یعنی کسان لوگ انہیں الاکارون بھی کہا جاتا ہے کہ وہ کمزور لوگ وغیرہ جو ہرقل کی پیروی کرتے تھے اور وہ ان کے شرک میں پڑے رہنے کا سبب بن رہا تھا۔ اور ان لیڈروں کے بارے یہی اللہ تعالی کا عدل اور سنت رہی ہے کہ وہ یوم قیامت اپنے بوجھ اٹھانے کے ساتھ ساتھ جنہوں نے حق وتوحید سے انحراف اور اس کے خلاف جنگ میں ان کی پیروی کی ان کے بھی بوجھ اٹھانے والے ہیں۔﴿لِيَحۡمِلُوۡۤا اَوۡزَارَهُمۡ كَامِلَةً يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ۙ وَمِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِيۡنَ يُضِلُّوۡنَهُمۡ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوۡنَ﴾ (النحل:25) (یہ اپنے بوجھ بھی کامل طور پر یوم قیامت اٹھائیں گے اور ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں بغیر علم کے انہوں نے گمراہ کیا، کیا ہی برا بوجھ ہے جو یہ اٹھائیں گے) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنۡ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الۡأَجۡرِ مِثۡلُ أُجُورِ مَنۡ تَبِعَهُ، لَا يَنۡقُصُ ذَلِكَ مِنۡ أُجُورِهِمۡ شَيۡئًا، وَمَنۡ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيۡهِ مِنَ الۡإِثۡمِ مِثۡلُ آثَامِ مَنۡ تَبِعَهُ، لَا يَنۡقُصُ ذَلِكَ مِنۡ آثَامِهِمۡ شَيۡئًا" (صحیح مسلم:2676) (جو کوئی ہدایت کی طرف دعوت دے تو اسے جو اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے مثل بھی اجر ملے گا مگر ان پیروی کرنے والوں کے اجر میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا، اور جو کوئی گمراہی کی جانب دعوت دے اس پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہو گا جنہوں نے اس کی پیروی کی مگر پیروی

گناہ ہو گا، (پھر یہ آیت لکھواتے) "اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کریں، اور اللہ تعالی کے سوا ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں، پھر یہ لوگ اگر رخ پھیر لیں تو کہہ دیجئے کہ تم گواہ رہو کہ بے شک ہم مسلمان ہیں"۔

جس وقت یہ خط ہرقل کے پاس پہنچا اس نے قریش کے قافلے سے سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ بن حرب (جو اس وقت کافر تھے) کو بلا بھیجا، وہ اس مدت میں تجارت کے لئے ملک شام آئے ہوئے تھے جس میں کہ آپ ﷺ نے قریش اور ابو سفیان سے (حدیبیہ کے مقام پر دس سال کے لئے) صلح کی تھی، وہ ایلیاء (یروشلم) میں قیصر کے پاس لائے گئے اس نے آپ ﷺ کے تعلق سے ابو سفیان سے کئی سوالات کئے جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا:

"مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟"

(یہ پیغمبر تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟)۔

ابو سفیان نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا:

"اعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ"[58]

(اکیلے اللہ تعالی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو، اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں)۔

3-اور رسول اللہ ﷺ اپنی فوج کو کلمۂ توحید کی سربلندی کی خاطر فی سبیل اللہ جہاد کے لیے تیار کرتے، فرماتے:

"مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ"[59]

کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کم نہ ہو گا)۔

[58] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[59] بخاری، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا، ح 2599، مسلم، باب 42- باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا، ح 5029۔ مکمل حدیث میں کسی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ایک شخص غصے میں، یا عصبیت میں، یا مال غنیمت کے لئے، یا اپنے چرچے کے لئے، یا دکھلاوے اور ریاء کاری کے لئے لڑتا ہے ان میں سے کون سا فی سبیل اللہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے کوئی نہیں بلکہ:

(جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو ایسے شخص کا جہاد ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے)۔

آپ ﷺ اپنے کمانڈروں کو جنگ شروع کرنے سے پہلے توحید کی دعوت دینے کی جانب رہنمائی فرماتے۔ سیدنا بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

”كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا عَلَى سَرِيَّةٍ أَوْ جَيْشٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللهِ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ وَبِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، وَقَالَ: إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَادْعُهُمْ إِلَى إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهَا أَجَابُوكَ إِلَيْهَا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ: ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ،۔۔۔ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَادْعُهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ، فَإِنْ أَجَابُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ تَعَالَى وَقَاتِلْهُمْ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ تَعَالَى فَلَا تُنْزِلْهُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ مَا يَحْكُمُ اللهُ فِيهِمْ وَلَكِنْ أَنْزِلُوهُمْ عَلَى حُكْمِكُمْ ثُمَّ اقْضُوا فِيهِمْ بَعْدُ مَا شِئْتُمْ“[60]

(جب بھی رسول اللہ ﷺ کسی سریہ[61] یا فوج کو روانہ کرتے تو اس کے کمانڈر کو اپنے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے متعلق اللہ سے ڈرنے اور بھلائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے اور فرماتے تھے: جب تم مشرکین میں سے دشمنوں کا سامنا کرو تو انہیں تین باتوں یا خصلتوں کی دعوت دو اگر ان تین میں سے کسی ایک کو مان لیں تو ان کے اس مان لینے کو قبول کرو اور ان کے ساتھ جنگ سے رک جاؤ: انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اگر وہ مان لیں تو ان کا ایمان قبول کر لو اور ان سے جنگ کرنے سے رک جاؤ، پھر انہیں اپنے مقام سے دار المہاجرین (مدینہ نبویہ) منتقل ہو جانے کی دعوت دو۔۔۔ اگر وہ دعوت اسلام کا انکار کر دیں ان سے جزیہ مانگو، اگر وہ اس کو مان لیں تو تم بھی اس کو مان لو اور ان سے رک جاؤ، اگر وہ اس کا بھی انکار کر دیں تو پھر اللہ تعالی سے مدد طلب کر کے ان سے جنگ کرو۔ اور اگر تم نے کسی قلعے والوں کا محاصرہ کر لیا اور وہ تم سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ اللہ کے فیصلہ پر ہتھیار ڈالیں گے تو تم اسے نہ مانو کیوں کہ تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالی ان کے متعلق کیا فیصلہ فرمائے گا، بلکہ انہیں اپنے فیصلہ پر

جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو ایسے شخص کا جہاد ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔(توحید خالص ڈاٹ کام)

[60] أخرجه مسلم (1356/3-1357)، 33- كتاب الجهاد، 2- باب تأمير الإمام على البعوث، حديث (3)، وأبو داود (83/3)، 9- كتاب الجهاد، 9- باب في دعاء المشركين ، حديث (2612)، والترمذي (182/4)، 22- كتاب السير، 48- باب وضع النبي -ﷺ- في القتال، حديث(1617)، وابن ماجة، 24- كتاب الجهاد، 38-باب وصية الإمام، حديث(2858).

[61] سریہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آپ ﷺ بذات خود شریک نہ ہوئے بلکہ اپنے لشکر کو روانہ فرمایا اور جس جنگ میں آپ ﷺ خود شریک ہوئے اسے غزوہ کہا جاتا ہے۔(توحید خالص ڈاٹ کام)

ہتھیار ڈالنے کے لئے کہو، اس کے بعد ان کے تعلق سے جو فیصلہ تم کرنا چاہو کرو)۔

حدیث سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی مانند حدیث سیدنا نعمان بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہ بھی ہے جس کی جانب مسلم، ابو داود، ابن ماجہ نے اپنے اس قول کے ذریعہ اشارہ فرمایا کہ علقمہ نے فرمایا میں نے مقاتل بن حیان سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا مجھے مسلم بن ھیصم نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جیسی روایت بیان کی۔

4- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر، قاضی اور معلم بنا کر بھیجا اور اپنی وصیت میں یہ فرمایا:

”إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ۔وفی روایۃ: إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللهَ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ“[62]

(بلاشبہ تم ایک اہلِ کتاب قوم کے پاس جا رہے ہو، انہیں سب سے پہلے لا الہ إلا اللہ کی گواہی دینے کی طرف بلاؤ، دوسری روایت میں ہے: انہیں اللہ کی توحید اور میری رسالت کی طرف بلاؤ۔ اگر انہوں نے تمہارا کہا مان لیا تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر شب و روز میں پانچ (5) نمازیں فرض فرمائی ہیں، پھر اگر وہ اس میں بھی تمہارا کہا مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالی نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لے کر انہیں کے فقراء پر خرچ کی جائے گی، اگر وہ اسے بھی مان لیں تو تم (زکوۃ لیتے وقت) ان کے نفیس اور پسندیدہ مالوں سے دور رہو، اور مظلوم کی بد دعاء سے بچو کیوں کہ اس کے اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام داعیان، امراء اور قاضیوں کو اس قسم کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔

---

[62] أخرجه البخاري، 64-كتاب المغازي،60-باب بعث أبي موسى ومعاذ إلى اليمن قبل حجة الوداع،حديث(4347) و97-كتاب التوحيد، 1- باب ما جاء في دعاء النَّبي –صلى الله عليه وسلم- إلى توحيد الله تبارك وتعالى،حديث(7372) یہاں بخاری کے لفظ ہیں:(فليكن أوَّل ما تدعوهم إلى أن يوحدوا الله، فإذا عرفوا ذلك...) (وہ پہلی چیز جس کی طرف تم انہیں دعوت دو وہ اللہ تعالی کی توحید کی دعوت ہو، اگر وہ یہ جان و مان لیں تو۔۔۔)الحديث.ومسلم 1- كتاب الإيمان،75- باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام، حديث(29-30) دوسرے الفاظ ی ہ ہ یں: ((فليكن أوَّل ما تدعوهم إليه عبادة الله عزَّ وجل فإذا عرفوا ذلك...)) الحديث (وہ پہلی چیز جس کی طرف تم انہیں دعوت دو وہ اللہ تعالی کی عبادت ہو، اگر وہ یہ جان و مان لیں تو۔۔۔)۔

5-اللہ تعالیٰ نے توحید کو قائم کرنے اور زمین کو شرک کی نجاست سے پاک کرنے کے لئے ہی جہاد کو فرض کیا۔

ارشاد ہے:

﴿وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَي الظّٰلِمِيْنَ﴾ (البقرۃ:193)

(ان سے جنگ و قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (شرک) باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے، اگر وہ رک جائیں (تو تم بھی رک جاؤ) زیادتی ظالموں پر ہی ہے)

ابن جریر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالی اپنے نبی ﷺ کو فرماتے ہیں: آپ ان مشرکین سے جو آپ سے لڑتے ہیں اس وقت تک جہاد کرتے رہیں جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے یعنی یہاں تک کہ اللہ تعالی کے ساتھ شرک باقی نہ رہے، اور یہاں تک کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ ہو، اوثان ، باطل خداؤں اور شریکوں کی عبادت ختم ہو جائے، اور عبادت اور اطاعت اصنام واوثان وغیرہ کے بجائے صرف اللہ تعالی اکیلے کی ہو۔۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب تک شرک ختم نہ ہو"۔

انہوں نے اس تفسیر کی سندیں قتادہ، مجاہد، سدی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچائی ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

"اس موقع پر جو اللہ تعالی نے دین کا ذکر کیا ہے اس سے مراد اوامر ونواہی میں اللہ تعالی کی عبادت اور اطاعت ہے۔ پھر فرمایا اسی میں سے الاعشیٰ کا یہ شعر بھی ہے:

هو دان الرباب إذ كرهوا　　　الدين دراكاً بغزوة وصيال

پھر آپ نے اس کی سند کو ربیع تک پہنچایا۔ ﴿وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: یہاں تک کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے اور وہ لا الہ الا اللہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسی کی دعوت دی اور اسی کے لئے جہاد کیا"[63]۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[63] (195-194/2)۔

”أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ، وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ“[64]

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں، جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچا لیا مگر اسلام کے حق سے[65] اور اس کا حساب اللہ تعالی پر ہے)۔

اور امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ رسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس وقت یہی کہا تھا جب انہوں نے مرتدوں جن میں مانعینِ زکوۃ لوگ بھی تھے کے خلاف جہاد کرنے کا عزم کیا تھا کہ:

”كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ، وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ“[66]

(آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دیں، جس نے یہ اقرار کرلیا تو اس نے مجھ سے اس نے اپنا مال اور جان بچا لیا مگر اسلام کے حق سے اور اس کا حساب اللہ تعالی پر ہے)۔

اس پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا“[67]

---

64 صحیح بخاری 2946، 6924، 7285

65 جیسے کوئی شرعی حدود وغیرہ تو ایک مسلمان کی جان لی جاسکتی ہے جیسے شادی شدہ زانی اور قاتل وغیرہ مگر حدود کا نفاذ حاکم وقت کی ذمہ داری ہے نا کہ ہر مسلمان اسے خود اپنے ہاتھ میں لے لے۔(توحید خالص ڈاٹ کام)

66 أخرجه مسلم 1- كتاب الإيمان، باب(8)، حديث (35)، والترمذي (439/5)، 48- كتاب التفسير، تفسيرسورة الغاشية، حديث (3341)، وابن ماجة 36- كتاب الفتن، باب (1)، حديث (3928).

67 البخاري 56- الجهاد، 102- باب دعاء النبي –ﷺ– الناس إلى الإسلام والنبوة، ولا يتخذ بعضهم بعضاً أرباباً من دون الله، حديث (2946)، ومسلم 1-كتاب الإيمان، الباب (8)، حديث (33)، وأبو داود 9- الجهاد، 104- باب على ما يقاتل المشركون حديث (2640)، وابن ماجة 36- كتاب الفتن، باب الكف عمن قال: لا إله إلا الله، حديث (3928).

(اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے، اور بلاشبہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم! اگر وہ ایک بکری کا بچہ بھی جو عہد نبوی میں دیتے تھے نہ دیں تو اس کے نہ دینے کی وجہ سے میں ان سے جنگ کروں گا)۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَإِذَا قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ. لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ﴾(الغاشية: 21-22)''[68]

(مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں اور اگر وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں تو وہ مجھ سے اپنا خون اور مال بچالیں گے سوائے اگر ان کے لینے کا حق بنتا ہو، اور باقی (اعمال کا) حساب اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: آپ نصیحت فرمائیں، آپ کا کام صرف نصیحت کرنا ہی ہے، اور آپ ان پر کوئی داروغہ تو نہیں)۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ''[69]

(مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے، جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیں، اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ دیں۔ اگر وہ یہ کرلیں تو وہ مجھ سے اپنا خون اور مال بچالیں گے سوائے اگر ان کے لینے کا حق بنتا ہو، اور باقی (اعمال کا) حساب اللہ تعالی کے ذمہ ہے)۔

اگر سیدنا ابو بکر، عمر، ابو ہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہم کی احادیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان تمام احادیث میں توحید کے موضوع پر ہی اقتصار کیا گیا ہے، اور دیگر کو پیش نہیں کیا گیا۔

ہو سکتا ہے بارہا اس مسئلے پر اقتصار کر کے اسے بیان کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اس کا شدتِ اہتمام ہو، اور یہ آپ

---

[68] أخرجه البخاري 24- كتاب الزكاة، 1- باب وجوب الزكاة، حديث (1399)، ومسلم 1- كتاب الإيمان، باب (8)، حديث (33).

[69] أخرجه البخاري 2- كتاب الإيمان، 17- باب {فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم}، حديث (25)، ومسلم 1- كتاب الإيمان، باب (8)، حديث (36).

ﷺ کی طرف سے اس کی عظمت اور اہمیت پر تنبیہ کرنے کی خاطر ہو، اور آپ ﷺ کو یہ ادراک حاصل ہو جائے کہ یقیناً وہ یہ سمجھ چکے ہیں کہ اسلام کے تمام امور اسی توحید کے تقاضے، لوازمات اور حقوق ہیں، خصوصاً جو ارکان اسلام وایمان ہیں۔

اس ضمن میں جو بات میں کہتا ہوں وہ یہ کہ: رسول اللہ ﷺ کا عقیدے پر اقتصار کرنے والے فرمان کے سبب ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی قدر سے استدلال فرمایا، جبکہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اپنے مؤقف کی تائید میں جواب زکوۃ کو نماز پر قیاس کرنا تھا کہ فرمایا: "واللہ! میں ضرور لڑوں گا ہر اس شخص سے جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرنا چاہے۔۔۔"۔ اگر آپ کو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مندرجہ بالا روایت کا پتہ ہوتا تو وہ فوراً اسی سے استدلال کرتے۔

اور اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے کی مندرجہ بالا روایت کا علم ہوتا تو وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کبھی اعتراض نہیں کرتے، اسی طرح سے اگر حاضرین (جن میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے) کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا پتہ ہوتا تو شیخین (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو اس کا حوالہ دے کر یاد دلاتے۔

شاید کہ اس میں یہی راز ہے کہ جس کی جانب ہم نے اشارہ کیا یعنی رسول اللہ ﷺ کا عقیدے کے بارے میں شدید اہتمام، ہمیشہ اسی کے گن گانا اور اسی موضوع سے متعلق باکثرت احادیث ارشاد فرمانا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام جو کچھ تعلیمات ربانیہ لے کر آئے ان میں سے سب سے نمایاں اور اہم پہلو توحید الوہیت ہے، یہی چیز پیغمبروں اور ان کے دشمنوں کے درمیان معرکہ کا باعث بنی۔

اور باطل وگمراہی کے تمام پہلوؤں میں سے سب سے نمایاں پہلو جس کے خلاف ایک طرف تو انبیاء کرام علیہم السلام نے اعلان جنگ کیا تو دوسری طرف ہر امت میں سے مشرکین اور جھٹلانے والے جس چیز کے دفاع میں مرے جاتے تھے وہ یہی بت پرستی، اوثان پرستی، انبیاء اور صالحین کی قبر پرستی، ان کے لئے نیاز وچڑھاوے، ان سے محبت وامید، خوف وطمع، اور اللہ کے پاس ان کی شفاعت کی امید کے ذریعے اپنی مرادوں کے پوری ہونے کے لالچ پر حکام ومحکومین کے دل جڑے رہنا تھا۔

جب حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ شرک اکبر ہے جو کبھی بخشا نہیں جائے گا تو لازم ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی اس شرک اکبر کے خلاف ہر محاذ پر لڑی جانے والی جنگ کا بھی تذکرہ کریں جیسا کہ ہم نے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وہ منہج ذکر کیا، خصوصاً ہم نے گذشتہ صفحات میں امام الحنفاء اور گھٹیا بتوں کی بت شکنی کرنے والے سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی دعوت کا یہ پہلو ذکر کیا، تو اب ضروری ہے کہ ہم خود رسول اللہ ﷺ کی اس شرک اکبر کے خلاف جنگ جس میں باقاعدہ ان اوثان کو توڑا گیا اور ہر اس ذریعے کو بند کر دیا گیا جس کی وجہ سے شیطان انسانوں میں سے اپنے دوستوں کے لئے اللہ کے سوا اپنی عبادت اور برابر والا قرار دینے کی راہیں نکالتا

ہے، چاہے وہ آلھۃ (معبودات) کے نام پر ہوں یا اولیاء کے نام پر یا اور کسی بھی گمراہ کن عنوان کے تحت ہو۔

ان جنگوں میں سے جسے قرآن مجید اور جن پر قرآن نازل ہوا ﷺ نے مشرکین کے خلاف چھیڑ رکھا تھا یہ فرمان الٰہی بھی ہے کہ:

﴿اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى، وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى، اَلَـكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الۡاُنۡثٰى، تِلۡكَ اِذًا قِسۡمَةٌ ضِيۡزٰى، اِنۡ هِىَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ‌ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ‌ۚ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰى﴾ (النجم:19-23)

(کیا تم نے لات و عزیٰ اور تیسری مناۃ کی حقیقت پر غور کیا ہے؟ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اس (اللہ) کے لئے بیٹیاں، پھر تو یہ بڑی بے انصاف تقسیم ہے، دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے رکھ لئے ہیں، اللہ تعالی نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، یہ صرف اپنے وہم و گمان اور خواہشات نفس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے)

غور کریں کہ مشرکین کے معبودوں کی اس سے بھی زیادہ اور کیا تحقیر و ذلت ہو سکتی ہے اور ان کے خلاف کون سی ایسی جنگ ہے جو برپا نہیں کی گئی؟ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ، حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيۡرَ مُشۡرِكِيۡنَ بِهٖ‌ؕ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ الطَّيۡرُ اَوۡ تَهۡوِىۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ مَكَانٍ سَحِيۡقٍ﴾ (الحج:30-31)

(تم بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو، اللہ تعالی کے لئے یکسو ہو کر رہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک کر لے جائیں گے، یا ہوا کسی دور دراز جگہ پھینک دے گی)

اور فرمان باری تعالی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴾ (المائدہ:90)

(اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے یہ سب ہیں ہی گندے شیطانی کام، ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ)

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی گزری ہوئی حدیث میں تھا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

’’کیا اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہاں، میں نے کہا: کیا احکامات دیے ہیں؟ فرمایا: یہ کہ اللہ تعالی توحید پر ایمان لایا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، اوثان کو توڑا جائے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے‘‘[70]۔

اور سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی تھا کہ:

’’۔۔۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا، جن کے نسب، سچائی اور پاک دامنی کو ہم جانتے ہیں، اس نے ہمیں اللہ تعالی کی طرف بلایا کہ ہم اس کو اکیلا مان کر صرف اسی کی عبادت کریں، اور ہم اور ہمارے باپ داد اللہ تعالی کو چھوڑ کر جن اوثان اور پتھروں کی عبادت کرتے چلے آرہے ہیں انہیں چھوڑ دیں۔۔۔‘‘[71]۔

اسی طرح سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ شاہِ روم ہرقل کے ساتھ مکالمے والی حدیث:

’’وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں کہتے ہیں کہ صرف اکیلے اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور تمہارے باپ داد جو کچھ کہتے ہیں چھوڑ دو۔۔۔‘‘[72]۔

اور سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’إِنَّ اللهَ بَعَثَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ، وَأَمَرَنِي رَبِّي بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ، وَالْمَزَامِيرِ، وَالْأَوْثَانِ، وَالصَّلِيبِ، وَأَمْرِالْجَاهِلِيَّةِ‘‘[73]

(اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے موسیقی اور گانے بجانے کے آلات، اوثان، صلیب اور جاہلیت کے تمام امور ختم کرنے کا حکم دیا ہے)۔

---

70 تخریج گزر چکی ہے۔
71 تخریج گزر چکی ہے۔
72 تخریج گزر چکی ہے۔
73 مسند احمد 21719، المعجم الکبیر للطبرانی 7704، مسند الطیالسی 1218، قال الالبانی فی تخریج مشکوۃ المصابیح 3580 اسنادہ ضعیف۔

رسول اللہ ﷺ کی وثن پرستی پر یلغار خواہ قرآن میں سے جو کچھ آپ ﷺ پر نازل ہوتا اس کے ذریعے ہو یا آپ ﷺ کی ظاہر وپوشیدہ دعوت کے ذریعے، اس نے قریش کے سرداروں کی عقلیں جھنجھوڑ کر انہیں بے بس کر کے رکھ دیا تھا، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں مداہنت نہیں برتی جاسکتی اور سچی دعوت اسی بات کا تقاضہ کرتی ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

''لَمَّا أَنْ مَرِضَ أَبُو طَالِبٍ، دَخَلَ عَلَيْهِ رَهْطٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ، قَالَ: فَقَالُوا: إِنَّ ابْنَ أَخِيكَ يَشْتُمُ آلِهَتَنَا، وَيَفْعَلُ وَيَفْعَلُ، وَيَقُولُ وَيَقُولُ، فَلَوْ بَعَثْتَ إِلَيْهِ فَنَهَيْتَهُ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ أَوْ قَالَ: جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ الْبَيْتَ۔۔۔ فَقَالَ لَهُ أَبُو طَالِبٍ: أَيِ ابْنَ أَخِي، مَا بَالُ قَوْمِكَ يَشْكُونَكَ؟ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ تَشْتُمُ آلِهَتَهُمْ، وَتَقُولُ وَتَقُولُ، وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ؟!! قَالَ: فَأَكْثَرُوا عَلَيْهِ مِنَ الْقَوْلِ، قَالَ: فَتَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: يَا عَمِّ، إِنِّي أُرِيدُهُمْ عَلَى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ يَقُولُونَهَا، تَدِينُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ، وَتُؤَدِّي إِلَيْهِمْ بِهِ الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ، قَالَ: فَفَزِعُوا لِكَلِمَتِهِ وَلِقَوْلِهِ، قَالَ: فَقَالَ الْقَوْمُ: كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ؟؟ نَعَمْ وَأَبِيكَ عَشْرًا، فَقَالُوا: مَا هِيَ؟ قَالَ أَبُو طَالِبٍ: وَأَيُّ كَلِمَةٍ هِيَ يَا ابْنَ أَخِي؟ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. قَالَ: فَقَامُوا فَزِعِينَ يَنْفُضُونَ ثِيَابَهُمْ، وَهُمْ يَقُولُونَ: ﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ (ص:5)''[74]

(جب جناب ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش کا ایک وفد ان کی خدمت میں آیا جن میں ابو جہل بھی تھا، انہوں نے کہا: آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کی برائی کرتا ہے اور یہ یہ کرتا اور یہ یہ کہتا رہتا ہے، آپ اسے بلا کر اس کام سے باز رکھیں۔ ابو طالب نے آپ ﷺ کو بلایا، آپ گھر میں تشریف لائے تو ابو طالب نے کہا: بھتیجے! یہ آپ کی قوم آپ کی شکایات لے کر میرے پاس آئی ہے

---

[74] مسند الإمام أحمد (362/1)، والترمذي 48- كتاب التفسير، تفسير سورة ص، حديث (3232)اس کی سند میں یحییٰ بن عمارہ یا کہا جاتا ہے ابن عباد ہے اسے ابن حبان نے ثقات میں بیان فرمایا اور حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب (259/11) میں فرماتے ہیں مقبول ہے۔ دیکھیے التقریب 2/354 اور امام ذہبی الکاشف 3/224 میں فرماتے ہیں اس کی توثیق کی گئی ہے۔ اور اسے ابن جریر 23/165 نے اپنی اسناد سے اعمش تک روایت فرمایا ہے۔ کہتے ہیں ہمیں بیان کیا عباد بن سعید بن جبیر نے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی۔ اور اس طرق سے بھی روایت کی گئی ہے عن الاعمش عن یحیی بن عمارہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس اس کی سند میں کچھ ضعف ہے لیکن یہ تحسین کی محتمل بھی ہے، تنبیہ: مسند احمد میں عباد بن جعفر ہے مجھے اس کا ترجمہ نہیں ملا جبکہ امام ابن کثیر نے اس بات پر نص بیان کی ہے کہ احمد نے عباد سے غیر منسوب روایت کی ہے۔ دیکھیے تفسیر ابن کثیر (7/46)

کہ آپ ان کے معبودات کی برائی کرتے ہیں اور اس اس طرح کرتے اور اور کہتے رہتے ہیں۔۔۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے بہت سی باتیں کیں۔۔۔ آخر آپ ﷺ نے بولنے کی اجازت چاہی اور فرمایا: چچا جان! میں ان سے صرف ایک بات ایسی کہلوانا چاہتا ہوں اگر وہ اسے قبول کر لیں تو عرب ان کے آگے جھک جائیں گے اور عجم انہیں جزیہ دیں گے، آپ ﷺ کی بات سن کر وفد گھبرا گیا اور کہنے لگا: ایک بات ہی نہیں، تمہارے باپ کی قسم! دس باتیں بھی مان لیں گے، بتاؤ تو سہی آخر وہ ایک بات کونسی ہے؟ ابو طالب نے بھی کہا: آخر وہ کون سا ایک کلمہ ہے اے بھتیجے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) یہ سنتے ہی مشرکین سٹپٹا کر کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: (کیا اس نے سارے معبودات کی جگہ بس ایک ہی معبود بنا ڈالا یہ تو بڑی عجیب بات ہے))۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"اجْتَمَعَتْ قُرَيْشٌ يَوْمًا فَقَالُوا: انْظُرُوا أَعْلَمَكُمْ بِالسِّحْرِ وَالْكَهَانَةِ، وَالشِّعْرِ، فَلْيَأْتِ هَذَا الرَّجُلَ الَّذِي قَدْ فَرَّقَ جَمَاعَتَنَا، وَشَتَّتَ أَمْرَنَا وَعَابَ دِينَنَا، فَلْيُكَلِّمْهُ فَلْيَنْظُرْ مَاذَا يَرُدُّ عَلَيْهِ، فَقَالُوا: مَا نَعْلَمُ أَحَدًا غَيْرَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، فَقَالُوا: أَنْتَ يَا أَبَا الْوَلِيدِ، فَأَتَاهُ عُتْبَةُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَنْتَ خَيْرٌ أَمْ عَبْدُ اللهِ؟ فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: أَنْتَ خَيْرٌ أَمْ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ؟ فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: فَإِنْ كُنْتَ تَزْعُمُ أَنَّ هَؤُلَاءِ خَيْرٌ مِنْكَ، فَقَدْ عَبَدُوا الْآلِهَةَ الَّتِي عِبْتَهَا، وَإِنْ كُنْتَ تَزْعُمُ أَنَّكَ خَيْرٌ مِنْهُمْ، فَتَكَلَّمْ حَتَّى نَسْمَعَ قَوْلَكَ، إِنَّا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا سَخْلَةً قَطُّ أَشْأَمَ عَلَى قَوْمِهِ مِنْكَ، فَرَّقْتَ جَمَاعَتَنَا، وَشَتَّتَّ أَمْرَنَا، وَعِبْتَ دِينَنَا، وَفَضَحْتَنَا فِي الْعَرَبِ، حَتَّى لَقَدْ طَارَ فِيهِمْ أَنَّ فِي قُرَيْشٍ سَاحِرًا، وَأَنَّ فِي قُرَيْشٍ كَاهِنًا، وَاللهِ مَا نَنْتَظِرُ إِلَّا مِثْلَ صَيْحَةِ الْحُبْلَى، أَنْ يَقُومَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ بِالسُّيُوفِ حَتَّى نَتَفَانَى. أَيُّهَا الرَّجُلُ، إِنْ كَانَ إِنَّمَا بِكَ الْحَاجَةُ، جَمَعْنَا لَكَ حَتَّى تَكُونَ أَغْنَى قُرَيْشٍ رَجُلًا وَإِنْ كَانَ إِنَّمَا بِكَ الْبَاءَةُ، فَاخْتَرْ أَيَّ نِسَاءِ قُرَيْشٍ شِئْتَ، فَلْنُزَوِّجَنَّكَ عَشْرًا۔ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَرَغْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ حٰمٓ. تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾. فَقَالَ عُتْبَةُ: حَسْبُكَ! حَسْبُكَ! مَا عِنْدَكَ غَيْرُ هَذَا؟ قَالَ: لَا، فَرَجَعَ إِلَى قُرَيْشٍ، فَقَالُوا: مَا وَرَاءَكَ؟ فَقَالَ: مَا تَرَكْتُ شَيْئًا أَرَى أَنْ تُكَلِّمُونَهُ إِلَّا قَدْ كَلَّمْتُهُ، قَالُوا: فَهَلْ أَجَابَكَ؟ قَالَ: لَا وَالَّذِي نَصَبَهَا بَنِيَّةً مَا فَهِمْتُ شَيْئًا مِمَّا قَالَ غَيْرَ أَنَّهُ أَنْذَرَكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ، قَالُوا: وَيْلَكَ يُكَلِّمُكَ رَجُلٌ بِالْعَرَبِيَّةِ لَا تَدْرِي مَا قَالَ؟ قَالَ: لَا وَاللهِ مَا فَهِمْتُ شَيْئًا مِمَّا قَالَ غَيْرَ

ذِكْرِ الصَّاعِقَةِ‘‘[75]

(قریش ایک دن جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اپنے میں سے سب سے زیادہ جادو جاننے والے، کاہن اور شاعر شخص کو لا کر اس شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) سے بات کرائی جائے، جس نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دیا، اتحاد پارہ پارہ کر ڈالا اور ہمارے دین میں عیب نکالے۔ تاکہ دیکھا جائے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ تمام نے کہا: ان صفات کا حامل صرف عتبہ بن ربیعہ ہے۔ لوگوں نے کہا: اے ابو الولید! آپ کوشش کر کے دیکھیں، عتبہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد! ﷺ آپ بہتر ہیں یا (آپ کے والد) عبد اللہ؟ آپ خاموش رہے، پھر کہا: آپ بہتر ہیں یا (آپ کے دادا) عبد المطلب؟ آپ پھر بھی خاموش رہے، پھر کہا: اگر آپ انہیں اپنے سے بہتر مانتے ہیں تو انہوں نے بھی انہی خداؤں کی پرستش کی ہے جن کے عیب آپ بیان کر رہے ہیں، اگر آپ اپنے کو ان سے بہتر سمجھ رہے ہوں تو آپ ارشاد فرمائیں ہم سنیں گے، کیوں کہ ہم نے آج تک آپ کی قوم میں کوئی کمزوری جو آپ سے زیادہ بدشگون ہو نہیں دیکھی، آپ نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی، صفوں میں انتشار پھیلایا، ہمارے دین میں عیب نکالے اور ہمیں عرب میں رسوا کر دیا، یہاں تک کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے اور کاہن نکلا ہے، اللہ کی قسم! اب تو لگتا ہے بس ہم اسی چیز کے منتظر ہیں کہ اب یکایک ہنگامہ بپا ہو جائے اور ہم ایک دوسرے پر تلواریں تان کر چڑھ دوڑے اور آپس میں ہی ایک دوسرے کو ختم کر دیں، اے شخص! اگر آپ کی کوئی ضرورت ہو تو بتادیں تاکہ دولت کے انبار آپ کے قدموں پر لگا دیں اور آپ مکہ کے سب سے بڑے رئیس اور مال دار بن جائیں، اگر حسین و جمیل عورتوں کی خواہش ہے تو قریش کی ایک نہیں دس عورتوں سے شادی کرا دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ فارغ ہو گئے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اب میری سنو۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے سنوں گا۔ آپ نے سورۂ فصلت 1-13 آیات پڑھیں:

’’شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ حاء میم، یہ رحمن اور رحیم کی طرف سے نازل کی ہوئی ایسی

---

[75] المنتخب من مسند عبد بن حميد (ص:208)، رقم(1141)، ومسند أبي يعلى الموصلي (ل101)، كلاهما عن أبي بكر بن أبي شيبة، حدثنا علي بن محمد عن الأجلح عن الذيال بن حرملة الأسدي عن جابر رضي الله عنه مرفوعاً. قال ابن كثير في تفسيره (151/7) بعد أن ساق الحديث بإسناده عن عبد بن حميد وأبي يعلى: وقد ساقه البغوي في تفسيره بسنده عن محمد بن فضيل عن الأجلح وهو ابن عبد الله الكندي وقد ضعف بعض الشيء عن الذيال...لكن الحافظ قال عنه في التقريب (46/1): صدوق شيعي من السابعة، وقال الذهبي في الكاشف (99/1): وثقه ابن معين وغيره وضعفه النسائي وهو شيعي. وشيخه الذيال قال الحافظ عنه في تعجيل المنفعة (ص:84): ((عن جابر وابن عمر والقاسم بن مخيمرة، وعنه فطر بن خليفة وحصين والأجلح وحجاج بن أرطأة: وثقه ابن حبان)). وبقية رجال الإسناد ثقات.

کتاب ہے جس کی آیات کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں، عربی قرآن، ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں، جو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، لیکن ان میں سے اکثر نے منہ موڑا اور وہ سنتے نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو اس کے لئے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، ہمارے کانوں میں بہرا پن ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے، تم اپنا کام کرو، ہم بھی اپنا کام کریں گے"

عتبہ دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیک لگا کر چپ چاپ سنتا رہا، جس وقت آپ اس پر پہنچے:

"اگر اب بھی یہ روگردانی کریں تو آپ فرمادیں میں تمہیں اس کڑک سے ڈراتا ہوں جو عاد و ثمود کے کڑک کی طرح ہو گی"

عتبہ نے سنا تو چلا اٹھا: بس کریں کافی ہے، بس کریں کافی ہے، کیا آپ کے پاس اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ نہیں۔ عتبہ اٹھا اور قریش کے پاس آیا، لوگوں نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ اس نے کہا: ہر وہ بات جو تم اس سے کرنا چاہتے تھے، میں نے کی، لوگوں نے کہا: پھر اس نے کیا جواب دیا؟ اس نے کہا: رب کعبہ کی قسم! میں اس کی کوئی بات سمجھ نہیں سکا سوائے اس کے کہ اس نے اس کڑک سے ڈرایا ہے جو عاد اور ثمود کی کڑک کی طرح ہے۔ لوگوں نے کہا: افسوس! وہ تم سے عربی میں بات کر رہا تھا اور تم اتنا بھی سمجھ نہیں پائے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں کڑک کے سوا کچھ سمجھ نہیں سکا)۔

یہ جنگ زبانی و نفسیاتی جنگ تھی جو مشرکین پر جارحانہ تنقید، تحقیر و استہزاء پر مبنی تھی اسی طرح سے مشرکین کو گمراہ اور جاہل ثابت کرنے کے ساتھ ان پر حجت تمام کرنے کے لیے تھی، تاکہ جو ہلاک ہو تو دلائل کے ظاہر ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے تو دلیل کی روشنی میں زندہ رہے۔

اس جنگ اور اس دعوت و بیان کے اثرات میں سے تھا کہ اللہ تعالی نے بہت سے عربوں کو قریش وغیرہ سے اور اوس و خزرج قبائل سے ہدایت عطاء فرمائی۔ ان کی بصیرت کو کھول دیا پس انہوں نے توحید کی حقیقت اور اس کے مقام کی معرفت حاصل کرلی، اسی طرح سے بیک وقت انہوں نے شرک و اوثان پرستی وغیرہ کی حقارت کو بھی جان لیا، اور دنیا و آخرت میں مشرکین پر جو اس کا خطرہ ہے اس کا بھی احساس ہو گیا۔

یہ پاک اور عظیم ثمرات رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جہاد اور اللہ تعالی کی جانب دعوت حق کے میدان میں صبر، اور طواغیت، اوثان و انصاب (بتوں وغیرہ) کے خلاف ان کی بھرپور یلغار کے نتائج تھے۔

زمین کی اوثان سے تطہیر اور قبروں کو برابر کرنے کا اہتمام

پھر جب مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی اور ایک اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا تو رسولِ توحید ﷺ نے ایک نئے عملی اقدام کی

طرف پیش قدمی فرمائی اور وہ تھا بتوں کو توڑ کر تہس نہس کرنے اور ان کی نجاست سے زمین کو پاک کرنے کا عملی قدم اٹھانا، کیوں کہ آپ ﷺ کو ان کی خطرناکی کا بخوبی احساس تھا کہ یہ نسل انسانی کے لیے ان کی تاریخ کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک بنیادی اور خطرناک ترین منبع ہے، جیسا کہ امام الحنفاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے خصوصی دعاء فرمائی:

﴿وَاجۡنُبۡنِیۡ وَبَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ. رَبِّ اِنَّہُنَّ اَضۡلَلۡنَ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ (ابراھیم:35-36)

((اے رب) مجھ کو اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا، میرے رب انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے)

اسی لئے رسول اعظم محمد ﷺ نے زمین کو اوثان سے پاک کرنے اور قبروں کو برابر کرنے کی ٹھانی، کیوں کہ یہ بھی انسانوں کو گمراہ کرنے میں بتوں کی ہی ساتھی ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا:

”دَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ مَکَّۃَ وَحَوْلَ الْکَعْبَۃِ ثَلَاثُ مِائَۃٍ وَسِتُّونَ نُصُبًا، فَجَعَلَ یَطْعُنُھَا بِعُودٍ فِی یَدِہِ، وَیَقُولُ: جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ، جَاءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیدُ“[76]

(نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ (360) بت نصب تھے۔ پس آپ ﷺ نے انہیں اپنی چھڑی سے توڑنا شروع کر دیا اور یہ تلاوت کرتے جاتے: حق آگیا اور باطل بھاگ گیا، حق آگیا اور باطل سے نہ شروع میں کچھ ہو سکا اور نہ آئندہ کچھ ہو سکتا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ذی الخلصہ کے خاتمے کے لئے مدینے سے خثعم کے جانب ایک لشکر بھیجا جنہوں نے ان سے جنگ کی۔ سیدنا جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ:

”کَانَ بَیْتٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ، یُقَالُ لَہُ: ذُو الْخَلَصَۃِ، وَالْکَعْبَۃُ الْیَمَانِیَۃُ، وَالْکَعْبَۃُ الشَّأْمِیَّۃُ، فَقَالَ لِی النَّبِیُّ ﷺ: أَلَا تُرِیحُنِی مِنْ ذِی الْخَلَصَۃِ، فَنَفَرْتُ فِی مِائَۃٍ وَخَمْسِینَ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ فَکَسَرْنَاہُ، وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَہُ،

[76] أخرجه البخاري 46- كتاب المظالم، حديث (2477)، و64- كتاب المغازي، 48- باب أين ركز النبي ﷺ رايته يوم الفتح، حديث (4287)، 65- كتاب التفسير، تفسير سورة الإسراء، 12-باب { وقل جاء الحق وزهق الباطل ...}، حديث (4720)، ومسلم 32- كتاب الجهاد، 32- باب إزالة الأصنام من حول الكعبة، حديث (87)، والترمذي 48- كتاب التفسير، 18- تفسير سورة الإسراء، حديث (3138)، والإمام أحمد في المسند (377/1).

فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَوفي لفظ للبخاری: وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا بِالْيَمَنِ لِخَثْعَمَ وَبَجِيلَةَ، فِيهِ نُصُبٌ تُعْبَدُ، يُقَالُ لَهُ: الْكَعْبَةُ"[77]

(زمانہ جاہلیت میں (یمن میں) ایک گھر تھا جسے ذوالخلصة، الكعبة اليمانية، الكعبة الشامية کہا جاتا تھا، اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا: آپ مجھے ذوالخلصہ سے راحت کیوں نہیں پہنچاتے (یعنی اسے تباہ کر کے)؟ میں قبیلۂ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ گیا اور ذوالخلصہ کو توڑ دیا، اس کے پاس جتنے لوگ پائے ان تمام کو قتل کر دیا، پھر آپ کو اس کی تباہی کی خبر دی، آپ ﷺ نے میرے اور قبیلۂ احمس کے حق میں دعاء فرمائی) بخاری کے الفاظ یہ ہیں: (ذوالخلصہ یمن میں قبیلہ خثعم اور بجیلہ کا ایک گھر تھا جس میں بتوں کی عبادت کی جاتی تھی، اسے کعبہ بھی کہا جاتا تھا)۔

اس نبوی تعبیر کو دیکھیں کہ "مجھے راحت پہنچاؤ" سے معلوم ہوا کہ اوثان کا وجود آپ کے لئے بستر کا کانٹا بن گیا تھا، جس سے آپ ﷺ بے قرار رہتے، ان کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ کو نہ چین تھا نہ قرار۔

لیکن آج اسلام کے نام نہاد اکثر مبلغوں کی آنکھوں کے سامنے شرک کے تمام مظاہر پوری آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہیں لیکن نہ ان کے سکونِ قلب میں کوئی ہلچل پیدا ہوتی ہے، اور نہ ہی اس بے حسی کے محاسبے کا انہیں کچھ خیال آتا ہے، بلکہ اس سے بھی سخت اور کڑوی حقیقت یہ ہے کہ الٹا یہ لوگ ان لوگوں کے خلاف شکوہ رکھتے ہیں کہ جو اس جہالت پر مبنی بدترین صورتحال پر تنقید کرے اور اس کا درد محسوس کرے۔

سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لَمَّا فَتَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَكَّةَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى نَخْلَةٍ، وَكَانَتْ بِهَا الْعُزَّى، وَكَانَتْ عَلَى ثَلَاثِ سَمُرَاتٍ، فَقَطَعَ السَّمُرَاتِ، وَهَدَمَ الْبَيْتَ الَّذِي كَانَ عَلَيْهَا، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: ارْجِعْ، فَإِنَّكَ لَمْ تَصْنَعْ شيئاً۔ فَرَجَعَ خَالِدٌ، فَلَمَّا أَبْصَرَتْ بِهِ السَّدَنَةُ، وَهُمْ حَجَبَتُهَا، أَمْعَنُوا فِي الْجَبَلِ وَهُمْ يَقُولُونَ: يَا عُزَّى يَا عُزَّى، فَأَتَاهَا خَالِدٌ، فَإِذَا هِيَ امْرَأَةٌ عُرْيَانَةٌ، نَاشِرَةٌ شَعْرَهَا، تَحْتَفِنُ التُّرَابَ عَلَى رَأْسِهَا، فَعَمَسَهَا بِالسَّيْفِ حَتَّى قَتَلَهَا، ثُمَّ

---

[77] أخرجه البخاري64- كتاب المغازي، 62- باب غزوة ذي الخلصة، أحاديث (4357،4356،4355)، ومسلم 44- كتاب فضائل الصحابة، 29- باب من فضائل جرير بن عبد الله رضي الله عنه حديث (137،136)، وأبو داود (215/3)، 9- كتاب الجهاد، 172- باب بعثة البشراء، حديث (2772)، والإمام أحمد في المسند (4/360-362).

رَجَعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: تِلْكَ الْعُزَّى"[78]

(جب اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ فتح کیا، تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نخلہ روانہ کیا۔ وہاں عزیٰ دیوی تھی، وہ تین کیل دار میخوں کے دروازوں کے پیچھے تھے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے دروازے کاٹ دئے اور جو گھر اس عزیٰ پر بنایا گیا تھا اسے ڈھا دیا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا: جاؤ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ پھر پلٹے، جب وہاں کے مجاوروں نے آپ کو دیکھا تو یاعزیٰ! یاعزیٰ! کہتے ہوئے پہاڑوں میں چھپ گئے۔ وہاں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ایک ننگی عورت کو دیکھا جو اپنے بال پھیلائے ہوئے سر پر مٹی ڈال رہی تھی۔ آپ نے تلوار اس کے جسم میں چبھوئی یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ پھر آپ ﷺ کو اس کی خبر دی، آپ نے فرمایا: ہاں یہی عزیٰ تھی)۔

مناۃ، یثرب کے اوس و خزرج اور ان کے ہم مذہبوں کی دیوی تھی، آپ ﷺ نے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ یا کہا جاتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اسے منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا[79]۔

قبیلۂ ثقیف کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے گذارش کی کہ ان کے بت لات کو تین سال تک نہ توڑا جائے۔ آپ نے نہیں مانا، پھر وہ بس ایک سال کی مہلت مانگتے رہے لیکن آپ ﷺ نے مہلت دینے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے آنے کے بعد پھر ایک ماہ کی درخواست کی، لیکن آپ ﷺ اس میں کسی قسم کی مہلت دینے کو تیار ہی نہ تھے۔

دراصل یہ چاہتے تھے جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ان کی دیوی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ ان جیسے بیوقوفوں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو محفوظ رکھے گی۔۔۔ لیکن آپ ﷺ نے بنا کسی مہلت کے سیدنا ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو اسے ڈھانے کے لئے روانہ فرمادیا[80]۔

سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

78 أخرجه النسائي في التفسير في الكبرى كما في تحفة الأشراف (235/4)، أخبرنا علي بن المنذر أخبرنا ابن فضيل حدثنا الوليد بن جميع عن أبي الطفيل لما فتح رسول الله ﷺ مكّة ... الحديث، وهو إسناد حسن.وانظر تفسير ابن كثير (429/7-430).

79 السيرة لابن هشام (85/1-86).

80 السيرة لابن هشام (540/2-541)، وابن جرير (140/3)، والبداية والنهاية (32/5) ط. مكتبة المعارف، وعيون الأثر لابن سيد النّاس (228/2)، وزاد المعاد (499/3-500).

”أَنَّ رَسُولَ اللهِ: أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَاغِيَتُهُمْ“[81]

(بے شک رسول اللہ نے انہیں طائف میں اس جگہ مسجد بنانے کا حکم دیا جہاں ان کا طاغوت ہوا کرتا تھا)۔

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”انہوں نے لات کا نام اللہ کے نام سے اخذ کر کے رکھا تھا، اللہ کی تانیث (مؤنث) انہوں نے لاتّ سے بناڈالی، اللہ تعالی ان کے باطل اقوال سے بہت پاک وبلند ہے۔ اور اپنی سند سے قتادہ، ابن عباس، مجاہد اور ابن زید سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: لات (تاء کی تشدید کے ساتھ) حاجیوں کے لئے ستو گھولا کرتا تھا جب وہ مر گیا، لوگ اس کی قبر پر مجاور بن گئے اور اس کی عبادت شروع کر دی“[82]۔

امام بخاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَشْهَبِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْزَاءِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ: ﴿اللَّاتَ وَالْعُزَّى﴾ كَانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلُتُّ سَوِيقَ الْحَاجِّ“[83]

(حدثنا مسلم بن ابراہیم حدثنا ابو الاشہب حدثنا ابو الجوزاء عن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللاتّ والعزیٰ کی تفسیر روایت کرتے ہیں کہ لات حاجیوں کا ستو گھولا کرتا تھا)۔

چناچہ جب قبر پرستی اور بت پرستی کا فتنہ ایک ہی باب سے تعلق رکھتا تھا اور ان کے درمیان آپس میں بہت گہرا رشتہ ہے۔ کیونکہ یہ اوثان، بت وانصاب (مورتیاں) صالحین وبزرگوں کی محبت میں غلو کرتے ہوئے بنائی جاتی اور پوجی جاتی ہیں۔ جیسا کہ قوم نوح نے ود، سواع، یغوث، یعوق ونسر کے ساتھ کیا جو کہ ان کی قوم کے اولیاء وصالحین تھے۔

بالکل اسی طرح سے اگر قبروں کو پکا کر کے ان پر تعمیر کی گئی (مزارات بنائے گئے)، ان کی جانب ثواب وعقیدت کی غرض سے

---

[81] أخرجه ابن ماجة 4- كتاب المساجد، حديث (743)، وأبو داود 2- الصلاة، حديث (450)، اس کے رجال ثقات ہیں سوائے عبداللہ بن عیاض کے اور وہ بھی مقبول ہے

[82] في التفسير (27/58-59)، والسيرة لابن هشام (ص:78-89)، جہاں انہوں نے عرب کے اصنام ومعبودات اور ان کی عبادات کا طویل ذکر فرمایا۔

[83] في الصحيح، 65- كتاب التفسير: تفسير سورة النجم، 2- باب {أفرأيتم اللات والعزى}.

رختِ سفر باندھی جاتی اور وہاں نذرانے (چڑھاوے، نیازیں، چادریں اور قربانیاں) چڑھائی جاتیں، یہ سب صالحین کی محبت اور غلو کے نتیجے ہی میں رونما ہوا اور ایسے لوگوں کے بارے میں ہوا کہ اللہ ہی ان کے احوال اور انجام کو بہتر جانتا ہے۔

بہر حال جب یہ دونوں باتیں (قبر پرستی وبت پرستی) ایک ہی باب سے تعلق رکھتی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے پکی قبروں کے انہدام کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ اٹھا رکھا، اور اس پر تعمیر کرنے، یا اونچا کرنے، چونا گچھ کرنے، اس پر یا اس کی جانب نماز پڑھنے کی برائی سے انتہائی سختی کے ساتھ روکا اور ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کو مساجد بنا لیتے ہیں۔

سیدنا ابو الہیاج الاسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں مجھے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ''[84]

(کیا میں تجھے اس مشن پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا اور وہ یہ تھا کہ کوئی صورت ومورت نہ چھوڑنا مگر اسے مٹا ڈالنا، اور کوئی اونچی قبر نہ دیکھنا مگر اسے زمین کے برابر کر دینا)۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پکی واونچی قبروں کو بھی مسمار کرنے کے لئے روانہ کیا جیسا کہ تماثیل وتصاویر کو مٹانے کا حکم فرمایا، اور اس حقیقت کا بھی انکار ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کی ٹولیاں بنا کر مختلف علاقوں میں بتوں اور قبروں کو مسمار کرنے کے لئے بھیجا کرتے ہوں گے، جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا۔

ثمامہ بن شفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِأَرْضِ الرُّومِ بِرُودِسَ، فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا، فَأَمَرَ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ بِقَبْرِهِ فَسُوِّيَ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا''[85]

(ہم سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ روم (اٹلی) کے جزیرہ روڈس میں تھے کہ ہمارے ایک ساتھی کی وفات ہو گئی، سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے (تدفین کے بعد) اس کے قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا، تو وہ کر دی گئی۔ پھر فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو

---

[84] أخرجه مسلم 11-كتاب الجنائز، 31-باب الأمر بتسوية القبر، حديث (93)، وأبو داود 15-كتاب الجنائز، 72- باب في تسوية القبر، حديث (3218)، والترمذي 8-كتاب الجنائز، 56- باب ما جاء في تسوية القبور، حديث (1049)، والنسائي (73/4)، وأحمد في المسند (96،169/1).

[85] أخرجه مسلم 11- كتاب الجنائز، 31- باب الأمر بتسوية القبر، حديث (92)، وأبو داود 15-كتاب الجنائز، 72- باب في تسوية القبور، حديث (3219)، والنسائي (72/4-73).

قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے)۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”نَهَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ“[86]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت (درگاہ / مزار) بنانے سے منع فرمایا ہے)۔

سیدنا ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

”لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا“[87]

(قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو، اور نہ ہی ان پر (مجاور بن کر یا ویسے ہی) بیٹھو)۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ“[88]

(اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا، جس کی عبادت کی جائے، اس قوم پر اللہ تعالی کا سخت غضب نازل ہوا جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا)۔

اوثان اور قبروں کی جانب سے امت کو لاحق ہونے والے خطرے کا یہ نبوی اہتمام وشدید احساس زندگی بھر چلتا رہا، یہاں تک کہ امت کے سب سے بڑے خیر خواہ، نصیحت چاہنے والے اور امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس زندگی کی آخری سانس تک دامن

---

[86] أخرجه مسلم 11- كتاب الجنائز، 32- باب النهي عن تجصيص القبور والبناء عليها، حديث (94)، وأبو داود 15- كتاب الجنائز، 76- باب في البناء على القبر، حديث (3225)، والنسائي (72/4).

[87] أخرجه مسلم 11- كتاب الجنائز، 33- باب النهي عن الجلوس على القبر، حديث (97،98)، وأبو داود 15- كتاب الجنائز، 77- باب كراهية القعود على القبر، حديث (3229).

[88] أخرجه مالك في الموطأ 9- كتاب قصر الصلاة في السفر، 24- باب جامع الصلاة، حديث (85) مرسلاً، وأحمد (246/2)، ثنا سفيان عن حمزة بن المغيرة عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعاً.وابن سعد في الطبقات (240/2-241)، من طريق مالك به، و(241/2-242)، من طريق سفيان عن حمزة به. وأبو نعيم في الحلية (317/7) من طريق سفيان عن حمزة به.

گیر رہا۔ سیدنا جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے پانچ (دن) پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا:

"إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللهِ، أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى، قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا، لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ"[89]

(میں اللہ تعالی کے حضور بری ہوتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل[90] ہو، کیوں کہ اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ضرور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا، خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے، یاد رکھو! قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تم کو اس سے روکتا ہوں)۔

جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیقِ اعلیٰ (اللہ تعالی) کی رفاقت کو پسند کر لیا اور موت کا وقت قریب آگیا اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر توجہ امت کو قبروں کے فتنے کی خطرناکی سے آگاہ کرنے پر تھی، کہ جس سے امت کی اکثریت جاہل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر سخت اہتمام کو دیکھیں اور امت کی اس مہلک خطرے سے بے خبری ملاحظہ کریں!

سیدہ ام المومنین عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں:

"لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: وَهُوَ كَذَلِكَ،

---

[89] أخرجه مسلم 5- كتاب المساجد، 3- باب النهي عن بناء المساجد على القبور، حديث (23)، والنسائي في الكبرى (328/6) كما في تحفة الأشراف (443/2)، وأبو عوانة (401/1)، والطبراني (108/2)، حديث (1686)، وابن سعد في الطبقات (240/2) مختصراً.

[90] خلیل "خلة" سے ہے جو محبت کا سب سے عظیم درجہ ہے کہ جس کے بعد دل میں کسی اور کے لئے جگہ باقی نہیں رہتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلیل اللہ کے درجے پر فائز ہیں جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام تھے۔ اس سے بعض نام نہاد عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو محبت رسول واولیاء کے نام پر شرک میں مبتلا رہتے ہیں کی جہالت ظاہر ہوتی ہے کہ حبیب اللہ ہونے کو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بلند رتبہ سمجھتے ہیں جیسا کہ ان کے اشعار وکتابت اور نعروں وغیرہ میں ہوتا ہے، یا حبیب اللہ!۔ اور خلیل اللہ جو کہ اس سے کئی بلند درجہ ہے اس کا ذکر تک نہیں جبکہ وہ خاص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور حبیب اللہ تو عام مومن بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (البقرۃ: 195) (بے شک اللہ تعالی احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)۔ (القول المفید علی کتاب التوحید از شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے مختصر مفہوم) (توحید خالص ڈاٹ کام)

لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مِثْلَ مَا صَنَعُوا"[91]

(جب رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنی چادر منہ پر ڈالتے اور جب گھٹن ہوتی تو اسے چہرۂ مبارک سے ہٹا دیتے اور اسی حالت میں فرماتے: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا دیا۔ آپ ﷺ ان کے اس فعل سے اپنی امت کو ڈرا رہے تھے)۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا:

"أَدْخِلُوا عَلَيَّ أَصْحَابِي ، فَدَخَلُوا عَلَيْهِ وَهُوَ مُتَقَنِّعٌ بِبُرْدَةٍ مَعَافِرِيٍّ فَكَشَفَ الْقِنَاعَ، فَقَالَ: لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ"[92]

(میرے صحابہ کو میرے پاس لاؤ۔ جب صحابہ کرام آپ کی خدمت میں تشریف لائے تو آپ ﷺ ایک یمنی چادر[93] منہ پر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے، آپ نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی اور فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا)۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"كَانَ آخِرُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ نَبِيُّ اللهِ ﷺ أَنْ أَخْرِجُوا يَهُودَ الْحِجَازِ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ شِرَارَ النَّاسِ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ"[94]

---

91 أخرجه البخاري 23-كتاب الجنائز 61 -باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور، حديث(1330) وباب96- حديث(1389) ومسلم، 5- كتاب المساجد باب النهي عن بناء المساجد على القبور حديث(19) عن عائشة، وحديث(22) عن عائشة وابن عباس رضي الله عنهم، والنسائي (33/2)، والإمام أحمد المسند (218/1)، (34/6)، والدارمي(267/1).

92 رواه أحمد في مسنده (214/5)، والطبراني في الكبير (127/1)، حديث (393)، والطيالسي في مسنده (ص:88)، حديث (634) وفي إسناده قيس بن الربيع الأسدي قال الحافظ: صدوق تغير لما كبر، وأدخل عليه ابنه ما ليس من حديثه، وفيه كلثوم الخزاعي قال فيه الحافظ: مقبول، لكنه مع ذلك يصلح في الشواهد.

93 یہ "برود" چادر یمن کے ایک قبیلے معافر کی جانب منسوب ہے۔ (النہایۃ لابن الاثیر)

94 أخرجه الإمام أحمد (195/1) قال: ثنا أبو أحمد الزبيري، ثنا إبراهيم بن ميمون عن سعد بن سمرة عن سمرة بن جندب عن أبي عبيدة بن الجراح، أبو أحمد الزبيري ثقة ثبت/ع، وإبراهيم بن ميمون مولى آل سمرة وثّقه ابن معين وقال أبو حاتم: محله الصدق، تعجيل المنفعة (ص20)، وسعد بن سمرة وثقه النسائي وابن حبان، تعجيل (ص101). فهذا إسناد صحيح إن شاء الله.

(وہ آخری بات جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی یہ تھی کہ: حجاز کے یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دو، جان رکھو کہ لوگوں میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو قبروں کو مساجد بنالیتے ہیں)۔

آپ مسلم ممالک کے مشرق و مغرب میں گھوم پھر کر دیکھ لیں آپ کو عجائبات نظر آئیں گے کہ مندرجہ بالا نصوص میں جن باتوں سے مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے وہی پوری آب و تاب سے ان کے یہاں پائے جاتے ہیں۔

اور اگر ان پر یہ دلائل پڑھیں اور ان کے مصادر و حوالہ جات بتائیں، اور بتائیں کہ کس طرح سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس امت کی نامور شخصیات رحمۃ اللہ علیہم نے انہیں مضبوطی سے پکڑا تو وہ آپ کے سامنے ان لوگوں سے بھی کمزور ایسی ایسی باطل تاویلات لائیں گے کہ جنہوں نے کہا تھا کہ "بیع تو رباء (سود) کی مثل ہے" اور آپ پر گستاخ اولیاء کی تہمت چسپاں کر دیں گے۔

اصلاحِ عقائد اور مخالفت شرک ہی عقل و حکمت کا تقاضہ ہے

اب ہم اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ جب انبیاء علیہم السلام کی دعوت اپنے پہلو میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں سمیٹے ہوئے ہے اسی طرح انہوں نے ہر برائی سے ڈرایا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں جو قصے اللہ تعالی نے ہمارے لیے اپنی کتاب میں بیان فرمائے اور جب ہم اپنے نبی محمد ﷺ کی سیرت و سنت کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دعوتِ توحید، شرک و مظاہر و وسائل و اسبابِ شرک کے خلاف جنگ میں ان کی عمر اور دعوت کا ایک بڑا حصہ بیت گیا۔ یہاں تک کہ یوں لگتا ہے گویا کہ وہ بس اسی کام کو سرانجام دینے کے لئے دنیا میں تشریف لائے۔

پس کہاں ہیں ان کے سرکش اور ظالم حکمرانوں کے خلاف مواقف؟

جواب: انبیاء کرام علیہم السلام نے جو مؤقف اختیار فرمایا وہی عین حکمت و صواب اور عقل سلیم کا تقاضہ تھا۔

کیونکہ انسانوں کی سیاست، اقتصادیات اور اجتماعیت سے متعلق خطرات کی شرک اور اس کے نقصانات کے برابر تو کجا اس کے قریب تک کی حیثیت نہیں۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (النساء:48)

(بے شک اللہ اس (گناہ) کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جو (گناہ) ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے)

﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (المائدہ:72)

(بے شک جو اللہ کے ساتھ شریک کرے گا اللہ نے یقیناً اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے)

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ (الحج:31)

(اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندوں نے اسے اچک لیا، یا تیز و تند ہوا نے اسے کسی دور مقام پر پھینک دیا)

عقل حکمت اور فطرت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ شرک کے خطرے کا سب سے پہلے سدّباب کیا جائے، اور انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کی شرک کے خلاف جنگ پر مبنی دعوت برابر جاری رہنی چاہیے جب تک اس کے کوئی بھی آثار، یا کوئی مظاہر و شکل باقی ہے۔

اگر کسی قوم کے عقیدے پر مصائب ٹوٹ پڑے جیسے شرک جو اس کے عقیدے کو تباہ کر رہا ہو، ساتھ ہی اقتصادی اور سیاسی حالت پر بھی بیک وقت مصائب ٹوٹ پڑیں تو پھر پر حکمت علاج کی ابتداء کس سے کی جائے گی؟

جہاں تک انبیاء کرام علیہم السلام کا معاملہ ہے تو وہ پوری قوت کے ساتھ عقیدے کی مصیبت کے سوا کسی سے علاج کا آغاز نہیں فرماتے۔ اور تمام عقل مند انسانوں کا اس بات پر متفق ہیں کہ خطرناک بیماری کا علاج سب سے پہلے ہو۔ مثال کے طور پر اگر کسی عقل مند نے یہ دیکھا کہ کسی انسان کے جسم پر بیک وقت سانپ اور چیونٹی دونوں رینگ رہے ہیں تو اس شخص کی دانائی اس بات کا تقاضہ کرے گی کہ وہ سانپ کو فوراً دور کرے یا قتل ہی کر دے کیونکہ اس انسان کے حق میں اس کا خطرہ شدید ترین ہے، اس سلسلے میں ایک کیا، ہزاروں چیونٹیوں کی بھی پرواہ نہ کرے۔

اسی طرح سے اگر چند عقل مندوں نے دیکھا کہ ان پر پھاڑ کھانے والا شیر اور چوہوں کی ایک بڑی جماعت دونوں حملہ کرنے کے لئے مستعد تیار ہیں، تو وہ اپنی ساری توانائیاں شیر کے حملے کو پسپا کرنے پر لگا دیں گے، چوہوں کو وقتی طور پر فراموش کر دیں گے، چاہے ان کے ساتھ مینڈکوں کی بھی بھاری جمعیت ہو۔

اسی طرح اگر چند مسافروں نے دیکھا ان کا راستہ دو ایسے خطرناک راستوں میں بٹ گیا ہے جن میں سے کسی ایک پر چلنا ان کے لئے لازمی و ضروری ہے، ان دونوں راستوں کی کیفیت یہ ہے:

ایک راستہ: جس پر دہکتے آتش فشاں ہیں، جن سے لپکتے شعلے درختوں اور پتھروں تک کو بھسم کر رہے ہیں۔

دوسرا راستہ: جس میں کانٹے، تپتا میدان اور سورج کی تپش ہے۔

تو ایسی حالت میں ان کے عقل مند ضرور دوسرے راستے کے سوا کچھ اختیار نہ کریں گے۔

چلیں اب ہم سب سے شدید ترین فساد وبگاڑ کو لیتے ہیں یعنی سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی مفاسد پر غور کرتے ہیں، تو ہمیں ان تمام میں سب سے بڑافساد حکومتی فساد معلوم ہوتا ہے، لیکن آیئے، ہم حکمرانوں کے فساد کا عقیدہ کے فساد سے موازنہ کر کے دیکھتے ہیں، تو کیا یہ دونوں اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کی میزانِ عدل میں برابر ہیں، یا ان میں سے کسی ایک کا فساد اپنی خطرناکی اور انجام کی ہولناکی میں دوسرے سے بڑھا ہوا ہے؟!!

ہر دور، ہر زمانے اور تمام رسالتوں میں اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے میزان میں سب سے بڑا خطرہ جس پر توجہ مرکوز رکھنا ضروری سمجھا گیا وہ شرک اور مظاہر شرک کا خطرہ ہے، اس فساد کے آگے دنیا کا ہر فساد ہیچ ہے۔

اس لئے ہم مکرّر یہی کہیں گے اسی وجہ سے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت کا آغاز اصلاحِ عقیدہ، شرک اور مظاہر شرک کے خلاف محاذ آرائی سے کیا، مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے عقل وحکمت کا تقاضہ بھی یہی ہے:

1- شرک، ضلالت اور خرافات کی برائیاں جو لوگوں کے عقیدے سے جڑی ہوئی ہیں حکومت کے بگاڑ سے لاکھوں گنا بڑی ہیں، اگر ہم نے یہ تسلیم نہیں کیا تو گویا ہم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو لاشعوری طور پر معاذاللہ نادان قرار دے رہے ہیں، اور ہم اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتے ہیں ایسی گمراہی سے۔

یہ برائیاں حاکم اور محکوم دونوں کو شامل ہیں۔ چنانچہ حکمران خود بھی ہر جگہ ہر زمانے میں (سوائے مومن حکمرانوں کے) بتوں، اوثان اور قبروں کے آگے جھکتے چلے آرہے ہیں، وہ ان مزارات کی تعمیر، دفاع، عبادت اور ان کے لیے نذرانے پیش کرتے چلے آئے ہیں، وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان میں وہ زبردست غیبی طاقت موجود ہے جو ہماری ظاہری مادی سلطنت سے کہیں زیادہ طاقتور ہے، وہ اپنی غیبی سلطنت اور مخفی وغالب قوت سے انہیں فائدہ یا نقصان پہنچا سکتے ہیں یا کم از کم ان کے مقاصد کے تکمیل کے لئے اللہ تعالی سے سفارش کرسکتے ہیں۔

حکمرانوں کے اوثان کے آگے جھکے رہنے کی واضح مثال روئے زمین پر اللہ کے سب سے زیادہ سرکش اور طاغوت، خدائی کے دعویدار فرعون کی ہے، جس نے اکڑ کر کہا تھا:

﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ (النازعات:24)

(میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں)

﴿مَا عَلِمۡتُ لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرِىۡ﴾ (القصص:38)

(میں اپنے علاوہ تمہارے لئے کسی اور معبود کو نہیں جانتا)

جب اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا:

﴿وَقَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ اَتَذَرُ مُوۡسٰى وَقَوۡمَهٗ لِيُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ﴾ (الاعراف: 127)

(اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے اس سے کہا کیا تم نے موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد مچانے اور تم کو اور تمہارے معبودوں کو چھوڑ دینے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے)

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ فرعون جس سے بڑا سرکش زمین نے نہیں دیکھا باوجود ربوبیت کے دعوے کے اوثان کے آگے جھکا ہوا تھا اور انہیں معبود بنا رکھا تھا۔

اسی طرح کلدانیوں کے بادشاہ نمرود نے اپنی ربوبیت کا دعویٰ کیا، اس نے اپنے بتوں، جنہیں ابراہیم علیہ السلام نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا، کے انتقام کے لئے ابراہیم علیہ السلام کو زندہ آگ میں جلانے کا حکم صادر کیا۔ کیونکہ یہ ان کے بنائے گئے معبودات تھے، ادھر ہندوستان اور ایران کے بادشاہوں نے بھی اوثان اور آگ کی پرستش کی، اور ماضی میں شاہانِ روم اور دورِ حاضر میں یورپ اور امریکہ کے متعدد حکمران صلیب، مجسموں اور تصویروں کی پرستش کر رہے ہیں۔ ادھر دورِ ماضی اور حاضر کے کتنے مسلم حکمران ہیں جو مردوں کے فتنے میں مبتلا ہو کر صالحین کی قبروں کو پختہ کر رہے ہیں اور ان کے دل ان اصحابِ قبور کے ساتھ عقیدت، امید اور خوف سے جڑے ہوئے ہیں، اور اسی گناہِ عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں جس کا خدشہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے امت پر محسوس کیا تھا اور اس سے خبردار فرمایا تھا۔

اس گزارش سے آپ پر انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج کی اہمیت و حقانیت، اور اوثان و قبروں کے خلاف ان کے مؤقف کی عظمت اچھی طرح آشکار ہو گئی ہو گی۔ اسی طرح سے ابراہیم علیہ السلام کی حکمت اور ان کی فکر کی گہرائی اور دور اندیشی کا بھی اندازہ ہوا ہو گا کہ جب انہوں نے ایک ایسی صدا بلند کی جو آفاقِ عالم اور نسلِ انسانی میں قیامت تک گونجتی رہے گی:

﴿وَاجۡنُبۡنِىۡ وَبَنِىَّ اَنۡ نَّـعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ، رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ‌ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ‌ۚ وَمَنۡ عَصَانِىۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ (ابراہیم:35-36)

(اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھ، اے میرے رب! بے شک انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، پس جو میری پیروی کرے گا وہ میرا ہے، اور جو میرا نافرمان ہے پھر تو بے شک تو بخشنے والا اور مہربان ہے)

تو دیکھیں کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام جو کہ مکمل حق وصواب راہ پر تھے حکمرانوں کے خطرات سے جو کہ اگرچہ فساد وخطرات کے لحاظ سے بڑے جسیم ہیں سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کرنے کے بجائے بتوں واصنام کے خطرات سے اللہ تعالی کی پناہ طلب فرمارہے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے ان واضح دعوتی نمونوں خصوصاً جنہیں ان صفحات میں بیان کیا گیا اور اس میں سے بھی خاص ابراہیم و محمد علیہما السلام کی دعوت کو مدنظر رکھ کر ہم یہ سوال کریں کہ کیا وجہ ہے کہ ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو بتوں اور جو ان سے متعلقہ شرکیات (جیسے مزارپرستی وغیرہ) پر مرکوز پاتے ہیں جبکہ موجودہ دینی دعوتوں کو بنیادی واساسی عقیدے کے مسائل کے بجائے حکام اور فروعی حکم کے متعلقہ مسائل پر مرکوز دیکھتے ہیں۔

پس ان دونوں فریقوں میں سے منہجی اعتبار سے راستی پر اور مسلکی اعتبار سے ہدایت پر کون ہے؟

جواب: بلاشبہ یہ تو بہت ہی سخت سوال ہے جس سے ہم اللہ تعالی کے حضور معافی کے خواستگار ہیں کہ ایسی بات کی جانب ہمیں جانے پر ایسے داعیان نے مجبور کر دیا کہ جنہوں نے ایسے تاریک زمانے میں جنم لیا کہ جہاں اسلام اپنی اجنبیت کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اور ہواپرست (خواہش پرست) لوگوں کے ساتھ ان کی اہواء وباطل خواہشات ایسی چمٹی ہوئی ہیں اور پیچھا کر رہی ہیں کہ جیسے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کتا اپنے مالک کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے۔

ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں اور مناہج کا تقابلہ کرنا ہی جائز نہیں۔ جیسا کہ شعر ہے کہ:

أ لم تر أنَّ السيف ينقص قدره   إذا قيل إنَّ السيف أمضى من العصا

(کیا تم نہیں دیکھتے کہ تلوار کی شان کم ہو جاتی ہے

جب یہ کہا جائے کہ یہ تلوار تو لاٹھی سے بھی زیادہ تیز ہے)

بلکہ درحقیقت یہ معاملہ تو اس بھی کہیں درجے بلند ہے۔

2- دوسرا سبب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالی نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس لئے روانہ کیا کہ وہ لوگوں کو نیکیاں سکھائیں اور برائیوں اور اللہ کی پکڑ سے ڈرائیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾ (البقرۃ:213)

(لوگ ایک ہی امت تھے، پھر (انہوں نے اختلاف کیا تو) اللہ نے پیغمبروں کو بھیجا، جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہیں)

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

(المائدۃ:48)

(ہم نے تمام پیغمبروں کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا، پس جو ایمان لایا اور اپنی اصلاح کی تو ایسوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾ (الکھف:56)

(ہم نے تمام پیغمبروں کو نہیں بھیجا مگر صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر ہی)

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (النساء:165)

(رسول بھیجے جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہیں، تاکہ لوگوں کے لئے پیغمبروں کو بھیجنے کے بعد اللہ پر کوئی حجت نہ رہے)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ الْمُبَشِّرِينَ وَالْمُنْذِرِينَ"[95]

(کوئی اللہ سے زیادہ کسی کے لئے عذر کا موقع باقی رکھنا پسند نہیں کرتا اسی لئے اس نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے)۔

﴿فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (النحل:35)

(کیا پیغمبروں پر کھلا پہنچانے کے علاوہ بھی کچھ ہے؟)

---

[95] أخرجه البخاري 97- كتاب التوحيد، 20- باب قول النبي -ﷺ-: ((لا شخص أغير من الله))، حديث (7416)، ومسلم (1136/2)، 19- كتاب اللعان، حديث (17)، وأحمد في المسند (248/4)، والدارمي (73/2).

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (النور:54)

(اور رسول کے ذمہ تو بس صاف صاف پیغام پہنچا دینا ہی ہے)

﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (العنکبوت:18)

(اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے کئی امتوں نے جھٹلایا، اور رسول کے ذمے تو صرف کھلا پیغام پہنچانے کے سوا کچھ نہیں)

صاف پیغام پہنچا دینا، (نیکو کاروں کو) خوشخبری، اور (بروں کو اللہ کے عذاب سے) ڈرانے کا کام نہایت ہی جلیل القدر، عظیم اور افضل ہے، جس کی عظمت وفضیلت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کی انجام دہی کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام جیسے افضل واشرف گروہ کو چنا، جو کہ ان کے مقالی عالی کے شایان شان تھا کہ یہ سب سے کٹھن اور عظیم کام ہے جو بشریت کو سونپا گیا، اور ان کے بعد ان کے منہج پر چلنے والے مخلص اور سچے داعی اس کام کے وارث ہوئے۔ اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”أَشَدِّ النَّاسِ بَلَاءً الأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ“[96]

(انسانوں میں سب سے زیادہ مصائب سے انبیاء کرام علیہم السلام دوچار ہوئے، پھر وہ لوگ جو ان جیسے ہیں، پھر وہ لوگ جو ان جیسے ہیں)۔

ہم گذشتہ صفحات میں ان مشقتوں کا مختصر تذکرہ کر چکے ہیں ہیں جو توحید کے مبلغین کو پیش آتی ہیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ دوسرے لوگ اس میدان میں قدم رکھنے کی ہمت کیوں نہیں کر پاتے۔

3- تیسرا سبب یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ سب سے پہلے ایک حکومت کا خاتمہ کر کے دوسری حکومت قائم کریں، اس میں بھی اللہ کی بڑی حکمت پوشیدہ ہے، اس لئے کہ قیام حکومت کی دعوت میں دنیاداروں ،عہدے ومنصب کے بھوکوں، غرض مندوں، اقتدار پسندوں اور لالچی لوگوں کے لئے بڑی کشش ہوتی ہے[97]۔ یہ لوگ قیامِ

---

[96] أخرجه الترمذي (64/2)، وابن ماجة (1334/2) حديث (4023).

[97] جیسا کہ بہت سی سیاسی دینی جماعتوں کا حال ہے جن میں سے تازہ ترین جماعت اخوان المسلمین کہ اس میں "الضباط الأحرار" (آزاد فوجی آفیسرز جو حکومت گرا کر قابض ہونا چاہتے ہیں) اور بہت سے منفعت اندیش لوگ داخل ہوتے ہیں۔

حکومت کی ہر اس دعوت پر سر کے بل دوڑ پڑتے ہیں جس سے ان کی امیدیں، خواہشیں اور لالچ پوری ہوتی ہوں۔

واللہ اعلم، انہی اسباب اور ان کے علاوہ دیگر اسباب جنہیں اللہ ہی جانتا ہے کی وجہ سے اللہ خلاّق علیم و حکیم نے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت و مناہج کو ان لالچ اور شہوات اور جلد حاصل ہونے والی خواہشات کے پر کشش اور چمکدار نعروں سے محفوظ رکھا۔ جس کی وجہ سے انبیاء کی دعوت ایک ایسے ستھرے، شریف اور حکمت بھرے منہج پر چل پڑی جس میں ابتلاء و آزمائش کی خار دار وادیاں ہیں، جس کی وجہ سے ان کی اتباع صرف وہی مخلص اور سچے مومن ہی کر سکتے ہیں جو تمام لالچوں اور شخصی اغراض سے پاک ہو کر اپنے ایمان، توحید اور اطاعتِ رسول کا ثمرہ صرف جنت اور رب کی رضامندی میں تلاش کرتے ہیں، اور صرف اس کے غضب اور دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اسی لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے اکثر متبعین فقراء مساکین اور کمزور لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ قوم نوح کے الفاظ بیان کرتے ہے جو انہوں نے نوح علیہ الصلاۃ والسلام سے کہے تھے:

﴿قَالُوٓا اَنُؤۡمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ﴾ (الشعراء:111)

(انہوں نے کہا: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں جب کہ تمہاری اتّباع کرنے والے حقیر لوگ ہیں؟)

اللہ تعالی قومِ صالح کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِمَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ اَتَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرۡسَلٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ‌ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلَ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ‏ ۝ قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا بِالَّذِىۡۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ﴾ (الاعراف:75-76)

(اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کمزور طبقہ کے ان لوگوں سے پوچھا جو ایمان لا چکے تھے، کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح اپنے رب کا پیغمبر ہے؟ انہوں نے جواب دیا: بے شک جس پیغام کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں، وہ متکبر کہنے لگے: جس پر تم ایمان لائے ہو اس سے ہم کفر کرتے ہیں)

ہرقل نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا بڑے لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:، میں نے جواب دیا: کمزور لوگ۔ پھر ہرقل نے کہا: میں نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ کیا بڑے لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں یا کمزور طبقہ کے؟ تم نے بتایا کہ کمزور طبقہ کے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

کیا کسی جماعت کی اکثریت معیارِ حق ہے؟

قیام حکومت کی دعوت بڑی آسان ہے، اس دعوت کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا، کیوں کہ اکثر لوگ دنیا دار اور صاحبِ اغراض و شہوات ہی ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس دعوتِ توحید کی دشواریوں اور مصائب کی وجہ سے انبیاء کرام ﷩ کی اتباع کرنے والے صرف تھوڑے ہی ملتے ہیں۔ نوح علیہ السلام قرآن کے بیان کے مطابق اپنی قوم کو:

﴿فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا﴾ (العنکبوت:14)

(وہ ان میں پچاس کم ہزار برس رہے)

(ساڑھے نو سو سال) تک اللہ کی طرف بلاتے رہے، لیکن نتیجہ کیا نکلا؟

﴿وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ﴾ (ھود:40)

(ان پر ایمان نہیں لائے مگر بہت ہی تھوڑے لوگ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عُرِضَتْ عَلَيَّ الأُمَمُ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي، فَقِيلَ لِي: هَذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلامُ وَقَوْمُهُ، وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الأُفُقِ، فَنَظَرْتُ، فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِي: انْظُرْ إِلَى الأُفُقِ الآخَرِ، فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِي: هَذِهِ أُمَّتُكَ، وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، وَلَا عَذَابٍ"[98]

(مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، میں نے ایک نبی کو گزرتے دیکھا جن کے ساتھ ایک چھوٹا سا گروہ ہے، ایک نبی کو دیکھا ان کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں، ایک اور نبی کو دیکھا جن کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ پھر اچانک مجھے ایک بڑا گروہ دکھایا گیا میں سمجھا یہ میری امت ہے، مجھ سے کہا گیا: یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے، لیکن آپ اس کنارے دیکھیے، میں نے انسانوں کی ایک عظیم تعداد دیکھی، پھر مجھ سے کہا گیا کہ آپ ایک اور کنارے دیکھیے تو میں نے انسانوں کی ایک اور عظیم تعداد دیکھی مجھ سے کہا گیا:

---

[98] أخرجه البخاري 67- كتاب الطب، 17- باب من اكتوى أو كوى غيره، حديث (5705)، ومسلم 1- كتاب الإيمان، 94- باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنّة بغير حساب ولا عذاب، حديث (374)، وأحمد في المسند (271/1).

یہ آپ کی امت ہے، ان میں ستر ہزار ایسے ہیں جو بغیر حساب کتاب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے)۔

اور مشرکین کو ناقابل تردید حجتوں اور دلائل وبراہین سے مغلوب کرنے والے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھ لیں، اللہ تعالی ان کے اور ان پر ایمان لانے والوں کے تعلق سے ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (العنکبوت:26)

(ان پر لوط ایمان لائے اورانہوں نے فرمایا: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہاہوں، بے شک وہ زبردست غالب اور حکمت والاہے)

لوط علیہ السلام کے ساتھ عذابِ الٰہی سے نجات پانے والے جن میں شاید صرف لوط علیہ السلام کی صاحب زادیاں ہی تھیں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (الذاریات:35-36)

(ہم نے (عذاب کے وقت) اس میں جتنے بھی مومن تھے نکال دیے، اس (بستی) میں ہم نے ایک گھر والوں کے سوا کسی کو مسلمان نہیں پایا)

ایمان لانے والوں کی یہ قلتِ تعداد انبیاء کرام علیہم السلام کے مرتبہ کو ذرّہ برابر بھی گھٹا نہیں سکتی، بلکہ وہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ شریف و باوقار، احترام اور اخلاق و کردار کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے، اور کامل انسانی اوصاف، مردانہ شان و شوکت، شجاعت و بہادری، فصاحت وبلاغت، طاقتِ لسانی اور انسانیت کے لئے خیر خواہی اور قربانی جیسی خوبیوں میں ان سب سے بالا تھے۔

انہوں نے اپنے فرائض منصبی جیسے توحید کی جانب دعوت و تبلیغ، بشارت دینا اور خبر دار کرنے کا حق بدرجۂ اتم پورا کر دیا۔ اگر ان کے متبعین کم تھے اور بعض کا توماننے والا کوئی نہیں تھا تو سارے کا سارا قصور اس قوم کا ہے جس نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا، کیوں کہ ان کے نظر میں انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت ان کی ہیچ خواہشات سے میل نہیں کھاتی تھی۔

ہاں! کبھی اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کی امت کو ہدایت عطا کرتا ہے وہ قوم یا اس کی اکثریت، دین کو قبول کر لیتی ہے، پھر اللہ پر ایمان، تصدیق اور نیک اعمال کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو اقتدار اور حکومت کے پاک پھل سے نوازتا ہے، جس کے ذریعے وہ کلمہ حق بلند کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد اور شریعت واسلامی حدود نافذ کرنے اور دیگر شرعی امور جو اللہ تعالی نے ان کے لیے مشروع قرار دیے ہیں کے واجب کو ادا کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہ مقام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عطا

ہوا، اللہ نے ان کے ایمان، عملِ صالح اور مشرکین کی سرکشی و ظلم و زیادتیوں پر ان کے صبر جمیل کا یہ بدلہ دیا کہ ان کی نصرت فرمائی، اور ان کے دین حق کو غالب کر کے انہیں زمین پر اقتدار اور غلبہ عطا فرمایا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا﴾

(النور:۵۵)

(اللہ تم میں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان سے وعدہ کر چکا ہے کہ وہ انہیں زمین پر ضرور خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ خلیفہ بنایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو مضبوطی سے جمادے گا جو وہ ان کے لئے پسند کر چکا ہے۔ اور ان کے (موجودہ) خوف کو امن سے بدل دے گا۔ (بشرطیکہ) وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں)

کیا انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام حکومت قائم کرنے آئے تھے؟

اس کے باوجود وہ کسی بادشاہت و مملکت کے طالب نہ تھے بلکہ وہ تو توحید و ہدایت کے داعی تھے، اور نہ ہی اپنے پیروکاروں کو کسی سیاسی تحریک و انقلابات کے لئے تیار کیا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکومت کی پیشکش

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ کی بادشاہت پیش کی گئی، لیکن آپ نے اسے ٹھکرا دیا، توحید کی دعوت اور شرک و اوثان کی مخالفت برابر جاری رکھی۔

"جب قریش آپ کے معاملے میں پریشان ہوگئے تو انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا، جس نے آپ سے اس طرح گفتگو کی:

بھتیجے! ہماری قوم میں جو تمہارا مقام و مرتبہ اور بلند پایہ نسب ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ اب تم اپنی قوم میں ایک بڑا معاملہ لے کر آئے ہو، جس کی وجہ سے تم نے ان کی جماعت میں پھوٹ ڈال دی، ان کی عقلوں کو حماقت سے دوچار بتلایا، ان کے معبودوں اور ان کے دین کی عیب جوئی کی اور جو ان کے آباء و اجداد گزر چکے ہیں انہیں کافر ٹھہرایا۔ لہٰذا میری بات سنو، میں تمہیں کچھ پیشکش کرتا ہوں ان پر غور کرو شاید کہ کوئی پیشکش قبول کر لو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو الولید! کہو میں سنوں گا۔

اس نے کہا: بھتیجے! یہ معاملہ جسے تم لے کر آئے ہو اگر اس سے مال حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کیے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار بن جاؤ، اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اعزاز و مرتبہ حاصل کرو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنائے لیتے ہیں، یہاں تک کہ تمہارے بغیر کسی معاملہ کا فیصلہ نہ کریں گے، اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ بادشاہ بن جاؤ تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنائے لیتے ہیں، اور اگر یہ جو تمہارے پاس آتا ہے کوئی جن بھوت ہے، جسے تم دیکھتے ہو لیکن اپنے آپ سے دفع نہیں کر سکتے، تو ہم تمہارے لئے اس کا علاج و طب تلاش کئے دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ہم اتنا مال خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں کہ تم شفایاب ہو جاؤ، کیوں کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جن بھوت انسان پر غالب آجاتا ہے اور اس کا علاج کروانا پڑتا ہے، (یا جیسا اس نے انہیں کہا)۔ رسول اللہ ﷺ اسے سنتے رہے یہاں تک کہ جب عتبہ فارغ ہو چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابو الولید تم فارغ ہو گئے؟ اس نے کہا: ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا! اب میری سنو۔ کہا: ٹھیک ہے سنوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. حٰمٓ، تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ، بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ...﴾ (فصلت:1-4)

(شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ حم، یہ رحمٰن و رحیم کی طرف سے نازل کی ہوئی ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں، عربی قرآن، ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں، جو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، لیکن ان میں سے اکثر نے منہ موڑا اور وہ سنتے نہیں ہیں۔۔۔)

رسول اللہ ﷺ آگے پڑھتے جا رہے تھے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے چپ چاپ سنتا جا رہا تھا۔ جب آپ سجدہ کی آیت پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا، پھر فرمایا:

ابو الولید! تمہیں جو کچھ سننا تھا سن چکے، اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔۔۔

عتبہ اٹھا اور قریش کے پاس آیا، جب وہ ان کے پاس بیٹھا تو انہوں نے پوچھا: ابو الولید! پیچھے کی کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: پیچھے کی خبر یہ ہے کہ میں نے بے شک ایسا کلام سنا ہے کہ ویسا کلام اللہ کی قسم! میں نے کبھی نہیں سنا، اللہ کی قسم! وہ شعر ہے، نہ جادو اور نہ کہانت، قریش کے لوگو! میری بات مانو اور اس معاملے کو مجھ پر چھوڑ دو، میری رائے یہ کہ اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ کر الگ تھلگ بیٹھے رہو، اللہ کی قسم! میں نے جو قول سنا ہے اس سے کوئی زبردست واقعہ رونما ہو کر رہے گا، پھر اگر اس شخص کو عرب نے مار ڈالا تو تمہارا کام دوسروں کے ذریعے انجام پا جائے گا اور اگر یہ شخص عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہت تمہاری

بادشاہت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی اور اس کا وجود تمہارے لئے سب سے بڑھ کر سعادت کا باعث ہو گا۔ لوگوں نے کہا: ابوالولید! اللہ کی قسم، تم پر بھی اس کی زبان کا جادو چل گیا۔ عتبہ نے کہا: اس شخص کے بارے میں میری رائے یہی ہے، اب تمہیں جو ٹھیک معلوم ہو کرو"[99]۔

ابن اسحاق عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: قریش کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تقریباً وہی پیش کش کی جو عتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کر چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"تمہاری اس پیش کش کی مجھے کوئی ضرورت نہیں، میں جو کچھ تمہارے پاس لے کر آیا ہوں اس لیے نہیں کہ تم سے مال مانگنا ہے، اور تم میں بڑا بننا ہے اور تم پر اپنی بادشاہت قائم کرنی ہے۔ بلکہ اللہ نے مجھے تمہاری جانب پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، اور مجھ پر کتاب اتاری ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لیے خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا بن جاؤں۔ پس میں نے تمہیں اپنے رب کے احکامات پہنچا دئے ہیں، اور تمہاری خیر خواہی کی ہے۔ اب اگر تم اسے قبول کرتے ہو جو کچھ میں لے کر آیا ہوں تو یہ تمہاری دنیوی اور اخروی سعادت ہے، اور اگر تم نے ٹھکرا دیا تو میں اللہ کا حکم آجانے تک انتظار کروں گا، یہاں تک کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمادے۔۔۔"[100]۔

اسی میں سے یہ بھی ہے کہ ایک روایت (بشرط صحت) میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبائل کی اس طلب کو ٹھکرا دیا کہ آپ کی وفات کے بعد حکومت انہیں سونپی جائے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھے زہری نے بیان کیا:

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے اور انہیں اللہ کی طرف بلایا اور ان پر اپنے آپ کو پیش کیا، تو ان میں سے ایک شخص جسے بحیرہ بن فراس کہا جاتا تھا نے کہا: اللہ کی قسم! اگر اس جوان کو میں قریش سے حاصل کر لوں تو اس کے

---

[99] سیرت ابن ہشام: 1/ 293-294 اسے ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے حدثنی یزید بن ابی زیاد عن محمد بن کعب القرظي، قال: حدثت ان عتبة بن ربيعة۔۔۔ اور پورا قصہ بیان کیا، السیرۃ لابن ہشام۔۔۔ اور اس کا ایک شاہد حدیث جابر میں بھی ہے جس کی روایت عبد بن حمید اور ابویعلیٰ نے کی، اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے چناچہ اس کے ذریعہ اس قصہ کی روایت کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔

[100] سیرت ابن ہشام: ۲۹۶،۲۹۵/ ۱ا ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بعض اہل علم نے سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد و غلام عکرمہ سے ابن عباس کی روایت بیان کی کہ: قریش کا ایک وفد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان کے طور پر جمع ہوا۔۔۔ اور یہ اپنے سے پہلے والے قصہ کو مزید تقویت دیتا ہے اور یہ سب روایات ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔

ذریعے سارے عرب کو نگل جاؤں گا۔اس نے آپ سے کہا: اگر ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور آپ کو اللہ اپنے مخالفین پر غلبہ عطا کرے تو کیا آپ کے بعد حکومت ہماری ہو گی؟

آپ نے فرمایا: حکومت اللہ کی ہے جسے چاہے گا عطا کرے گا۔

اس نے یہ کہتے ہوئے آپ کی دعوت ٹھکرادی کہ: ہم سارے عرب کے مقابلے میں اپنے سینوں کو آپ کے لئے سپر بنائیں، پھر جب اللہ آپ کو غلبہ عطا کرے گا تو کیا اقتدار ہمارا نہیں دوسروں کا ہو گا؟ پھر ہمیں اس دین کی کوئی ضرورت نہیں اور انکار کردیا"[101]۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی حکومت کو گرانے اور اس کی جگہ کسی نئی حکومت کو قائم کرنے کے لئے نہیں آئے تھے ،اور نہ ہی انہوں نے بادشاہت کی خواہش کی اور نہ اس کے حصول کے لئے جماعتیں اور تنظیمیں بنائیں، بلکہ وہ انسانیت کی ہدایت کے لیے اور انہیں گمراہی وشرک سے بچانے، اور اندھیرے سے روشنی کی طرف لاکر انہیں اللہ تعالی کی نعمتیں یاد دلا کر اس کی پکڑ سے ڈرانے کے لئے آئے تھے۔

اگر کبھی انہیں بادشاہت کی پیشکش بھی ہوئی تو انہوں نے ٹھکرادیا اور اپنی دعوت کے راستے پر گامزن رہے۔

قریش نے بھی آپ ﷺ کو بادشاہ بنانا چاہا لیکن آپ نے رد کردیا۔

آپ ﷺ کو (اللہ کی طرف سے) بادشاہ نبی یا بندہ رسول دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کرلینے کا اختیار بھی دیا گیا، تو آپ ﷺ نے بندہ رسول بنناہی اختیار فرمایا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"جَلَسَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا مَلَكٌ يَنْزِلُ، فَقَالَ جِبْرِيلُ: إِنَّ هَذَا الْمَلَكَ مَا نَزَلَ مُنْذُ يَوْمِ خُلِقَ قَبْلَ السَّاعَةِ، فَلَمَّا نَزَلَ، قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ رَبُّكَ، قَالَ: أَفَمَلِكًا نَبِيًّا يَجْعَلُكَ، أَوْ عَبْدًا رَسُولًا؟ قَالَ جِبْرِيلُ: تَوَاضَعْ لِرَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: بَلْ عَبْدًا رَسُولًا"[102]

---

101 السيرة لابن هشام (1/424-425)، والسيرة النبوية للذهبي (ص:189-190).

102 مسند احمد: ۲۳۱/۲ اور ابن حبان نے جیسا کہ المورد (ص:525) رقم 2137 میں ہے، اور یہ دونوں محمد بن فضیل عن عمارة بن القعقاع عن ابی

(جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ نے آسمان کی طرف دیکھا تو ایک فرشتہ اتر رہا تھا۔ جبریل نے کہا: بے شک یہ فرشتہ جب سے پیدا ہوا ہے آج سے پہلے تک کبھی زمین پر نہیں اترا۔ جب وہ آیا تو کہنے لگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے رب نے مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ وہ آپ کو بادشاہ نبی بنائے یا بندہ رسول بنائے؟ جبریل نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے رب کے لئے تواضع اختیار کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو بندہ رسول ہی رہوں گا)۔

اسی میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے صرف جنت کے وعدہ پر بیعت لی، حالانکہ انصار نے بڑے ہی سخت اور نازک حالات میں بیعت کی تھی، آپ نے ان سے عہدوں، بادشاہت، مال، حکومت یا اس جیسی جلد ملنے والی دنیوی مرغوبات کا وعدہ نہیں کیا۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:

"إِنِّي لَمِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِينَ بَايَعُوا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ: بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِيَ، بِالْجَنَّةِ"

(میں ان نقیبوں (سرداروں / کیپٹن) میں سے ایک تھا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ کہتے ہیں: ہم نے جن باتوں پر بیعت کی تھی وہ یہ تھے: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زناکاری نہیں کریں گے، نہ کسی جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ناحق قتل کریں گے، نہ ڈاکہ ڈالیں گے نہ ہی (اللہ اور اس کے رسول کی) نافرمانی کریں گے، پس (اس کے صلے میں) ہمیں جنت ملے گی)۔

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:

"انْطَلَقَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَعَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ إِلَى السَّبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ عِنْدَ الْعَقَبَةِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، فَقَالَ: لِيَتَكَلَّمْ مُتَكَلِّمُكُمْ، وَلَا يُطِيلُ الْخُطْبَةَ، فَإِنَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَيْنًا، وَإِنْ يَعْلَمُوا بِكُمْ يَفْضَحُوكُمْ، فَقَالَ قَائِلُهُمْ وَهُوَ أَبُو أُمَامَةَ: سَلْ يَا مُحَمَّدُ لِرَبِّكَ مَا شِئْتَ، ثُمَّ سَلْ لِنَفْسِكَ وَلِأَصْحَابِكَ مَا شِئْتَ، ثُمَّ أَخْبِرْنَا مَا لَنَا مِنَ الثَّوَابِ عَلَى اللهِ وَعَلَيْكُمْ إِذَا فَعَلْنَا ذَلِكَ؟ قَالَ: فَقَالَ: أَسْأَلُكُمْ لِرَبِّي أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَسْأَلُكُمْ لِنَفْسِي

زرعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہے۔ شیخ البانی الصحیحۃ (6/3) میں فرماتے ہیں: یہ اسناد مسلم کی شرط پر صحیح ہیں۔ اور اس کا ایک شاہد حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں بھی ہے جسے بغوی نے شرح السنۃ 13 / 248-249 میں نقل کیا جس کی سند ضعیف ہے۔

وَلِأَصْحَابِي أَنْ تُؤْوُونَا، وَتَنْصُرُونَا، وَتَمْنَعُونَا مِمَّا مَنَعْتُمْ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ، قَالُوا: فَمَا لَنَا إِذَا فَعَلْنَا ذَلِكَ؟ قَالَ: لَكُمُ الْجَنَّةُ، قَالُوا: فَلَكَ ذَلِكَ"[103]

(رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت عقبہ کے وقت درخت کے نیچے تشریف لائے، آپ نے فرمایا:

تمہاری جانب سے ایک آدمی بات کرے اور بات کو طول نہ دے، کیوں کہ مشرکین نے تم پر جاسوس چھوڑ رکھے ہیں، اگر وہ تمہارے بارے میں جان لیں گے تو تمہارا بھانڈا پھوڑ دیں گے۔

لہذا ان کی جانب سے بات کرنے والے نے بات کی جو کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ تھے:

اے محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! آپ اپنے رب کے لئے، اپنی ذات کے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے جو کچھ مانگنا ہو مانگیں، پھر ہمیں بتائیں کہ اس کا ثواب اللہ کی جانب سے ہمیں کیا ملے گا، اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف سے اگر ہم یہ کریں گے؟

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ تم صرف اسی کی عبادت کروگے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگے، اور میں اپنی ذات اور اپنے اصحاب کے لئے تم سے یہ مانگتا ہوں کہ تم ہم کو پناہ دوگے، مدد کروگے اور ہماری ہر اس چیز سے حفاظت کروگے جس سے تم اپنے آپ کی حفاظت کرتے ہو۔

انصار نے کہا: اگر ہم نے یہ کیا تو ہمیں کیا ملے گا؟

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تمہارے لئے جنت ہے۔

انصار نے کہا: پھر تو ہماری طرف سے یہ ساری چیزیں آپ کے لیے حاضر ہیں)۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا:

"مَكَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يَتْبَعُ النَّاسَ فِي مَنَازِلِهِمْ بِعُكَاظٍ وَمَجَنَّةَ، وَفِي الْمَوَاسِمِ بِمِنًى، يَقُولُ: مَنْ يُؤْوِينِي؟ مَنْ يَنْصُرُنِي؟ حَتَّى أُبَلِّغَ رِسَالَةَ رَبِّي، وَلَهُ الْجَنَّةُ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ أَوْ مِنْ مُضَرَ كَذَا

---

103 مسند احمد: ۱۲۰،۱۱۹ / ۴ فرماتے ہیں: ثنا یحیی بن ابی زکریا ابن ابی زائدۃ حدثنی ابی عن عامر یعنی الشعبي پھر اس سند سے ان سے روایت کی عن مجالد عن عامر الشعبي عن ابی مسعود الانصاري پھر اس سند سے عن اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبي فرماتے ہیں: کسی بوڑھے یا جوان سے ایسا خطبہ نہیں سنا گیا۔

قَالَ: فَيَأْتِيهِ قَوْمُهُ، فَيَقُولُونَ: احْذَرْ غُلَامَ قُرَيْشٍ، لَا يَفْتِنُكَ، وَيَمْشِي بَيْنَ رِجَالِهِمْ، وَهُمْ يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ، حَتَّى بَعَثَنَا اللهُ إِلَيْهِ مِنْ يَثْرِبَ، فَآوَيْنَاهُ وَصَدَّقْنَاهُ، فَيَخْرُجُ الرَّجُلُ مِنَّا، فَيُؤْمِنُ بِهِ، وَيُقْرِئُهُ الْقُرْآنَ، فَيَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ، فَيُسْلِمُونَ بِإِسْلَامِهِ، حَتَّى لَمْ يَبْقَ دَارٌ مِنْ دُورِ الْأَنْصَارِ إِلَّا وَفِيهَا رَهْطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُظْهِرُونَ الْإِسْلَامَ، ثُمَّ ائْتَمَرُوا جَمِيعًا، فَقُلْنَا: حَتَّى مَتَى نَتْرُكُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُطْرَدُ فِي جِبَالِ مَكَّةَ وَيَخَافُ؟ فَرَحَلَ إِلَيْهِ مِنَّا سَبْعُونَ رَجُلًا، حَتَّى قَدِمُوا عَلَيْهِ فِي الْمَوْسِمِ، فَوَاعَدْنَاهُ شِعْبَ الْعَقَبَةِ، فَاجْتَمَعْنَا عَلَيْهِ مِنْ رَجُلٍ وَرَجُلَيْنِ، حَتَّى تَوَافَيْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: تُبَايِعُونِي عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي النَّشَاطِ وَالْكَسَلِ، وَالنَّفَقَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَعَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأَنْ تَقُولُوا فِي اللهِ، لَا تَخَافُونَ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، وَعَلَى أَنْ تَنْصُرُونِي، فَتَمْنَعُونِي إِذَا قَدِمْتُ عَلَيْكُمْ مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ وَأَزْوَاجَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ، وَلَكُمُ الْجَنَّةُ، قَالَ: فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَبَايَعْنَاهُ، وَأَخَذَ بِيَدِهِ أَسْعَدُ بْنُ زُرَارَةَ، وَهُوَ مِنْ أَصْغَرِهِمْ، فَقَالَ: رُوَيْدًا يَا أَهْلَ يَثْرِبَ، فَإِنَّا لَمْ نَضْرِبْ أَكْبَادَ الْإِبِلِ إِلَّا وَنَحْنُ نَعْلَمُ، أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَإِنَّ إِخْرَاجَهُ الْيَوْمَ مُفَارَقَةُ الْعَرَبِ كَافَّةً، وَقَتْلُ خِيَارِكُمْ، وَأَنَّ تَعَضَّكُمُ السُّيُوفُ، فَإِمَّا أَنْتُمْ قَوْمٌ تَصْبِرُونَ عَلَى ذَلِكَ، وَأَجْرُكُمْ عَلَى اللهِ، وَإِمَّا أَنْتُمْ قَوْمٌ تَخَافُونَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ جَبِينَةً، فَبَيِّنُوا ذَلِكَ، فَهُوَ عُذْرٌ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ، قَالُوا: أَمِطْ عَنَّا يَا أَسْعَدُ، فَوَاللهِ لَا نَدَعُ هَذِهِ الْبَيْعَةَ أَبَدًا، وَلَا نَسْلُبُهَا أَبَدًا، قَالَ: فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَبَايَعْنَاهُ، فَأَخَذَ عَلَيْنَا وَشَرَطَ، وَيُعْطِينَا عَلَى ذَلِكَ الْجَنَّةَ"[104]

(رسول اللہ ﷺ مکہ میں نبوت کے دس سال رہے، آپ عکاظ اور مجنہ کے میلوں میں ایام حج میں منیٰ کے میدان میں

---

[104] أخرجه الإمام أحمد (322/3): ثنا عبد الرزاق أنا معمر عن ابن خثيم عن أبي الزبير عن جابر، (339/3): ثنا إسحاق بن عيسى ثنا يحيى بن سليم عن عبد الله بن عثمان = ابن خثيم عن أبي الزبير أنّه حدثه عن جابر أن رسول الله ﷺ ....، وذكر الحديث. وأخرجه ابن حبان في صحيحه كما في موارد الظمآن (ص:408)، والحاكم (624/2) وصححه ووافقه الذهبي وقد تابع أبا الزبير الإمام الشعبي –رحمه الله– قال البزار –رحمه الله–: ((حدثنا محمد بن معمر ثنا قبيصة ثنا سفيان عن جابر وداود –هو ابن أبي هند– عن الشعبي عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ للنقباء من الأنصار: تؤوني وقالوا: نعم، فما لنا؟ قال: الجنة.قال البزار: لا نعلمه يروى عن الشعبي إلاّ بهذا الإسناد)). انظر كشف الأستار (307/2). وقد ذكر الحافظ ابن حجر هذه الأحاديث وحكى تصحيح بعضها وحسن بعضها وقوى بعضها. انظر فتح الباري (222/7–223).

لوگوں کے خیموں میں جاتے اور فرماتے:

کون ہے جو مجھے ٹھکانہ دے اور میری مدد کرے؟ تاکہ میں اپنے رب کے پیغام کو پہنچا سکوں، تو اس کے لئے جنت ہے۔

یہاں تک کہ یمن کا یا مضر کا آدمی آتا تو آپ ﷺ کی قوم کے لوگ اس کے پاس آکر کہتے: ذرا اس قریش زادے سے بچنا، کہیں وہ تمہیں بھی فتنہ میں نہ ڈالے۔ آپ بازار میں ان کے مردوں کے درمیان چلتے تو لوگ اپنی انگلیاں آپ پر اٹھاتے، یہاں تک کہ اللہ نے یثرب سے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا، ہم نے آپ کو پناہ دی اور آپ کو سچا جانا، ہمارا کوئی آدمی آپ کے پاس مکہ جاتا اور آپ پر ایمان لاتا، آپ اسے قرآن سکھاتے، وہ اپنے گھر واپس لوٹتا اور اس کے گھر والے اس کی وجہ سے مسلمان بن جاتے، یہاں تک کہ انصار کے گھروں میں کوئی بھی ایسا گھرانہ نہیں بچا جس میں اسلام پر علانیہ عمل نہ ہوتا ہو۔ پھر ہم نے آپس میں طے کیا کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے، ٹھوکریں کھاتے اور خوف زدہ کئے جاتے ہوئے چھوڑے رکھیں گے!؟ (اس لئے آپ کو یثرب آنے کی دعوت دیں گے) ہم ستر آدمی موسمِ حج میں آپ کے پاس گئے، ہم عقبہ (گھاٹی) میں وعدہ کے مطابق ایک ایک دو دو کی ٹولیوں میں جمع ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم سب جمع ہو گئے، ہم نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم آپ سے بیعت کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ چستی اور سستی ہر حال میں سنو گے، اور مانو گے، تنگی اور خوشحالی ہر حال میں خرچ کرو گے، اور بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے، اللہ کی خاطر بات کرو گے اور اس کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرو گے، اور جب میں تمہارے پاس آجاؤں تو میری مدد کرو گے، اور جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری حفاظت کرو گے، اور تمہارے لئے جنت ہے۔

فرماتے ہیں: ہم آپ ﷺ سے بیعت کے لئے لپکے، مگر عین اسی وقت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ جو ان سب میں کم عمر تھے نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: اے اہل یثرب! ذرا ٹھہر جاؤ! ہم آپ ﷺ کی خدمت میں اونٹنیوں کا کلیجہ مار کر (یعنی لمبا سفر طے کر کے) حاضر نہیں ہوئے مگر اس یقین کے ساتھ ہیں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آج آپ کو یہاں سے لے جانے کا معنی ہے سارے عرب سے دشمنی، اپنے چیدہ چیدہ سرداروں کا قتل اور تلواروں کی مار، اب اگر آپ لوگ یہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں تو انہیں لے لیں اور آپ کا اجر اللہ پر ہے، اور اگر آپ لوگ اپنے متعلق کوئی اندیشہ رکھتے ہیں اور ڈرتے ہیں تو انہیں ابھی سے چھوڑ دیں، یہ اللہ کے نزدیک آپ کے حق میں زیادہ قابل عذر ہو گا۔ لوگوں نے کہا: اسعد! اپنا ہاتھ ہٹاؤ، کیونکہ اللہ کی قسم! ہم اس بیعت کو نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ توڑ سکتے ہیں۔ اس کے بعد ایک ایک آدمی نے اٹھ کر بیعت کی، پس آپ ﷺ نے ہم سے بیعت لی اس شرط پر کہ ہمیں اس کے بدلے میں جنت ملے گی)۔

عہدوں کی ہوس اور اسلامی احکام

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے سیاسی اسلوب اپنانے اور لوگوں کو اعلیٰ عہدوں کا لالچ دینے سے بہت دور رہتے ہوئے صحابہ کرام کی تربیت قرآن و سنت، ایمان، سچائی اور اپنے ہر عمل میں اللہ کے لیے اخلاص اپنانے پر فرمائی۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ کرام نے اسلام سے پہلے بھی اور مسلمان ہونے کے بعد بھی کسی حکومتی عہدے کی تمنا نہیں کی۔ صحابہ کرام میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھ لیں کہ آپ کبار صحابہ میں سے ہیں اور ان میں سے مضبوط شخصیت کے حامل ہیں، اس کے باوجود آپ ﷺ نے انہیں بھی کسی عہدے کا لالچ نہیں دیا اور نہ ہی منصب پانے کی خواہش ان کے دل میں کبھی ابھری، ہاں زندگی میں ایک مرتبہ بعثتِ نبوی کے بیسویں سال جنگِ خیبر کے دن یہ خواہش ان کے دل میں ابھری، جب رسول االلہ ﷺ نے یہ اعلان کیا:

”لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ إِلَّا يَوْمَئِذٍ“[105]

(میں ضرور کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اللہ اس کے ہاتھوں فتح دلائے گا۔ صحابہ کرام نے ساری رات جاگتے سوچتے ہوئے گزار دی کہ وہ خوش نصیب کون ہو گا جس کو جھنڈا دیا جائے گا؟ اور عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ: میرے دل میں امارت کی خواہش کبھی پیدا نہیں ہوئی مگر صرف اس دن)۔

ان صحابہ کرام کے دل میں یہ خواہش کیا کسی دنیوی امارت کو حاصل کرنے کے لئے ابھری، یا اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے عظیم مقام کو حاصل کرنے کے لئے؟ اگر آپ ﷺ صحابہ کرام کو امارت محبوب کرکے دکھاتے، اس پر ان کی تربیت کرتے

---

[105] أخرجه مسلم، 44- كتاب الفضائل، 4- باب فضائل علي رضي الله عنه ، حديث (33)، = عن أبي هريرة. وحديث (34)، عن سهل بن سعد وفيه:((فباتوا يدوكون ليلتهم أيهم يعطاها)). وفيه: ((رجل يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله))(**اس روایت میں الفاظ ہیں کہ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں**) .وحديث (32) عن سعد بن أبي وقاص وفيه: ((لأعطين الراية رجلاً يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله)) **فرمایا کہ ہم اس کے لئے سوچ و بیچار کرتے رہے جس کا سبب وہی ہے جو ذکر ہوا کہ اس اللہ تعالی کے یہاں اعلیٰ منزلت و درجہ کو پا سکیں نہ کہ نفس امارت کے لئے**-.وأخرجه البخاري، 56- كتاب الجهاد، 143-باب فضل من أسلم على يديه رجل، حديث (3009)، و62- كتاب فضائل الصحابة، 9- باب مناقب علي رضي الله عنه، حديث (3701).والترمذي، 50- كتاب المناقب، باب (21)، حديث (3734) و (638/5)، وابن ماجة في المقدمة11، حديث (117)، إسناده ضعيف فيه محمد بن أبي ليلى وهو ضعيف.

اور اس کی تمنا اور آسرا دلاتے تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں دنیوی امارت کی کبھی خواہش نہیں کی؟

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ صحابہ کرام کو عہدوں سے نفرت دلاتے اور اس کی حرص رکھنے سے ڈرایا کرتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ“[106]

(بے شک تم عنقریب امارت کی حرص کروگے، جو عنقریب قیامت کے دن ندامت کا باعث بنے گی، دودھ پلانے والی کیا ہی اچھی اور دودھ چھڑانے والی کیا ہی بری ہے)۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدے کی طلب اور اس کی حرص سے منع فرمایا۔

چناچہ عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ! لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا“[107]

(اے عبد الرحمن! کبھی امارت طلب نہ کرو، کیوں کہ اگر تم کو تمہاری مانگ پر دی جائے تو تم اسی کے حوالے کر دیئے جاؤ گے، لیکن اگر بغیر طلب کے تمہیں عطا ہو تو اللہ کی مدد تمہارے شاملِ حال ہو گی)۔

بلکہ یہ اسلامی قانون ہی بنا دیا گیا کہ جو عہدے کا عاشق ہو اور اس کی حرص رکھے تو اسے عہدہ ہی نہ دیا جائے۔

---

[106] أخرجه البخاري،93- كتاب الأحكام، 7- باب ما يكره من الحرص على الإمارة، حديث (7148)، والإمام أحمد في مسنده (448/2)، والنسائي في كتاب آداب القاضي (199/8) حافظ ابن الحجر فتح الباری (13/126) میں فرماتے ہیں: دودھ پلانے والی یعنی حکومت بہت اچھی لگتی ہے کہ اس میں جاہ ومال کا حصول، اور اپنے حکم کا نفاذ ہوتا ہے، اور اس کے حصول کے وقت حسی اور وہمی لذات حاصل رہتی ہیں، اور دودھ چھڑانے والی بری ہے یعنی جب حکومت جاتی ہے موت کے ذریعے یا اس کے علاوہ کسی طریقے سے، اور آخرت میں جو اس کا کڑا حساب ہو گا۔

[107] أخرجه البخاري 93- كتاب الأحكام، 7- باب من سأل الإمارة وكل إليها، حديث (7147)، ومسلم 33- كتاب الإمارة، 3- باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها، حديث (13)، والنسائي (198/8).

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِّي، فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذَلِكَ: فَقَالَ: إِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ وفی لفظ عند مسلم: مَا تَقُولُ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ ؟، قَالَ: فَقُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، قَالَ وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ وَقَدْ قَلَصَتْ، فَقَالَ: لَنْ أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ وَلَكِنْ اذْهَبْ أَنْتَ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ، فَبَعَثَهُ عَلَى الْيَمَنِ ثُمَّ أَتْبَعَهُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ۔ وفی النسائی: إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ فِي عَمَلِنَا بِمَنْ سَأَلَنَا“[108]

(میں اور میرے دو چچیرے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو جس چیز کا والی بنایا ہے اس میں سے کچھ پر آپ ہمیں امیر بنادیں۔ دوسرے نے بھی یہی کہا، آپ نے فرمایا: ہم اس کام پر ایسے شخص کو متعین نہیں کرتے جو اسے مانگتا یا اس کی حرص رکھتا ہو۔

اور صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

اے ابو موسیٰ یا اے عبد اللہ بن قیس! اس معاملے میں تم کیا کہتے ہو؟

میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث کیا، انہوں نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ ان کے دل کے اندر کیا ہے، اور نہ ہی مجھے یہ احساس تھا کہ یہ آپ سے (حکومتی) کام مانگیں گے۔ کہتے ہیں کہ میں آپ کے سکڑے ہوئے ہونٹ کے نیچے مسواک کی طرف دیکھ رہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اس معاملے میں اس شخص کو کبھی عامل نہیں بنائیں گے یا بناتے ہیں جو اس اسے چاہتا ہو، لیکن اے ابو موسیٰ! تم جاؤ۔، آپ نے انہیں یمن کا عامل بنا کر بھیجا، پھر ان کے پیچھے معاذ بن جبل کو روانہ کیا۔

اور النسائی کی روایت میں ہے:

---

108 أخرجه البخاري 93- كتاب الأحكام، 6- باب ما يكره من الحرص على الإمارة، حديث (7149)، ومسلم 33- كتاب الإمارة، 3- باب النهي عن طلب الإمارة، حديث (14،15) (1456/3)، والنسائي (198/8).

بے شک ہم اپنے اس کام میں اس سے مدد نہیں لیتے جو اس کا سوال کرے)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مہلب کہتے ہیں: اقتدار کی حرص باہمی لڑائیوں کی اصل وجہ ہے، جس کے سبب خون بہتا ہے اور مال و عصمتیں حلال کر لی جاتی ہیں، اور اسی کی وجہ سے زمین میں عظیم فساد برپا ہوتا ہے، اور یہ باعثِ ندامت اس لئے ہے کہ صاحبِ اقتدار کے لئے قتل یا موت یا معزول کر دئے جانے کے بعد اس میں داخل ہونے پر ندامت کرتا ہے، کیوں کہ اس کے بعد اس کے کئے ہوئے جرائم کا تاوان وصول کیا جائے گا، جبکہ اقتدار کے مزے اور جس کی وہ حرص کرتا رہا وہ عہدے سے علیحدگی کے فوراً بعد ختم ہو جاتے ہیں۔

ہاں اس سے اس حالت کو مستثنیٰ قرار دیا جائے گا اگر کوئی حکمران مر جائے اور دوسرا اسے لے لے اس وجہ سے کہ اس کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہ ہو جو اس شخص کی طرح لائق اور ذمہ داری کے بوجھ کو اٹھانے والا ہو، اور اس کا اس ذمے داری کو نہ اٹھانے کی وجہ سے فساد ہو اور حالات خراب ہو جائیں "[109]۔

بہر حال حکومت اور عدلیہ یہ ایسے ضروری امور ہیں جن کے بغیر مسلمانوں کی زندگی قائم نہیں رہ سکتی، انہیں کے ذریعے جان، مال و عزت کی حفاظت ہوتی ہے۔

لیکن امراء اور قضاۃ (ججوں) کے تقرر میں رسول اللہ ﷺ کے طریقے و منہج کی پیروی ضروری ہے، یہ مناصب ان لوگوں کو نہ دئے جائیں جو طلب کرتے ہوں، اس کی خواہش رکھتے ہوں اور الیکشن کے ذریعہ اپنے آپ کو بطور امیدوار کھڑا کرتے ہوں، یہ تمام صورتیں عہدے کی رغبت کے زمرے میں آتی ہیں۔

بلکہ ان لوگوں کو چنا جائے جو علم، اور تقویٰ کے اعتبار سے اس لائق ہوں اور اس سے بے رغبتی رکھتے ہوں۔

پھر ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم تربیت کے تعلق سے اس منہج نبوی سے استفادہ کریں۔ لہذا ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ نوجوانوں کو قیادت، صدارت اور امارت کی طلب پر ابھاریں، اگر ہم نے یہ کیا تو ہم نے آپ ﷺ کی ہدایت کی مخالفت کی اور نوجوانوں کو ہلاکت میں ڈال دیا، پھر آخر رسول اللہ ﷺ کے منہج کی مخالفت کر کے ہم دنیا و آخرت کی کونسی کامیابی کی امید کر رہے ہیں؟

---

[109] (فتح الباری: ۱۲۶/۱۳)۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ، وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (النور:47-48)

(کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں، اور اطاعت کرتے ہیں، پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پیٹھ پھیر جاتا ہے اور ایسے لوگ مومن نہیں، اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ جاتا ہے)

ان تمام باتوں سے ہم نے یہ جان لیا کہ توحید کی دعوت، شرک اور مظاہر واسباب شرک کے خلاف محاذ آرائی میں پیغمبروں کا منہج بلاشبہ عقل، حکمت اور فطرت پر قائم ہے، اور ہم نے اس بارے میں کتاب وسنت کے اور عقلی زاویے سے بھی اجمالی وتفصیلی دلائل جان لیے۔

کسی بھی زمان ومکان میں انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج سے ہٹنے کا عدمِ جواز اور اس کے اسباب

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دعوت الی اللہ میں کسی بھی زمانے وحالات میں داعیان الی اللہ کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج سے ہٹنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گزشتہ اور آئندہ دلائل کی روشنی میں جواب یہی ہے کہ اس منہج کو چھوڑ کر کسی بھی منہج پر عمل کرنا شرعی وعقلی طور پر جائز نہیں، کیوں کہ:

1-یہی وہ سب سے بہترین راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اول تا آخر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے مقرر فرمایا۔

اس منہج کو مقرر کرنے والا خود اللہ تعالی ہے جو تمام انسانوں کا خالق، انسانی فطرت کو اور جو چیز ان کی روح اور دل کی اصلاح ودرستگی کا سبب ہے کو بخوبی جاننے والا ہے:

﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (الملک:14)

(کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ حالانکہ وہ باریک بین اور ہر چیز سے باخبر ہے)

وہ حکیم وعلیم ہے اپنے تخلیق میں بھی اور اپنی شریعت میں بھی، اور اسی نے یہ منہج اپنی مخلوق میں سے سب سے افضل کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

2- تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اسی منہج کا التزام کیا اور اسی طریقہ پر کاربند رہے، جو اس بات پر بالکل واضح دلیل ہے کہ یہ اجتہاد کا میدان نہیں ہے۔ ہم نہیں پاتے:

کسی پیغمبر نے اپنی دعوت کا آغاز تصوّف سے کیا ہو۔

کسی نے فلسفے اور کلام سے کیا ہو۔

اور دوسروں نے سیاست سے کیا ہو۔

بلکہ ہم پاتے ہیں کہ تمام کے تمام پیغمبروں نے ایک ہی منہج کی اتباع کی اور ایک ہی طرح کا سب نے اہتمام کیا اور وہ ہے سب سے پہلے اول درجے پر ہمیشہ توحید کی دعوت۔

3- اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر (جن کی اتباع ہم پر فرض ہے) گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اقتداء اور ان کے مسلک کی اتباع کو واجب قرار دیا، اٹھارہ پیغمبروں کے تذکرے کے بعد فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام:90)

(یہی وہ لوگ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت عطا کی تھی، پس آپ بھی انہیں کے طریقے پر چلیے)

اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کر کے اور اس کا شدید اہتمام کر کے ان کے طریقے کی اقتداء فرمائی۔

4- چونکہ ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت اپنی مکمل و بھرپور صورت میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت میں پائی جاتی تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کرتے ہوئے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے منہج کی اتباع کا حکم دیا:

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل:123)

(پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں جو یکسو تھے اور مشرک نہیں تھے)

آپ کی اتباع کے حکم میں آپ کی ملت کی پیروی شامل ہے جو کہ توحید کی دعوت اور شرک کی مخالفت ہے، اور آپ کے منہج پر چلنے کو بھی شامل ہے جو کہ اپنی دعوت کو توحید سے شروع کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو بھی اس نبیٔ حنیف کی ملت کی پیروی کا حکم دیا ہے جس نے اس تاکید کو اور زیادہ کر دیا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۗ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (آل عمران:95)

(کہو! اللہ نے سچ کہا: تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو یکسو تھے اور مشرکوں میں نہ تھے)

چنانچہ یہ امت مسلمہ مامور ہے آپ کی ملت کی پیروی کرنے پر، اب جس طرح آپ کی ملت کی مخالفت ناجائز ہے اسی طرح توحید کی دعوت، شرک، مظاہر و وسائل شرک کے خلاف محاذ آرائی میں بھی آپ کے منہج سے ہٹنا ناجائز ہے۔

5- ارشاد ربانی ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (النساء:59)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے میں سے ولاۃ امور (حکمرانوں) کی، اگر تم آپس میں کسی معاملے میں اختلاف کرلو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے)

جب ہم قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ تمام پیغمبروں کا عقیدہ توحید کا عقیدہ تھا، اور ان کی دعوت کا آغاز اسی سے ہوا ان کی تمام تعلیمات میں سب سے اہم اور عظیم توحید ہی تھی۔

اور ہم پاتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو ان کی اتباع اور ان کے منہج کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ اور اگر ہم رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ پر غور کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ بلاشبہ آپ کی دعوت، آغاز سے انجام تک توحید کا اہتمام، شرک، اس کے مظاہر اور وسائلِ شرک کی مخالفت کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہم نے گزشتہ صفحات میں اس سے متعلق کچھ باتیں ذکر کر دی ہیں۔

6- اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کرنے کے بعد اسے فطری و شرعی قانون کی لڑی میں پرو دیا۔ کائنات کے لئے کچھ قانون بنائے گئے ہیں، اگر ان قوانین میں خلل آگیا تو ساری کائنات عظیم تباہی سے دوچار ہو جائے گی۔ چنانچہ آسمانوں، زمین، افلاک، ستارے اور سورج، چاند کے لئے دستور وضع کیے ہیں، اگر اس دستور میں خلل واقع ہوا تو کائنات کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔

یہ بھی اللہ کا فطری دستور ہے کہ تمام جاندار بشمول انسان، روح اور جسم سے زندہ رہتے ہیں، اگر روح جسم سے نکل گئی تو جسم مر جائے گا، بگڑ جائے گا، اور سڑ جائے گا، پھر ضروری ہو جائے گا کہ اسے زمین میں دفن کر دیا جائے تاکہ زمیں کے باشندوں کو اس کی سڑن اور بدبو سے تکلیف نہ ہو۔

اسی طرح اللہ کا دستور عالم نباتات کے لئے یہ ہے کہ درخت صرف جڑ اور تنے پر کھڑا رہ کر زندہ رہے گا۔ جب جڑ ہی کاٹ دی

جائیں تو شاخیں مرجھا جاتی اور زندگی سے محروم ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح عالمِ شرائع کے لئے یہ دستور ہے کہ کوئی بھی شریعت صرف عقیدہ سے ہی قائم رہ سکتی ہے۔ اگر شریعت سے عقیدہ ہٹ جائے تو صحیح شریعت باقی نہیں رہتی۔

شریعت ابراہیمی علیہ السلام کی مثال لیں، جو عرب میں صدیوں باقی رہی، لیکن جس وقت عمرو بن لُحی الخزاعی نے اس میں شرک داخل کیا تو وہ ایک وثنی وبت پرست شریعت بن گئی۔ اس کی حقیقت بدل گئی۔ کیوں کہ اس نے اس عقیدۂ توحید کو کھو دیا جس بنیاد پر وہ قائم تھی اور وہ اس کی اصل اصیل تھی۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ، كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ“[110]

(میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا، یہی وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے اونٹنیوں کو بتوں کے نام پر چھوڑا)۔

اور انہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لأَكْثَمَ بْنِ الْجَوْنِ الْخُزَاعِيِّ: يَا أَكْثَمُ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيِّ بْنِ قَمْعَةَ بْنِ خِنْدِفٍ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ، فَمَا رَأَيْتُ رَجُلاً أَشْبَهَ بِرَجُلٍ مِنْكَ بِهِ وَلا بِكَ مِنْهُ، فَقَالَ أَكْثَمُ: عَسَى أَنْ يَضُرَّنِي شَبَهُهُ يَا نَبِيَّ اللهِ، قَالَ: لا، إِنَّكَ مُؤْمِنٌ وَهُوَ كَافِرٌ إِنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ غَيَّرَ دِينَ إِسْمَاعِيلَ، فَنَصَبَ الأَوْثَانَ وَبَحَرَ الْبَحِيرَةَ، وَسَيَّبَ السَّائِبَةَ، وَوَصَلَ الْوَصِيلَةَ، وَحَمَى الْحَامِي“[111]

(میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اَکثم بن الجون الخزاعی سے یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا وہ اپنی آنتیں دوزخ میں کھینچ رہا تھا، میں نے اس جیسا تمہارے سوا کسی اور کو نہیں دیکھا اور نہ تم جیسا اس کے علاوہ کسی کو دیکھا ہے۔ اکثم

---

[110] أخرجه البخاري 65- كتاب التفسير، باب ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام، حديث (4623)، ومسلم، 10- كتاب الكسوف، حديث (9)، و51- كتاب الجنة، باب (13) حديث (50،51)، وأحمد (257/2).

[111] السيرة لابن هشام (76/1) قال: قال ابن إسحاق: وحدثني محمد بن إبراهيم التيمي أنَّ أبا صالح السمان حدثه أنه سمع أبا هريرة يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكر الحديث وقد صرح ابن إسحاق بالتحديث وبقية الإسناد ثقات فهو إسناد حسن على أقل تقدير.

نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہو سکتا ہے کہ اس کی مشابہت مجھے نقصان پہنچائے۔ آپ نے فرمایا: نہیں تم مومن ہو اور وہ کافر تھا، یہی وہ شخص تھا، جس نے سب سے پہلے اسماعیل علیہ السلام کے دین کو بدل ڈالا اور بتوں کو نصب کیا اور بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام[112] وغیرہ کو ایجاد کیا)۔

ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے لائے ہوئے شرعی عقیدے کو عمرو بن لحی کے بدلنے کے بعد یہ مقدس دین وثنی وبت پرست دین میں تبدیل ہو کر رہ گیا، اگرچہ کہ عرب کے بت واوثان پرست اپنی نسبت ابراہیم علیہ السلام کی جانب کرنے پر مصر تھے، اور وہ آپ کی شریعت کے کچھ بقایا، جیسے بیت اللہ کی تعظیم، اس کا طواف، حج وعمرہ کی ادائیگی، عرفہ ومزدلفہ میں قیام اور اونٹوں کی قربانی جیسی اللہ کا تقرب عطاء کرنے والی عبادتوں کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔

اسی طرح موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی رسالت، توحید کی دعوت اور آسمانی شریعت پر قائم تھی، لیکن جب یہودیوں کے اس قول سے کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کے اس قول سے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں ان دونوں مذہبوں نے توحید کا عنصر کھودیا تو یہ دونوں کافر دین میں تبدیل ہو گئے، جن کی نسبت نہ اللہ کی طرف جائز ہے اور نہ ہی ان دو محترم پیغمبروں کی طرف۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ. وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (التوبۃ:29-30)

---

112 یہ اسماء ان چوپایوں کے ہیں جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑے جاتے تھے، جن کا ذکر قرآن کریم سورۂ مائدۃ 103 میں ہے۔ ان کی تفصیل کے بارے میں خباب بن سعید رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں وارد ہے کہ "بحيرة" وہ جانور جس کا دودھ دوہنا چھوڑ دیا جاتا تھا اور کہا جاتا یہ بتوں کے لئے ہے۔ چنانچہ کوئی شخص اس کے تھنوں کو ہاتھ نہ لگاتا۔ "سائبة" وہ جانور جسے وہ بتوں کے لئے آزاد چھوڑ دیتے تھے، اسے نہ سواری کے لئے استعمال کرتے نہ باربرداری کے لئے۔ "وصيلة" وہ اونٹنی جس سے پہلی مرتبہ مادہ پیدا ہوتی اور اس کے بعد پھر دوبارہ مادہ پیدا ہوتی (یعنی ایک کے بعد ایک مادہ ان کے درمیان کسی نر کی پیدائش کی وجہ سے تفریق نہ ہوتی) ایسی اونٹنی کو بھی وہ بتوں کے لئے آزاد چھوڑ دیتے۔ اور "حام" وہ نر اونٹ ہے جس کی نسل سے کئی بچے ہو چکے ہوں، تو اس سے بھی سواری اور باربرداری کا کام نہ لیتے اور بتوں کے نام چھوڑ دیتے، اسے وہ حامی کہتے۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

(اہل کتاب میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے، نہ اس چیز کو حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، اور نہ ہی سچا دین قبول کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں، اور یہود نے کہا: کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے، اور نصاریٰ نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، جو وہ اگلے کافروں کی دیکھا دیکھی میں کر رہے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں دھوکا کھائے جا رہے ہیں)

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

”إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ، تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ، فَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللهِ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ بَرٌّ أَوْ فَاجِرٌ، وَغُبَّرَاتُ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَيُدْعَى الْيَهُودُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا: كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللهِ، فَيُقَالُ لَهُمْ: كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ، فَمَاذَا تَبْغُونَ؟ فَقَالُوا: عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا، فَيُشَارُ أَلَا تَرِدُونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ، ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا: كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللهِ، فَيُقَالُ لَهُمْ: كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَاذَا تَبْغُونَ؟ فَكَذَلِكَ مِثْلَ الْأَوَّلِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ، أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ فِي أَدْنَى صُورَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا، فَيُقَالُ: مَاذَا تَنْتَظِرُونَ؟ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ، قَالُوا: فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلَى أَفْقَرِ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ، وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِي كُنَّا نَعْبُدُ، فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ: لَا نُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، مَرَّتَيْنِ“[113]

(قیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا! جو امت جس کی عبادت کرتی تھی اس کے ساتھ چلی جائے[114]، ان میں سے کوئی باقی

---

[113] أخرجه البخاري، 65- كتاب التفسير، سورة النساء 8- باب إن الله لا يظلم مثقال ذرة، حديث (4581)، ومسلم، 1- كتاب الإيمان، 81- باب معرفة الرؤية، حديث (302).

[114] یہ وہ شرک ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان:13) (بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے) یہ راہ ہو گی تمام بت پرستوں اور اور اہل کتاب کی کہ ”تتبع كل أمة ما كانت تعبد...إلخ“ (ہر امت اپنے معبود کے پیچھے جائے گی۔۔) اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو توحید سے جاہل ہوتے ہیں اور اس عظیم شرک کے معاملے کو بہت ہلکا سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو دیہاتوں والا اور سادہ لوح شرک ہے محض اس معاملہ کو ہلکا ظاہر کرنے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے جانشینوں کی دعوت کی توہین کرنے کو اور دوسری طرف حکمرانوں

نہیں رہے گا کہ جو اللہ کے علاوہ بتوں اور تھان کو پوجتے تھے الا یہ کہ وہ سب جہنم کی آگ میں جا گریں گے، یہاں تک کہ جب صرف اللہ کی عبادت کرنے والے چاہے وہ نیکو کار ہوں یا بدکار باقی رہیں گے اور کچھ اہل کتاب کے باقی ماندہ لوگ[115]، سب سے پہلے یہود کو بلایا جائے گا، پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: اللہ کے بیٹے عزیر کی۔ ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو اللہ کی نہ بیوی ہے نہ بیٹا، تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: اے رب! ہم پیاسے ہیں پانی پلا۔ انہیں اشارہ کیا جائے گا کہ کیا اس طرف نہیں چلتے۔ پس وہ اس آگ کی طرف ہانکے جائیں گے جو ایک دوسرے کو کھائے جارہی ہوگی، وہ اسے دور سے چمکتی ہوئی ریت سمجھ کر (جو پانی معلوم ہوگی) وہاں لپکیں گے، پھر اسی میں جا گریں گے۔

پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا، ان سے پوچھا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو اللہ کی نہ بیوی ہے نہ بیٹا۔ پھر کہا جائے گا: تم کیا چاہتے ہو؟ وہ وہی کہیں گے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو یہود کے ساتھ ہوا۔

یہاں تک کہ صرف اللہ کی ہی عبادت کرنے والے باقی رہ جائیں گے۔ ان میں اچھے برے تمام (مگر سب موحد) ہوں گے۔ ان کے پاس رب العالمین ایسی صورت میں جلوہ گر ہوگا جو پہلی صورت سے جسے وہ دیکھ چکے ہوں گے ملتی جلتی ہوگی (یہ وہ صورت نہ ہوگی) اب ان سے کہا جائے گا: تم کس کا انتظار کررہے ہو؟ جب کہ ہر امت اپنے معبود کے ساتھ جارہی ہے؟ وہ کہیں گے: جس وقت میں ہم کو ان گمراہ لوگوں کی ضرورت تھی اس وقت ہم ان سے جدا رہے، ان کا ساتھ نہیں دیا، اب ہم اپنے رب کا انتظار کررہے ہیں، جس کی ہم عبادت کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں ہی تمہارا رب ہوں، وہ دو مرتبہ کہیں گے: ہم اپنے رب

کے خلاف اپنی سیاسی کشمکش کو اور جو کچھ وہ عادات وتقالید کی پیروی کرتے ہیں اسے جدید تمدنی شرک قرار دیتے ہیں۔ محض اسے اور اپنی دعوت کو اس کی حد سے بڑھا چڑھا کر ظاہر کرنے کی خاطر۔ لوگوں کو یہ تاثر دے کر کہ گویا ہم ان مشکلات سے بھی بڑی مشکلات سے نبرد آزما ہیں جس سے انبیاء کرام، ان کے جانشین اور وہ مصلحین جنہوں نے شرک اکبر اور اس سے ملحقہ گمراہیوں کے خلاف جنگ میں ان کے منہج کی پیروی کی برسرپیکار تھے۔ پھر کیوں نہیں اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جدید تمدنی شرک اور ان کے بت (پارلیمنٹ وغیرہ) کی راہ کا ذکر فرمایا﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ (مریم:64) (اور تمہارا رب بھولنے والا نہیں) کیا اس جدید تمدنی شرک کے بیان کے لئے کسی نئی نبوت کی ضرورت ہے جو ان کی اور ان کے بتوں جیسے کلچر، تقالید وعادات وغیرہ اور ان کی راہ کی نشاندہی کرے گی جس پر وہ بروز قیامت چلے گیں؟ ہم ہرگز بھی ان گناہوں کو ہلکا خیال نہیں کرتے لیکن ہم اس شدید غلو کے مخالفت کرتے ہیں جو پچھلے خوارج کے گناہوں کے متعلق غلو سے بھی کئی درجہ بڑھ کر ہے۔

[115] الغبرات: غُبَّر کی جمع ہے۔النهاية في غريب الحديث (338/3).حافظ ابن حجر الفتح (449/11) میں فرماتے ہیں: غُبَّر أهل الكتاب، بضم الغين المعجمة وتشديد الموحدة اور مسلم کی روایت میں ہے: وغَبَّر أهل الكتاب. كلاهما جمع غابر والغبرات: جمع غبَّر وغبَّر جمع غابر ويجمع أيضاً على أغبار، وغبر الشيء بقيته. (غبر کسی چیز کے بقایاجات کو کہا جاتا ہے)۔

کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں)۔

مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ بلاشبہ یہود اور نصاریٰ نے عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کی عبادت کر کے اور ان کے بارے میں جو کچھ وہ کہتے تھے کہہ کر ان دونوں پیغمبروں کے توحید اور ایمان والی رسالتوں کو بگاڑ دیا، جس کی وجہ سے وہ مشرکین و کفار بن گئے، اور یہ دونوں سچی رسالتیں ان کی خبیث حرکتوں اور گھٹیاں تحریفوں کے سبب دوو شن وبت پرست وکافرادیان میں تبدیل ہو گئیں۔ جن کی نسبت نہ اللہ کی جانب درست ہے اور نہ دونوں برگزیدہ پیغمبروں کی طرف، اگرچہ شریعت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی کئی چیزیں بنا تحریف ان میں اب تک باقی ہی کیوں نہ ہوں۔

اس سے قارئین کرام پر یہ بات اچھی طرح عیاں ہوگئی کہ عقیدہ توحید، تمام پیغمبروں بشمول، خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعتوں میں وہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے جیسے عمارت کے لیے اساس، کوئی عمارت بغیر اساس کے کھڑی نہیں رہ سکتی، اور جیسے درخت کے لیے اس کی جڑیں، جڑ کے بغیر درخت کی زندگی قائم نہیں رہ سکتی، اور جیسے جسم کے لیے روح، جسم کا قائم رہنا اور اس میں زندگی رہنا روح کے بغیر ممکن نہیں۔ لہذا یہ عقلی اور شرعی دلیلیں اہل نظر کو وہ پیمانہ دیتی ہیں کہ وہ اس پر پرکھ کر ان مختلف دعوتوں کا جائزہ لیں تاکہ جان لیں کہ کون سی دعوت انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج کے مطابق ہے اور کون سی اس جادۂ حق سے ہٹی ہوئی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کے تشریعی طریقے کو سمجھانے کے لئے بطور وضاحت تین مثالیں مزید پیش کرتا ہوں، جس سے یہ عیاں ہوگا کہ نظم وترتیب کی پابندی اسلام کے ہر کام کے لئے لازمی ہے جس سے ہرگز ہٹا نہیں جا سکتا۔

1- نماز:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عملی طور پر نماز کی تعلیم دی ہے، اور فرمایا:

"صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي"[116]

(نماز ایسے پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے دیکھا ہے)۔

---

[116] أخرجه البخاري، 10- كتاب الأذان، 18- باب أذان المسافر، حديث (631)، و78- كتاب الطب، 27- باب رحمة الناس والبهائم، حديث (6008)، و95- كتاب أخبار الآحاد، 1- باب ما جاء في إجازة خبر الواحد، حديث (7246)، ومسلم،5- كتاب المساجد، 53- باب من أحق بالإمامة، حديث (292)، والنسائي (8/2)، = والدارمي (329/1)، حديث (1256)، وأحمد (436/3)، كلهم من حديث مالك بن الحويرث رضي الله عنه.

آپ ﷺ نے نماز کو قیام سے شروع کیا، پھر تکبیر کہی، پھر قرأت فرمائی، پھر رکوع، پھر سجدہ کیا، یہ پہلی اور دوسری رکعت میں آپ کا عمل تھا، پھر دوسری رکعت بھی ایسے ہی ادا فرمائی، پھر آپ ﷺ نے پہلا تشہد کیا پھر دوسرا تشہد کیا، پھر سلام پھیرا۔

اگر کوئی جماعت یہ کہے کہ: آج کے دور میں یہ افضل یا واجب ہے کہ ہم نماز سلام سے شروع کریں اور تکبیر پر ختم کریں، یا رکوع سے پہلے سجدہ کریں، یا تشہد کو فاتحہ کی جگہ رکھیں یا فاتحہ تشہد کی جگہ پر رکھیں۔ پس اگر کسی نے اس طرح نماز ادا کی یا ثابت شدہ طریقے میں تھوڑے سے ردوبدل سے کام لیا، کیا اس کی نماز صحیح ہوگی یا اسلامی ہوگی ؟!!

2-حج:

رسول اللہ ﷺ نے حج کیا اور لوگوں کو مناسکِ حج سکھلائے پھر فرمایا:

"خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ"[117]

(تم مجھ سے حج کے احکام سیکھو)۔

عرفات میں ٹھہرنے کا وقت اور دن متعین فرمایا جو کہ 9 ذی الحجہ ہے، اسی طرح سے مزدلفہ میں ایک معین رات گزرانے کا حکم دیا، اور یوم النحر (10 ذی الحجہ) اور ایام تشریق (11، 12، 13 ذی الحجہ) کے دن اور راتوں کو ایک خاص جگہ اور خاص وقت میں گزارنے کا حکم دیا، طواف افاضہ کے لئے ایک معین وقت، سعی کے لئے بھی ایک خاص جگہ صفا سے مروہ کے مابین مقرر فرمائی، اس کی ابتداء اور اختتام کی تحدید فرمائی۔

اگر کوئی جماعت ان مناسک میں سے کچھ کے اوقات اور مقامات بدلنا چاہے مثال کے طور پر کہے کہ کو طواف افاضہ 7/ ذی الحجہ کو رکھا جائے اور اسے (بجائے کعبۃ اللہ کے) صفا مروہ کے درمیان کیا جائے۔ اور ہم میدانِ عرفات میں پڑاؤ کو 8 ذی الحجہ میں منتقل کرنا چاہتے ہیں، یا 10 ذی الحجہ کو مزدلفہ یا منیٰ منتقل کرنا چاہتے ہیں، اور قربانی میدانِ عرفات میں کرنا چاہتے ہیں، یا حاجیوں کے احوال وظروف اور حسب مصلحت ان مناسک میں تقدیم یا تاخیر کرلیں، تو کیا یہ حج اسلامی کہلائے گا، یا اسے اس عظیم عبادت کی صورت مسخ کرنا اور اس کے ساتھ کھلواڑ قرار دیا جائے گا؟!!

---

117 صحیح مسلم 2294، السنن الکبری للبیھقی 8815۔

3- مقصدِ تحریر:

محمد رسول اللہ ﷺ نے اور اسی طرح سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا۔ اور آپ ﷺ اپنے تمام امراءاور مبلغوں کو دین کی دعوت توحید سے شروع کرنے کی وصیت فرماتے کہ جس کی مثالیں احادیث مبارکہ میں بھری پڑی ہیں۔ جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ۔ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ"[118]

(تم ایک ایسی قوم کی طرف جارہے ہو جو اہل کتاب سے ہے، تو چاہیے کہ سب سے پہلے ان کو لا إله إلا الله (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں) اور بے شک میں (محمد ﷺ) رسول اللہ ہوں کی گواہی کی طرف بلاؤ، اگر انہوں نے اس میں تمہاری بات مان لی تو تم ان کو بتلاؤ کہ اللہ نے شب وروز میں ان پر پانچ نمازیں فرض کر رکھی ہیں۔ اگر وہ اس میں بھی تمہاری مان لیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ نے ان پر ایک صدقہ (زکوٰۃ) فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لے کر انہی کے غریبوں میں تقسیم کر دی جائے گی)۔

کیا آپ اس حدیث میں ایک منظم دعوت اور منظم شریعت کو نہیں دیکھتے۔

جو اصل الاصول (توحید) سے شروع ہو کر درجہ بدرجہ اہم چیزوں کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے، ہم اس واضح ترتیب کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہیں؟ اور کیوں اس کا التزام وپابندی نہیں کرتے؟ ایسا کیوں ہے کہ ہم عبادات اور اس کے جزئیات کے معاملے میں اللہ کے تشریعی طریقے اور ترتیب کی باریکیوں تک کو تو سمجھ رہے ہیں، لیکن دعوت کے میدان میں متواتر تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ کے مقرر کردہ جن اصول وضوابط، طریقے اور ترتیب کی ایک ہی نہج پر پابندی کی، اس کو نہیں سمجھ رہے۔

اور اس عظیم منہج کی مخالفت یا اسے نظر انداز کرنے کو جائز قرار دے رہے ہیں؟!!

یہ ایک خطرناک معاملہ ہے داعیان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں اور اپنے غلط مواقف کو بدلیں۔

---

118 تخریج گزر چکی ہے۔

داعیان کی فکری سمتیں

یہ ایک خطرناک معاملہ ہے، واجب ہے کہ اس بارے میں داعیان اپنے عقلوں کی جانب رجوع کریں اور اپنے مواقف کو بدلیں۔

کیاساری امت بالخصوص اس کے مبلغین اور داعیان نے اس عظیم منہج سے کچھ فائدہ اٹھایا بھی ہے یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے توحید کاشدید اہتمام کرنے اور اسے اپنی دعوت کا نکتۂ آغاز بنانے کا منہج؟!!

جواب: بلاشبہ امت اسلامیہ کی حالت زار اس تعلق سے نہایت تکلیف دہ اور کڑوی حقیقت ہے، فرد، یاساری امت اس کی کربنا کی سے تڑپ تڑپ کر مر جائے تو اس کے لئے حق ہے کہ وہ مر جائے۔

وہ کیوں؟!!

اس لئے کہ امت اسلامیہ کی اکثریت بالخصوص اس کے مبلغ ومفکر اس منہج سے ناواقف ہیں اور بعض جان کر بھی تجاہلِ عرفانہ برت رہے ہیں، اور شیاطین ان کے اور اس عظیم منہج کے درمیان آڑ بن گئے ہیں، جس کی وجہ سے انہوں نے انہیں اس راہ سے دور کر دیا ہے، انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کا منہج چھوڑ کر ایسے طریقے اپنائے جس نے ان کے دین و دنیا برباد کر دی، اس سے رسول اللہ الصادق والمصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی امت کے تعلق سے سچی ہوگئی:

”لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوهُ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، قَالَ: فَمَنْ“[119]

(تم ضرور اپنے سے پہلی امتوں کے طریقوں کی بالشت بھر بالشت اور ہاتھ بھر ہاتھ اتباع کروگے، حتی کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں بھی چلے تھے تو تم بھی ضرور چلوگے، ہم نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ کے؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ نہیں تو پھر

---

[119] أخرجه البخاري، 60- كتاب الأنبياء، 50- باب ما ذكر عن بني إسرائيل، حديث (3456)، 96- كتاب الاعتصام، 14- باب قول النبي -صلى الله عليه وسلم- : لتتبعن سنن من كان قبلكم، حديث (7320)، ومسلم، 47- كتاب العلم، 3- باب اتباع سنن اليهود والنصارى، حديث (6)، وأحمد في المسند (84،89،94/3)، من حديث أبي سعيد مرفوعاً. وابن ماجة، 36- كتاب الفتن، 17- باب افتراق الأمم، حديث (3994)، وأحمد (327/2)، من حديث أبي هريرة.قال البوصيري في الزوائد : إسناده صحيح، ورجاله ثقات.وأخرجه ابن أبي عاصم في السنَّة (36،37/1)، من حديث أبي هريرة وعبد الله ابن عمرو وأبي سعيد وصحح بعضها وحسن البعض الآخر.

کون؟)۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

"افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَتَفْتَرِقُ هَذِهِ الأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ، إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ"[120]

(یہود اکہتر (71) فرقوں اور نصاریٰ بہتّر (72) فرقوں میں بٹ گئے اور عنقریب یہ امت بھی تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی، وہ تمام کے تمام آگ میں جائیں گے، سوائے ایک کے۔ اور وہ (نجات پانے والا) ایک جماعت ہیں)۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

"مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"[121]

(پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کونسی جماعت ہے؟ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)۔

اور مسلمان فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق "غثاء السیل" (سیلابی ریلے میں بہنے والی خس وخاشاک) کی طرح ہوگئے:

"يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي

---

[120] أخرجه أبو داود، 34- كتاب السنَّة، حديث (4597)،وأخرجه أحمد (102/4)، و الدارمي (185/2)، حديث (2521)، والحاكم في المستدرك (128/1) من حديث معاوية رضي الله عنه .وأخرجه ابن ماجة، 36- كتاب الفتن: 17- باب افتراق الأمم، حديث (3993) من حديث عوف بن مالك. وأخرجه ابن أبي عاصم في السنَّة (32/1) وقال الألباني: إسناده جيد . وأخرجه أبو داود 34- كتاب السنَّة: باب شرح السنَّة، حديث (4596)، والترمذي 41- كتاب الإيمان، 18- باب ما جاء في افتراق هذه الأمة، حديث (2630)، وأحمد (332/2)، وابن ماجة، 17- باب افتراق الأمم، حديث(3991) من حديث أبي هريرة،وأخرجه ابن أبي عاصم في السنَّة (32/1) قال الألباني: وهو صحيح وله شواهد كثيرة بعضها في الصحيحين. وأخرجه أحمد (145/3،120) من حديث أنس من طريقين.وأخرجه ابن أبي عاصم في السنَّة (32/1) وقال الألباني: والحديث صحيح قطعاً لأنَّ له ست طرق وشواهد عن جمع من الصحابة.

[121] أخرجه الترمذي، 41 –كتاب الإيمان، حديث (2641) من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص.

قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ"[122]

(قریب ہے کہ قومیں تم پر حملے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے کھانا کھانے والوں کو کھانے کی پلیٹوں کی طرف بلایا جاتا ہے، کسی کہنے والے نے کہا: کیا یہ اس وقت ہماری قلتِ تعداد کے سبب ہو گا؟ فرمایا: نہیں، بلکہ تم تو اس وقت بہت زیادہ ہوگے، لیکن تمہاری یہ کثرت تعداد سیلابی ریلے میں آنے والی خس وخاشاک کی مانند ہو گی، اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارے رعب ودبدبے کو نکال دے گا اور تمہارے دل میں "وہن" ڈال دے گا۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ وہن کیا ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے ناگواری)۔

واقعی، مسلمان سیلابی ریلے والی خس وخاشاک کی طرح ہوگئے اور ان پر قومیں ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسا کہ بھوکے کھانے کی پلیٹوں پر پل پڑتے ہیں، انہوں نے مسلمانوں کے اپنے ہی آنگن میں مسلمانوں کو ادھیڑ دیا، ذلیل کیا، غلام بنایا اور خود ان کے وطن، جان اور مال کے مالک بن بیٹھے، ان کے وسائل کو خوب لوٹا اور ان کے اخلاق کو بری طرح تباہ کیا، یہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج سے ہٹنے کا لازمی نتیجہ تھا۔

ان دردناک حالات کی مدہوشی میں لمبا وقت گزرنے کے بعد بہت سے لوگوں نے آنکھیں کھولیں، خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور مسلمانوں کو اللہ کی طرف پلٹنے کی دہائی دینے لگے کہ رجوع الی اللہ ہی ان کی نجات کا واحد راستہ ہے۔

اس مقصد کی وضاحت کے لئے کتابیں لکھی گئی، تقاریر وخطبے دئے گئے، لوگوں کی توجہ مبذول کروائی گئی، اور مسلمانوں کی عزت وعظمت کی بحالی اور انہیں ذلّت اور رسوائی کے عمیق غار سے نکالنے کے لئے لائحہ عمل ترتیب دیے جانے لگے، غرض یہ کہ ہر ایک نے جسے حق سمجھا اس کی تبلیغ کے لئے اپنی کوششیں تیز تر کردیں۔

حق تو یہ ہے کہ انہوں نے اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی میدان میں مسلمانوں کے لئے بہت کچھ پیش کیا اور یہ کام کئی پلیٹ فارموں سے کیا گیا۔ اگر ان کی کوششیں متحد ہوتیں اور ان کا نکتہ آغاز بھی وہیں سے ہوتا جہاں سے انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی دعوت کا آغاز کیا اور وہ محنت کے ساتھ اس جادہء حق پر چلتے تو اپنی امت کو کئی مشکلات ومصائب سے چھٹکارا دلاتے جن میں وہ مبتلا ہے اور اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتے۔

---

[122] أخرجه أبو داود، 31- كتاب الملاحم، 5- باب في تداعي الأمم على الإسلام، حديث (4297)، وأحمد (278/5)، وأبو نعيم في الحلية (182/1). وله شاهد من حديث أبي هريرة رواه أحمد (359/2) فهو صحيح.وصححه الألباني انظر الصحيحة (684/2) رقم (958)

اسلامی کاز کے لئے ہونے والی کوششوں کے مختلف پلیٹ فارموں اور رجحانات میں سے تین اہم ہیں، جن کا ہم ذکر کرتے ہیں:

1- ایک جماعت نے عقیدہ اور دعوت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج کو اختیار کیا، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھاما۔ اپنے عقیدے، عبادات اور دعوت کے لئے سلف صالحین کے خطوط پر لائحہ عمل متعین کیا۔

یہ وہ صحیح سمت تھی جس پر امت کو توجہ دینی اور اس کے گرد جمع ہونا ضروری تھا، اللہ تعالی کے اس فرمان پر عمل درآمد کرتے ہوئے کہ:

﴿وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا﴾

(تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو)

تب ان کی محنتیں بار آور ہوتیں اور رب العالمین کی رضا حاصل ہوتی، ان کی عظمت، شان شوکت مضبوط ہوتی اور وہ اس کے ذریعے اپنے مقصود سیادت و قیادت وسعادت کے مقام پر فائز ہوتے۔ اس جہت کو اپنانے والوں پر مؤاخذہ یہ ہے کہ اس کے افراد نے اس عظیم الشان دعوت حق کو پیش اور اجاگر کرنے کے لئے دعوت اور لٹریچر وغیرہ کے ذریعے وہ مادی اور معنوی کوششیں نہیں کیں اور اس قوت سے اس حق کو پیش نہیں کیا جس کی اس دعوت کا مقام و مرتبت اور جلالتِ قدر تقاضہ کرتی ہے۔

2- دوسرے نکتۂ نظر کی حامل وہ جماعت ہے جس نے اسلام کے بعض اعمال کا تو بڑی شدومد سے اہتمام کرلیا۔ لیکن صوفیوں کی خرافات ان پر غالب آگئیں، جس نے ان کے عقیدۂ توحید کو بری طرح پامال کر ڈالا۔ اس جماعت کے متبعین کے عقائد و عبادات میں بہت سی چیزیں قابل مؤاخذہ ہیں۔

شیخ تقی الدین الہلالی (المراکشی) اور جامعہ الاسلامیہ، مدینہ نبویہ کے فارغ التحصیل شیخ (میجر) محمد اسلم (پاکستانی) رحمہما اللہ نے اس جماعت کے نکتۂ نظر پر ضروری نقد و تبصرہ کیا ہے۔ اس جماعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس سے استفادہ کرے اور راہ حق وصواب کی طرف پلٹے[123]۔

3- تیسرے مکتبۂ فکر کی حامل وہ جماعت ہے جس نے اسلام کی سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی نظام کے گوشوں کا اہتمام کیا اور اپنی

---

123 تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری نشر کردہ کتاب "تبلیغی جماعت سے متعلق علماء اہل سنت والجماعت کے اقوال" از شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

تگ ودو کو لائبریریوں، منبر و محراب، کالجوں اور یونیورسٹیوں تک وسعت دی، ان کی یہ کوششیں لائق قدر ہیں۔

لیکن ان پر یہ مؤاخذہ ہے کہ انہوں نے سیاسی میدان میں اسلامی سیاست، اللہ کی حاکمیت کی دعوت، اسلامی ریاست کے قیام کے نام پر کچھ ایسی باتیں لکھیں جو قابل گرفت ہیں۔

انہوں نے اس مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے امت اسلامیہ کے نوجوانوں کو اپنی طاقت بروئے کار لانے اور اپنی توانائیاں کھپانے کا احساس دلایا، اور اپنی دعوت کو پیش کرنے کے لئے دلکش اور عقلوں کو فریفتہ کرنے والے طاقتور طریقے آزمائے، اور اسلامی معیشت کے محاسن پر کتابیں لکھیں۔ جس میں بہت سے خوبیاں اور فائدہ مند چیزیں بھی ہیں جس کی امت اسلامیہ اس وقت کے تناظر میں محتاج تھی، تو اس معاملے میں ان کی تعریف کی جائے گی[124]۔

اس حیثیت سے بھی ان پر مؤاخذہ ضروری ہے کہ انہوں نے اسلام کے ان گوشوں پر توجہ تو دی لیکن عقیدے کے معاملے میں واضح کوتاہی کی۔ اگر وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج پر چلتے ہوئے، اور ان گوشوں کا جتنا اہتمام کرتے اور زور لگاتے ہیں کم از کم اتنا ہی عقیدہ کی اصلاح اور منہج الانبیاء پر لگا دیتے، اپنی قلمی و جسمانی کاوشوں کو شرک کی بیخ کنی، مظاہر شرک اور بدعات و خرافات کے مٹانے پر لگاتے تو وہ اسلام اور مسلمانوں کو بہت سی بھلائیاں عطاء کر جاتے اور شرعی اصول کے مطابق گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوتے (یعنی شریعت کا جو گھر ہے اس کا اصل دروازہ عقیدہ ہے اس سے اپنی دعوت کی ابتداء کرنے والے ہوتے)، اور ان کی دعوت حقیقی معنوں میں انبیاء علیہم السلام کے منہج پر ہوتی۔ لیکن افسوس کہ ان کی دعوت اس فکر سے شروع ہوئی جس کا تذکرہ میں نے پہلے کیا ہے۔ میں بھی ان بے شمار لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اس فکری پیداوار کو پڑھا اور فرمانِ الٰہی:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ﴾ (آل عمران:187)

(جب کہ اللہ نے ان سے جنہیں کتاب دی گئی یہ عہد لیا کہ تم ضرور اسے لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور نہیں چھپاؤ گے)

کے مطابق صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر ہمارے دور کے مخلص علماء اور دعاۃ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے سامنے احساسِ ذمہ داری کے بوجھ سے عہدہ براء ہونے کے جذبے کے ساتھ اس نکتہ نظر کے قائدین پر کچھ ملاحظات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

---

124 یہ کلام میرا اس وقت کا ہے جب ان کی بہت سے کاوشوں کے بارے میں میرا تصور غیر واضح تھا۔ پھر الحمدللہ جب ان کی تمام باتیں مجھ پر آشکارا ہوئیں تو میں نے پایا کہ اکثر جو کچھ انہوں نے امت کے لئے پیش کیا ہے اس میں ضرر و خطر ہی تھا۔

اور جو لوگ اس مکتبۂ فکر کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس بھائی کے ساتھ حسن ظن رکھیں اور اس کے ساتھ اللہ کے سامنے جواب دہی کے احساس اور اس کے بوجھ میں شریک ہوں اور اپنے سینوں کو اس تنقید کے لئے کشادہ رکھیں، جس کے بارے میں مجھے امید ہے کہ وہ امت اسلامیہ کے لئے تعمیر اور ہدایت و بھلائی کا پیش خیمہ ہو گی۔

ساتھ ہی یہ بھی یاد دلا دوں کہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بعض باتوں پر مناقشہ بھی فرماتے اور کشادہ دلی کے ساتھ ان کے مناقشہ کو سنتے، کبھی کبھی صحابہ کرام آپ ﷺ کو اپنی فکر و نظر سے مشورہ دیتے، کوئی ٹھیک رائے ہوتی تو اپنی رائے سے دست بردار ہو جاتے، اور کبھی تو یہاں تک بھی ہوتا کہ ان کی آراء کی تائید میں قرآن نازل ہوتا۔

دعوت الی اللہ میں انبیاء کرام علیہم السلام اور ابو الاعلیٰ مودودی کے منہج میں فرق

دعوت الی اللہ میں ابو الاعلیٰ مودودی کا منہج

اس مکتبۂ فکر کے بڑے قائدین میں سے ایک ابو الاعلیٰ مودودی ہیں![125] ان پر بہت ہی کڑے مؤاخذات ہیں جن کے تعلق سے ہر وہ مسلمان جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اس اسلام کی عزت کرتا ہے خاموش نہیں رہ سکتا، وہ اسلام کہ جس نے اپنے متبعین کے لئے محض شخصیات اور ان کے افکار کے تقدس کو پسند نہیں کیا۔ ان مؤاخذات میں سے چند یہ ہیں:

1- انہوں نے اپنی دعوت کا آغاز وہاں سے نہیں کیا، جہاں سے انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی دعوت کا کیا تھا۔ یعنی توحید اور صرف اللہ کے لئے عبادت کو خاص کرنے کی دعوت، اور شرک اور اس کے مظاہر کی مخالفت سے، حالانکہ جس ملک میں ان کا جنم ہوا تھا وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا اللہ کی تمام سرزمینوں سے بڑھ کر سخت محتاج تھا، اور اس کے دواعی و تقاضے انتہائی وافر مقدار میں وہاں پائے جاتے تھے۔

وہ (یعنی ہندوستان) ایک وثنیت و بت پرستی میں ڈوبا ہوا ملک ہے، جس میں اوثان، گائے، پتھر، بندر حتیٰ کہ عورت کی شرم گاہ تک کو پوجا جاتا ہے، چنانچہ وہاں وثنیت و بت پرستی کی گھٹیا ترین، بدترین و قبیح ترین انواع و اقسام پائی جاتی ہیں۔

اور تو اور اس ملک کے مسلمان بھی سوائے ایک قلیل تعداد کے اسلام اور توحید کے صحیح فہم سے تمام لوگوں سے بڑھ کر بہت دور ہیں۔ اور ان کے عقائد بھی اپنے بت پرست پڑوسیوں (ہندوؤں) کے عقائد سے بڑی حد تک متاثر ہیں۔ کتنی ہی بار دیکھنے والا یہ

---

[125] دیکھیں رسالہ "الشقیقان المودودی والخمینی" (مودودی خمینی بھائی بھائی) جس میں آپ ان کے بعض منحرف عقائد ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ (ص 17) اور ان کے رافضیوں (شیعہ) کے ساتھ مشابہت اور ان کے مذاہب کی خدمت اور شیعہ زعماء کا اس بات کا اعتراف وغیرہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ (ص31، 32)

دیکھتا ہے کہ ایک طرف بت پرستوں کا عبادت خانہ (مندر) ہے تو اس کے مقابل ہی مسلمانوں کا مزار ہے، جس میں ایک پکی قبر ہے جو پھولوں سے لدی ہوئی ہے، جس پر ریشمی چادریں تنی ہوئی ہیں، عود بخور کا دھواں اٹھ رہا ہے، اور مسلمان اس کے آگے نہایت ہی خشوع و خضوع، تعظیم و تکریم سے جھکے ہوئے ہیں اور ساتھ میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ غیب جانتے ہیں اور کائنات میں تصرف کرتے ہیں[126]۔

کیا آپ کو لگتا ہے کہ روئے زمین پر تاریخ کے ماضی، حال اور مستقبل میں اس ملک سے زیادہ اور کوئی ملک اللہ کی توحید کا محتاج ہو سکتا ہے؟!!

2- انہوں نے سیاسی گوشے کا اہتمام کیا اور اپنی دعوت کا ایک بہت بڑا حصہ اسی کے لیے وقف کر دیا اور اسے اتنی عظمت بخشی جتنی کہ اسلام نے اور امت کے علمائے سلف، محدثین، فقہاء و مفسرین نے اس گوشے کو نہیں دی، اور اپنے اور اپنے متبعین و پیروکاروں کو وہ مقصد عطاء کیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نہ ہی ان کے متبعین کے لئے مقرر کیا اور نہ ہی انہیں اس کا مکلف کیا، کیوں کہ یہ انسانی طاقت سے باہر کی چیز ہے۔

دین کی غایت اللہ کی عبادت اور اس کے لیے اخلاص اپنانا ہے نا کہ امامت

مودودی اس مقصد کی تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الف: "ہماری کتابوں اور رسائل سے آپ پر یہ بات واضح ہو گئی ہو گی ہمارا آخری مقصد جس کے لئے ہم یہ تگ و دو کر رہے ہیں، وہ قیادت کی تبدیلی کی خاطر انقلاب برپا کرنا ہے۔ میری اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اس تک اس لئے پہنچنا چاہتے ہیں کہ زمین کو فاسقوں فاجروں کی قیادت کی نجاست سے پاک کر دیں اور اس میں نیک صالح قیادت کا نظام امامتِ راشدہ قائم کریں، اور ہم اس کوشش اور مسلسل جدوجہد کو دنیا اور آخرت میں رب العالمین کی رضا حاصل کرنے کا سب سے بڑا اور کامیاب وسیلہ سمجھتے ہیں"[127]۔

ہر وہ محترم قاری جو عقل مند و ذہین ہو جس نے قرآن مجید یاد کیا ہو اور صبح شام اس کی تلاوت کرتا ہو، اور اول تا آخر پیغمبروں کی دعوت پر غور و فکر کرتا ہو تو وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ مقصد انبیاء کرام علیہم السلام کا نہیں تھا اور نہ ہی ان کی محنتیں اس مقصد کے لئے

---

[126] جو شخص یہ کام کرے اس پر مسلمان لفظ کا اطلاق کرنا ہی جائز نہیں الا یہ کہ وہ جہالت میں ایسا کرے اور اس پر حجت تمام نہ ہوئی ہو۔ (شیخ فوزان)

[127] تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں "الأسس الأخلاقية للحركة الاسلامية": ص16۔

تھیں، اور نہ ہی اس کے لئے محنتیں اور کوششیں اللہ کی رضا کا سب سے بڑا اور کامیاب ذریعہ ہیں۔ بلکہ رب تعالی کی رضا کا سب سے بڑا اور کامیاب ذریعہ انبیاء کرام کے اس نقشِ قدم کی پیروی ہے جو انہوں نے زمین کو فساد و شرک سے پاک کر کے انجام دیا، نیز اللہ کی رضاجوئی کے سب سے بڑے وسیلے میں سے ایمان اور اس کے معروف ارکان، اسلام اور اس کے مشہور ارکان کی پاسداری بھی ہے۔

استاد مودودی کو اس بات کا مکمل علم اور معرفت تامہ حاصل تھی کہ اہل ہند اسلام کے بارے میں کس جہالت میں مبتلا ہیں اور کس قسم کی بدعات و گمراہیوں میں غرق ہیں۔ وہ یہ بھی اچھی طرح سے جانتے تھے کہ ان مسلمانوں میں ان کے سابقہ ادیان (جیسے ہندو مت) کے بہت سے اعتقادات، اخلاق و تقالید باقی ہیں۔ انہوں نے خود اس بارے میں اپنی کتاب ”واقع المسلمین وسبیل النهوض بهم“ (مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس سے چھٹکارا پا کر عروج حاصل کرنے کی سبیل) ص128-129 میں دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کی صحیح اسلامی ترتیب میں حکمرانوں کی کوتاہی وناکامی کا ذکر کرنے اور یہ بتانے کے جو تعلیمی ادارے قائم کئے گئے تو وہ بھی ایک مخصوص اعلیٰ یا متوسط طبقے کے افراد کے لئے تھے۔ کہتے ہیں:

”عوام اب تک اسلامی تعلیمات سے مکمل جہالت میں جی رہے ہیں اور اس کے اصلاحی آثار سے بڑی حد تک محروم ہیں۔ ان سب باتوں کا سبب یہ ہے کہ جو غیر مسلم معاشرے و قبائل اسلام میں داخل ہوئے اسلام لانے کے باوجود بہت سے باطل رسوم اور جاہلی عادات جن پر وہ قبل از اسلام عمل پیرا تھے انہیں اسلام لانے کے بعد بھی جاری رکھا اور جو آج تک ان میں جاری وساری ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کے افکار واعتقادات تک مکمل طور پر تبدیل نہیں ہونے پائے جس کی وجہ سے اب تک ان میں مشرکین کے عقائد اور ایسی اوہام پرستی موجود ہے جو انہیں ان کے کافر آباءواجداد کے ادیان سے ورثے میں ملی۔ اسلام لانے کے بعد زیادہ سے زیادہ جو فرق ان میں آیا وہ یہی تھا کہ انہوں نے تاریخ اسلام میں کچھ نئے معبودات کا اضافہ کر دیا اور اپنے لئے اسی طرح کے نئے معبودات چن لئے جیسے وہ پہلے پوجا کرتے تھے۔ اور اپنے پرانے بت پرستی کے اعمال کے لئے جدید اسلامی اصطلاحات منتخب کر لیں۔ یعنی اعمال سارے جو قبل از اسلام تھے وہی رہے بس ان کا ظاہری رنگ وصورت بدل دی گئی۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اگر آپ اس بات کی گواہی طلب کرنا چاہیں تو اپنے ملک میں سے کسی خاص علاقے کے لوگوں کے جو اسلام لائے موجودہ حالات پر غور کریں اور پھر تاریخ کی طرف پلٹیں اور دیکھیں کہ اس مخصوص علاقے کے لوگ اسلام سے پہلے کس دین پر تھے، تو آپ پائیں گے کہ ان مسلمانوں میں بہت سے اسی قدیم دین کے عقائد واعمال پائے جاتے ہیں الا یہ کہ انہیں نئی شکل اور نیا رنگ دے دیا گیا ہے۔

چناچہ ایسے علاقے جہاں اسلام سے پہلے مثلاً بدھ مت دین ہوا کرتا تھا لوگ بدھا کے آثار کی عبادت کیا کرتے تھے جیسے اس کے دانتوں میں سے کوئی دانت یا اس کی ہڈیوں میں سے کوئی ہڈی یا اسی طرح کی اور چیزیں جن کی لوگ عبادت کرتے تھے اور ان

سے تبرک لیا کرتے تو آپ آج ضرور پائیں گے کہ اس علاقے کے لوگ نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک سے یا قدم کے آثار سے یا پھر مسلمانوں میں سے عبادت گزار نیک وصالح بزرگوں کے آثار سے تبرک لے رہے ہوں گے۔ اس طرح سے آپ بہت سی مروجہ رسومات وعادات کو جن قبائل نے اپنے اسلام میں داخل کرر کھاہے کا معائنہ کریں اور پھر اسی جگہ کی غیر مسلم قوموں میں مروجہ رسوم وتقالید کا مشاہدہ کریں گے تو ان دونوں میں بہت کم ہی فرق محسوس ہو گا۔

کیا یہ سب اس بات کا منہ بولتا ثبوت نہیں کہ گزشتہ صدیوں سے جن کے ہاتھ میں مسلمانوں اور ان کے اجتماعی معاملات کی زمام کار تھی وہ اپنے اس فریضہ کی ادائیگی میں حد درجہ کوتاہی کے مرتکب ہوئے ہیں، اس طور پر کہ انہوں نے کوئی مدد ومعاونت کا ہاتھ نہ بٹایا ان لوگوں کے ساتھ جو انفرادی طور پر نشر اسلام کی جدوجہد کر رہے تھے" (مودودی کا کلام ختم ہوا)۔

میں یہ کہتا ہوں کہ: مودودی کو مکمل طور پر اپنے ملک کے حالات اور اس کی تاریخ کا علم تھا اور کس طرح سے وہاں کے مسلمانوں کے عقائد اپنے بت پرست اسلاف بلکہ معاصرین سے متاثر ہیں اور پھر ساری ملامت مسلمانوں کے گزرے ہوئے حکمرانوں پر ڈال دی کہ وہ اسلام کی نشر واشاعت میں کوتاہی کا شکار رہے اور جو لوگ انفرادی طور پر نشر اسلام اور اسلام میں داخل ہونے والوں کی تربیت کا کام کر رہے تھے ان کے ساتھ بھی کوئی تعاون کا ہاتھ نہ بٹایا۔ ان کا اس قدر گہرا ادراک تو اس بات کا تقاضہ کرتا تھا کہ وہ توحید، اللہ تعالی کے لئے عبادت کو خالص کرنے اور عقائد پر توجہ مرکوز رکھنے کی دعوت کے سلسلے میں منہج انبیاء کو اختیار کرتے یہاں تک کہ ان مسلمانوں کو ہندوانہ یا بدھ مت وغیرہ کے پلید شرکیہ عقائد سے نجات دلاتے۔ بلکہ انہیں تو یہ چاہیے تھا کہ اگر وہ داعیان توحید کی قیادت نہیں کر سکتے تھے تو کم از کم ان کی مدد کرتے اپنی تمام دعوت وتالیف کی قوت اور اپنے متبعین کو اس میدان کے لئے تیار کرنے کے ذریعے، بجائے اس کے کہ اپنی تمام توانائیاں وطاقتیں سیاست واقتصاد کے میدان میں کھپا دیں۔ اگر یہ لوگ جو کچھ سیاست واقتصاد پر انہوں نے لکھا ہے سب پر مکمل ایمان رکھتے ہوئے بھی فوت ہو گئے تو کیا یہ انہیں اس وثن وبت وقبر پرستی سے بچا سکتے ہیں جس میں وہ مبتلا ہیں؟ اور کیا یہ انہیں جہنم کی آگ سے بچا سکیں گے؟۔

علاوہ ازیں کن لوگوں کے ساتھ مل کر صالح امامت راشدہ قائم کریں گے حالانکہ حال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جماعت اور تنظیم کے دروازے ہر ایک کے لئے کھول رکھے ہیں۔ چناچہ ان کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہے خواہ وہ غالی قبر پرست بریلوی ہو یا رافضی، دیوبندی ہو یا سلفی[128] یعنی صحت مندوں کے ساتھ مریضوں کا اختلاط کیا جارہا ہے تو نتیجہ کیا نکلے گا وہی جو نکل رہا ہے کہ

---

[128] یہ بات جو ہم بتا رہے ہیں اس جماعت کے تعلق سے مشہور ومعروف ہے اگر کوئی نہیں جانتا تو ہم ایک دلیل بطور مثال پیش کئے دیتے ہیں: پاکستانی روزنامہ اخبار "جنگ" نے بتاریخ 25 اپریل، 1984ع کو کراچی میں محمود الشام کا نائب امیر جماعت اسلامی پروفیسر غفور احمد سے لیا گیا انٹرویو شائع کیا، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ: آپ کی ان لوگوں کے بارے میں کیا رائے ہے جو مذہبی بنیادوں پر جماعت اسلامی سے تعارض کرتے ہیں؟

مرض بڑھ جائے گا اور اس کے جراثیم صحت مند افراد کو بھی پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، یا پھر کم از کم توحید و سنت کی دعوت اور شرک و بدعات کے خلاف جنگ سے ان کی زبانوں کو اور کتابت سے ان کے قلموں کو مفلوج کر دیں گے۔ یہ نتیجہ ہے ایسے اجتماع اور ایسے مناہج کا جو ان کے لئے انہوں نے مقرر کیا ہے۔

کیا پھر ان جیسے لوگوں سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ یہ زمین کو فساد سے پاک کر کے ایک صالح امامت راشدہ کا نظام قائم کریں گے اور ایسی کامیابی پالیں گے جو مودودی کے بقول خلفائے اربعہ کے بعد اصحاب محمد ﷺ اور جلیل القدر مہاجرین وانصار کی اولادیں تک نہ کر سکیں اور اپنے اس قول میں مودودی نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بدترین دشمنوں اور ان دشمنوں سے دوستی رکھنے والوں کی موافقت کی اور یہ بھی کہا کہ عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بعد حکومت اسلامیہ اسلامی قواعد کے بجائے جاہلیت کے قواعد پر قائم ہو گئی تھی۔

جب ایسے لوگ جن کی تربیت خود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین اور صحابۂ مکرمین نے فرمائی (ان کے بقول) اپنی حکومت کی بنیاد جاہلیت پر رکھتے ہیں تو پھر ایسی جماعت کی جانب سے ہم کس چیز کے منتظر ہیں کہ جو بہت سی مختلف فکر، نظریات وعقائد رکھنے والوں کا انتہائی تعجب خیز اختلاط و ملغوبہ لئے ہوئے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقے سے سب سے دور رہنے والی ہو۔

ب: پھر مودودی لکھتے ہیں:

"افسوس کہ ہم تمام انسانوں بشمول مسلم و غیر مسلم دیکھتے ہیں کہ وہ اس چیز سے غافل ہیں جسے ہم نے اپنا مقصد اور مطمح نظر بنایا ہے۔

مسلمان اس لئے کہ وہ اسے محض ایک سیاسی مقصد شمار کرتے ہیں اور دین میں اس کی کوئی منزلت و اہمیت نہیں سمجھتے، جبکہ غیر مسلم اس لئے کہ ان کی تربیت، اسلام کے خلاف تعصب پر ہوئی ہے۔ اسلام سے ناواقف اور اس کی تعلیمات سے ناآشنا ہونے کے سبب ان کو اس حقیقت کا کچھ پتہ ہی نہیں کہ فاسق وفاجر لوگوں کی قیادت ان تمام بحرانوں و مصائب کی جڑ ہے جس سے نسل انسانی دوچار ہوئی، اس لئے انسانی سعادت اور بھلائی اسی میں ہے کہ دنیا کے تمام معاملات نیک اور انصاف پسند لوگوں کے ہاتھ

پروفیسر غفور احمد کہتے ہیں: یہ بات بالکل درست ہے کہ مذہبی جماعتیں بہت سے امور میں ہم سے تعارض برتتی ہیں بلکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ ہمیں مسلمان تک نہیں سمجھتیں، لیکن ان دینی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ دین کو اختلافات اور تفرقہ کا سبب نہ بنائیں۔ ہمارے موجودہ حالات تو ایسے ہیں کہ یہ اختلافات مساجد تک میں جنگ وجدل و مخاصمت تک پہنچ چکے ہیں محض عقیدے کی بنیاد پر، حالانکہ جہاں تک جماعت اسلامی کے عقیدے کا تعلق ہے تو اس میں ہر فرقے کے افراد موجود ہیں چاہے اہل حدیث ہوں یا دیوبندی، بریلوی ہوں یا شیعہ۔ خود میں بریلوی عقیدے سے تعلق رکھتا ہوں پر کسی شخص کا بریلوی ہونا اسے جماعت اسلامی میں شمولیت سے ہرگز بھی مانع نہیں۔

میں ہوں"۔[129]

میں کہتا ہوں کہ:

استاد (مودودی) نے اپنے اور اپنے متبعین کا جو مقصد متعین کیا ہے وہ اہم تو ہو سکتا ہے لیکن پیغمبروں کی غایت یہ نہیں تھی۔ اس سے بھی بڑا عظیم اور بڑھ کر قابل اہتمام مقصد تمام انسانوں کی ہدایت کا اہتمام کرنا ہے، اور سب کو خواہ طاقتور ہوں یا کمزور توحید کی دعوت دینا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو انبیاء علیہم السلام اور مصلحین نے کا تھا۔

پھر ان کا یہ کہنا کہ:

"فاسق و فاجر لوگوں کی قیادت ان تمام بحرانوں و مصائب کی جڑ ہے جس سے نسل انسانی دوچار ہوئی"۔

اس کے تعلق سے میں کہوں گا کہ فاسقوں کی قیادت کچھ مصائب کا سبب ہو بھی سکتی ہے، لیکن اس کے ساتھ کچھ اسباب اور بھی ہیں (جو زیادہ اہم ہیں) جیسے قوموں کا اللہ کے ساتھ کفر و شرک اور پیغمبروں کی ہدایات کی نافرمانی۔ جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا﴾ (الاسراء:16)

(جب ہم کسی بستی کو برباد کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں، پھر ان پر فرمان صادر ہوتا ہے، پھر ہم اس بستی کو تہس نہس کر دیتے ہیں)

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ (الشوریٰ:30)

(تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے ہی پہنچتی ہے، حالانکہ وہ بہت سے گناہوں کو تو درگزر ہی کر دیتا ہے)

اور فرمایا:

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴾ (الطلاق:8)

---

[129] الاسس الأخلاقية:16-17۔

(اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے احکام سے منہ موڑا، تو ہم نے بھی اس کا سخت حساب لیا، اور اسے برا عذاب دیا)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ (صرف حکام کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ) حکام و محکوم امیر و فقیر عوام کے گناہوں کی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ مصیبتیں نازل کرتا اور بحرانوں میں مبتلا کرتا ہے، کبھی برباد کرنے والی جنگوں کی شکل میں، کبھی ہلاک کرنے والی بیماریوں، بھوکوں مرنے اور فاقہ کشی کی صورت میں، کبھی بجلی کی کڑک اور سیلابوں کی صورت میں اور کبھی زمین کی برکتیں چھین کر اور اسے بنجر بنا کر وغیرہ۔

ان تمام کے باوجود ہندوستان میں پائی جانے والی وثن و بت پرستی اللہ تعالی کے یہاں نفرت و خطرناکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام اور مصلحین امت کی نظر میں حکام کے جور و ظلم سے کہیں زیادہ بری اور بدتر ہے۔

اسی لئے ہم ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ دعاء کرتے پاتے ہیں:

﴿وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾(ابراہیم:35-36)

((الٰہی!) مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا، میرے رب! بلاشبہ انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کر دیا)

ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے دور میں سب سے زیادہ ظالم، سرکش، اور فسادی حکمران تھا، لیکن آپ نے توحید کی دعوت اور شرک کے مٹانے کو اپنا مقصود بنایا، کیونکہ جب کلمۂ توحید غالب ہو گا، شرک کی آواز ڈوب جائے گی تو حاکموں اور محکوموں کا بھی حال درست ہو جائے گا اور اصلاح ہو جائے گی۔

ج: (مودودی) مزید لکھتا ہے:

"اگر کوئی آج زمین کو پاک کرنا چاہتا ہے اور اس میں فساد کی جگہ اصلاح، اضطراب کی جگہ امن، مدرپدر آزادی کے بجائے پاکیزہ اخلاق اور برائیوں کی جگہ نیکیاں دیکھنا چاہتا ہے تو صرف یہی کافی نہیں کہ لوگوں کو بھلائیوں کی طرف دعوت دے، اللہ کا تقویٰ اور خشیت کی تعلیم دے اور انہیں اخلاق حسنہ کی ترغیب دے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ جتنے صالح انسانوں کی جماعت تیار کر سکتا ہے کرے، اور ان میں ایک الگ بلاک (Block) جماعتی قوت کا قائم کرے جو ان لوگوں سے زمامِ اقتدار چھیننے کی

کوشش کرے جو دنیا میں مسند اقتدار پر فائز ہیں، اور زمین کی گم گشتہ امامت کو واپس لانے کے لئے انقلاب برپا کریں"۔[130]

میں کہتا ہوں اللہ تعالی مودودی پر رحم کرے:

انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی نے بھی اس قسم کی سخت تصریحات نہیں فرمائیں جن کا وہ خود اپنے کو اور اپنے متبعین کو مکلف بنا رہے ہیں کہ ایسے حکمرانوں سے زمام امر چھینی جائے جو اپنی تہذیبوں کی قیادت کر رہے ہیں۔ یہ تو ایک ایسا ناقابل حمل بوجھ ہے جو کہ بیچارے کمزور وناتوانا لوگوں پر ڈالا جارہا ہے۔

میرے بھائی اللہ تعالی کی اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے رحمت وشفقت ملاحظہ کرو کہ وہ ہر قوم کے لئے خاص نبی بھیجتا اور انہیں یہ بھی فرمادیتا ہے کہ: تمہارے ذمہ محض میرا پیغام پہنچادینا ہے، لیکن اگر ایک نوجوان (مودودی کے بقول) اپنا نصب العین اس کٹھن مسئولیت ومشن کو بنالے کہ جس کا مکلف اللہ تعالی نے انبیاء کرام علیہم السلام تک کو نہیں بنایا، تو اس کی زندگی کا کیا حشر ہو گا؟ اور وہ کیسے اس گھٹن آمیز زندگی کہ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا کو سر کرے گا؟ جس کا سبب ایک عالم کا قدم پھسلنے کے نتیجے میں اپنے لئے ایسا جدید منہج مقرر کر دینا ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے اور نہ ہی اس پر کتاب وسنت دلالت کناں ہیں، اور نہ سابقین ولاحقین مسلمان اسے جانتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام انسانیت کو خیر کی جانب رہنمائی کرنے اور انہیں شرک اور اس کے اسباب کی گندگیوں سے نکالنے آئے تھے۔ انہوں نے اس منہج کو چھوڑ کر صالح انسانی عناصر کو جمع کرکے دنیاوی تہذیبوں کی قیادت کرنے والی سلطنت وزمام کار کو چھیننے میں مشغول نہیں کیا۔ بلکہ وہ صحیح عقیدے اور خیر وبھلائی پر لوگوں کی تربیت فرمایا کرتے تھے، پھر اگر لوگ ان کی دعوت قبول کرتے اور انہیں کوئی سرزمین میسر آتی تو وہاں سے وہ جہاد فی سبیل اللہ کا علم (پرچم) بلند کرتے اور لوگوں سے اس بات پر جہاد کرتے کہ وہ "لا الہ الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) کا اقرار کریں اور کلمۂ توحید کا اعلان کرکے شرک اور اس کی مضرت رسانی وگندگی سے بیزاری کا اظہار کریں۔ اور اگر ان کے متبعین اس درجے ومستوی تک نہیں پہنچ پاتے تو انہوں نے کبھی بھی زمین کے جابر حکمرانوں کو اس قسم کی اعلانات ودھمکیاں نہیں دیں اور نہ ہی اپنے کمزور پیروکاروں کو ایسے مصائب وفتنوں کی نظر کیا اگرچہ وہ عظیم ترین امانت کے پاسدار اور سب سے برتر اسلامی اصول وبنیاد یعنی توحید کی جانب دعوت دینے والے تھے[131]۔

---

130 الاسس الأخلاقية: 17-18۔

131 مسلمان ممالک میں جاری حکومت مخالف انقلابات اور خون خرابہ وبربادی کو آج بھی دیکھا جاسکتا ہے، جسے یہ ظالم "ربیع العربی" کا نام دیتے

ان بے چاروں کا آخر کیا بنے گا جنھوں نے پیغمبروں کے طریقے سے منہ موڑا اور سب سے بڑی بیماری (شرک) کو امت میں چھوڑ دیا۔ اس کو دفع کرنے کا کوئی پروگرام ان کے منشور میں نہیں، اور پھر یہ صالح عناصر کا ایک مضبوط بلاک (Block) بنانا چاہتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے وہ اپنے منزل مقصود اور مطمح نظر کو حاصل کر سکیں؟!!

للہ! ذرا بتائیں کہ جب ہم عقیدے، تربیت اور دعوت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج سے ہٹ گئے تو پھر یہ صالح عناصر کہاں سے وجود میں آئیں گے؟ کیا یہ ہمارے لیے آسمان سے ٹپکیں گے؟!!

د: پھر استاد مودودی لکھتے ہیں:

"قیادت اور لیڈری انسانی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ اور اصل الاصول ہے۔ اس مسئلہ کی اہمیت اور خطرناکی صرف موجودہ دور کی ہی نہیں بلکہ قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے۔ بطورِ گواہ یہ کہاوت کافی ہے:

"الناس علی دین ملوکھم"[132]

(لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر رہتے ہیں)۔

اور پھر حدیث میں بھی یہی بات مقرر کی گئی ہے کہ:

(ہر امت کے علماء اور اکابر اس قوم کی بھلائی یا برائی کے ذمہ دار ہیں)"[133]۔

یہ ایک عظیم مفکر کے خیالات ہیں! اللہ کی قسم! اگر میں انہیں کسی سچے انسان کی زبانی بھی سنتا تو اس مفکر کے بارے میں وہم سمجھتا، لیکن میں یا کوئی اور کیا کہے؟ جب کہ یہ ان کی اپنی کتاب "الأسس الأخلاقية للحركة الاسلامية" (اردو ترجمہ تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں) میں ہے، جسے انہوں نے جماعتِ اسلامی کے ارکان، انصار، متاثرین، متفقین اور ہمدردوں کے اجتماع میں آج سے تقریباً چالیس سال پہلے خطاب کیا تھا اور اس خطاب کو کتابی شکل میں ان کے جماعت کے احباب لگاتار پچاس سالوں

ہیں یعنی بہار کا حالانکہ یہ خزاں و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

[132] یہ تو بہت عجیب وغریب استدلال ہے اس حساس مسئلہ کے بارے میں جسے وہ "مسألة المسائل" (تمام مسئلوں میں بڑا اور اہم ترین مسئلہ) قرار دیتے ہیں اس پر ایک عامیانہ کہاوت کو دلیل بناتے ہیں، اور ساتھ میں ایک قول جس کے قائل کا کچھ اتہ پتہ نہیں اور طرہ یہ کہ گویا اسے حدیث سمجھ بیٹھے ہیں۔

[133] الأسس الأخلاقية: 21-22۔

سے برابر شد و مد کے ساتھ شائع کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں[134]۔

حالانکہ بلاشبہ سب سے اہم مسئلہ تو توحید اور ایمان کا مسئلہ ہے، جسے تمام پیغمبر لے کر آئے اور جس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں بیان فرمادیا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:25)

(ہم نے آپ سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اس لئے تم میری ہی عبادت کرو)

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:36)

(اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (الزمر:65-66)

(اور یقیناً تمہاری اور ان پیغمبروں کی جانب جو تم سے پہلے تھے وحی کی گئی تھی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سب اعمال تباہ ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جاؤ گے۔ بلکہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر کرنے والوں میں ہو جاؤ)

یہی وہ سب سے اہم ترین مسئلہ ہے جس کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام اور گمراہ امتوں کے درمیان معرکے پیش آئے اسی کی بنا پر کچھ امتیں غرق کر دی گئی، کچھ کو ملیامیٹ کر دیا گیا، کسی کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور کسی کو بھیانک عذاب سے دوچار کیا گیا۔ ہم گزشتہ صفحات میں اس کے متعلق کئی دلائل دے چکے ہیں تو آپ ان کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

---

[134] ان کی شرعی علم و اصول سنت سے جہالت کا مظاہرہ "روداد مناظرہ، درمیان حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی (ادیب فاضل ومنشی فاضل) و مولوی مودودی صاحب امیر و امام جماعت اسلامی (جمال پور، پٹھان کوٹ) بر مکان: چوہدری عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ، شہر سیالکوٹ" کتابچے میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

ھ: پھر کہتے ہیں:

"دین کا حقیقی مقصد، امامت راشدہ وصالحہ کے نظام کا قیام ہے"۔[135]

میں کہوں گا:

دین کا حقیقی مقصد، انس و جن کی تخلیق، پیغمبروں کی بعثت اور کتابوں کے نزول کا مقصد اللہ کی عبادت اور دین کو اس کے لئے خالص کرنا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات:56)

(میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر صرف اپنی عبادت کے لئے)

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء:25)

(ہم نے آپ سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اس لئے تم میری ہی عبادت کرو)

﴿الر ۚ كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ، أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۚ إِنَّنِي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ﴾ (ھود:1-2)

(الر، یہ ایک ایسی کتاب ہے، جس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں، پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں، ایک حکیم باخبر (اللہ) کی طرف سے ،یہ کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اللہ کی، بے شک میں تم کو اس کی جانب سے ڈرانے والا خوشخبری دینے والا ہوں)

چونکہ استاد مودودی کا یہ تصور ہے کہ امامت، قیادت اور خلافت یہ دین کا حقیقی مقصد اور انسانی زندگی کے سب سے اہم ترین اور اصل الاصول مسائل ہیں، اس ضمن میں، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ روافض کی امامیہ شاخ سے تعلق رکھنے والے اور امامت کے تعلق سے غلو کرنے والے ابن المطہر الحلی پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تنقید کا تذکرہ کروں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی حِلّی رافضی پر تنقید

---

[135] الأسس الأخلاقية:22۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”فصل:

رافضی مصنف کہتا ہے: امام بعد! یہ ایک اچھا رسالہ اور لطیف مقالہ ہے، جو احکام دین کے اہم مطالب اور مسلمانوں کے سب سے عظیم مسئلہ، مسئلۂ امامت سے متعلق ہے۔ جس کے پانے سے کرامت کا درجہ حاصل ہوتا ہے، اور یہ ارکانِ ایمان میں سے ایک ہے جس کے ذریعے آدمی ہمیشہ ہمیش جنت میں رہنے کا مستحق قرار پاتا ہے، اور رحمٰن کے غضب سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔۔۔“۔[136]

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”اس پر کئی طرح سے کلام کیا جاسکتا ہے:

1- ایک تو یہ کہ یہ کہا جائے: اس بات کا قائل کہ:

(مسئلہِ امامت احکامِ دین اور مسلمانوں کے مسائل میں سب سے اہم ترین مسئلہ ہے)۔

سنی اور شیعہ مسلمانوں کے اجماع کے مطابق جھوٹا ہے، بلکہ یہ تو کفر ہے، کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا امامت کے مسئلہ سے زیادہ اہم ہے، اور یہ بات دینی مسلمات و بدیہات میں سے ہے۔

ایک کافر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے تک مسلمان نہیں ہوتا، یہی وہ دعوت ہے جس پر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کفار کے ساتھ شروع سے ہی جنگ کی، جیسا کہ کتب ستہ وغیرہ کتابوں میں منقول ہے:

”أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا“[137]

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی نہ دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، جب وہ یہ کریں گے تو انہوں نے اپنے خون اور مال مجھ سے بچا لئے، سوائے اسلام

---

[136] المنہاج: 1/20۔
[137] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

کے حق سے)۔

اور اللہ تعالی نے بھی یہ فرمایا ہے:

﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ (التوبۃ:5)

(جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ وہاں قتل کرو، انہیں پکڑو اور گھیر و اور ہر گھات پر ان کی تاک میں بیٹھو، پس اگر انہوں نے توبہ کی اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جب آپ نے انہیں لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے ساتھ یہی معاملہ کرتے کہ ان کی خونریزی سے رک جاتے جب وہ اپنے کفر سے توبہ کر لیتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی ایسے وقت میں امامت کا ذکر تک نہیں کیا۔

نیز اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیت کے بعد فرماتا ہے:

﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ (التوبۃ:11)

(اگر انہوں نے توبہ کی اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں)

پس اللہ تعالی نے توبہ کی وجہ سے انہیں آپس میں دینی بھائی بنا دیا، کیونکہ بلاشبہ عہد نبوی میں جب کفار مسلمان ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر تمام اسلامی احکام نافذ فرماتے، لیکن کسی بھی حال میں ان سے امامت کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔

اور نہ ہی کسی اہل علم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس تعلق سے کچھ نقل کیا ہے، نہ خاص نہ عام کچھ بھی منقول نہیں، بلکہ یہ بات دین میں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے بھی اس امامت کے تعلق سے مطلق یا معین طور پر کچھ نہیں فرمایا جب کوئی اسلام قبول کرنے کے لئے آتا، تو پھر یہ دین کے اہم ترین مطالب میں سے کیسے ہو گیا، پھر۔۔۔

2- دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر زمانے میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا امامت کے مسئلہ سے زیادہ عظیم رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امامت کا مسئلہ کسی بھی وقت نہ اہم رہا ہے اور نہ افضل۔

3- تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ مسئلہ اتنا ہی اہم ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے پیچھے آنے والی امت کو اسے بتلانا واجب ہوتا جیسا

کہ آپ ﷺ نے نماز، روزہ اور حج کے امور بتلائے، اللہ پر ایمان، اس کی توحید اور آخرت کے دن کے تعلق سے بتلایا۔

یہ بھی معلوم ہے کہ جس طرح ان مذکورہ اصول کو کتاب و سنت میں بتلایا گیا ہے اس طرح کہیں بھی امامت کا ذکر نہیں کیا گیا"۔

آگے چل کر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ جب یہ مسئلہ دین کا سب سے اہم اور افضل مسئلہ ہے تو کتاب اللہ میں اس کا ذکر دوسروں سے کہیں زیادہ ہوتا اور رسول ﷺ اس کا بیان دوسرے امور سے زیادہ فرماتے جبکہ قرآن کریم توحید الہی کے ذکر، اس کے اسماء وصفات وآیات اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کا بار بار تذکرہ کرتا ہے، اسی طرح عبرت و موعظت کے واقعات ، حدود فرائض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی ذکر کثرت سے ہے، جب کہ امامت کا اتنا ذکر نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ سب سے اہم اور افضل کو چھوڑ کر دوسری چیزوں سے قرآن بھرا پڑا ہو؟"[138]

4- "چوتھی وجہ: نیز جب اللہ نے اخروی سعادت کا تذکرہ فرمایا تو اس میں بھی امامت کا ذکر غائب ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (النساء:69)

(جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ، اور یہ کیا ہی خوب رفیق ہیں)

اور فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (النساء:13-14)

(اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں

---

[138] المنھاج:1/21۔

بہہ رہی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے گا اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور ایسوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے)

جب اللہ تعالی نے آخرت کے خوش نصیبوں کا تذکرہ فرمایا تو بتایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہوں گے اور جب عذاب پانے والوں کا تذکرہ کیا تو بتایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے اور حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والے ہوں گے۔ اور یہی نیک بختوں اور بد بختوں میں اصل فرق قرار دیا جبکہ اس میں امامت کا کوئی ذکر نہیں۔

اگر کوئی کہے کہ امامت بھی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں داخل ہے ؟!

تو اس سے کہا جائے گا کہ: امامت کی فضیلت کی انتہا زیادہ سے زیادہ نماز، روزہ اور حج جیسے دیگر فرائض کی سی ہو گی جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں داخل ہے۔ وہ تنہا دین کا سب سے اہم مقصد اور مسلمانوں کا سب سے اہم مسئلہ نہیں بن سکتی ؟!"[139]

5-"پانچویں وجہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حلّی کا یہ کہنا:

(امامت کا مسئلہ ایمان کا ایک رکن ہے۔ جس کی وجہ سے انسان جنت میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گا)۔

جواباً کہا جائے گا:

امامت کو ایمان کے ارکان میں داخل کرنے والے کون ہیں ؟ یہ صرف جاہل اور باطل لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوصاف اور احوال قرآن مجید میں بتلائے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایمان اور اس کے ارکان کا تذکرہ فرمایا ہے، لیکن نہ اللہ نے امامت کو ایمان کے ارکان میں داخل کیا ہے، اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے۔ اس سلسلے میں مشہور صحیح حدیث، حدیث جبریل ہے، جس میں جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی کی شکل میں تشریف لاتے ہیں اور آپ ﷺ سے ایمان، اسلام اور احسان کے تعلق سے سوال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ جواباً فرماتے ہیں:

"الإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ، قَالَ: وَالإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

---

139 المنهاج: 1/28-29۔

وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، قَالَ وَالإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ"

(اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو، پھر فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر آخرت کے دن پر اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ، (اور یہاں امامت کا ذکر نہیں فرمایا) پھر فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے ہو پھر بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے)۔

اس حدیث کی صحت پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے، امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے متعدد جگہ اس کو ذکر کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث متفق علیہ [140] ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما [141] کی روایت صرف مسلم میں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا کہ:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ، الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ، أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ (الانفال:2-4)

(بے شک مومن تو وہ ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، وہی لوگ حقیقت میں مومن ہیں ان کے لئے اپنے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور بہترین رزق ہے)

اس آیت میں مذکورہ صفات سے متصف افراد کے مومن ہونے کی گواہی دی گئی ہے، لیکن اس میں امامت کا کوئی تذکرہ نہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

---

[140] أخرجه البخاري، 65- كتاب التفسير: تفسير سورة لقمان، حديث (4777)، ومسلم 1- كتاب الإيمان، حديث (5-7)، وابن ماجة، المقدمة، حديث (64).

[141] أخرجه مسلم، 1- كتاب الإيمان، حديث (1-4)، وأبو داود،34- كتاب السنة، 17- باب في القدر، حديث(4695)، والترمذي (6/5)، 41- كتاب الإيمان، حديث (2610).

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحجرات:15)

(بے شک مومن تو صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں پھر شک نہیں کرتے، اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں)

مذکورہ آیت میں مذکورہ صفات کے حاملین کے سچے مومن ہونے کی گواہی دی جارہی ہے لیکن امامت کے تذکرے کے بغیر۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ:177)

(نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف کر لئے، بلکہ نیکی یہ ہے کہ بندہ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لایا، اور اس (اللہ) کی محبت میں (یا اپنے مال کی محبت ہونے کے باوجود) اپنا مال، رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں اور غلاموں کی رہائی میں دیا، اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی، اور اپنے عہد کو وفا کرنے والے اور سخت تنگی و مصیبت میں اور معرکوں وجنگوں میں صبر کرنے والے، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں)

یہاں بھی امامت کا ذکر نہیں ہوا۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (البقرۃ:1-5)

(الم۔ یہ کتاب (اللہ کی ہے) اس میں کوئی شک نہیں ہے، متقیوں کے لئے راہ دکھانے والی ہے، جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور

نماز قائم کرتے ہیں، اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں، جو ان تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں جو تم پر نازل کی گئیں اور جو تم سے پہلے (انبیاء پر) نازل کی گئیں، اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)

پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ صفات کے حامل لوگوں کو ہدایت اور فلاح پانے والے لوگوں میں کر دیا، لیکن امامت کا تذکرہ کہیں نہیں کیا۔

اور ہم دینِ محمد بن عبد اللہ ﷺ کے بارے میں یہ بات یقینی اور قطعی طور پر جانتے ہیں کہ جس سے انکار ممکن نہیں کہ جب لوگ اسلام لائے تو آپ ﷺ نے ان کے ایمان کا دار و مدار امامت کی معرفت پر موقوف نہیں رکھا، بلکہ اس امامت کے تعلق سے کوئی تذکرہ تک نہیں فرمایا۔ اگر امامت ایمان کے ارکان میں سے ہوتی تو ضرور آپ اسے بیان فرماتے تاکہ اہلِ ایمان اس کے ذریعے ایمان حاصل کرتے۔

جب یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایمان میں امامت کی شرط نہیں رکھتے تھے تو پھر اسے ایمان کی شرط قرار دینا اہل بہتان کا کام ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ (ایمان کی) عام نص (دلیل) میں داخل ہے یا اس قبیل سے ہے کہ "ما لم يتم الواجب إلا به"[142]، یا اس پر کوئی دوسرے نصوص و دلائل دلالت کرتے ہیں۔

تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ: اگر ان تمام باتوں کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کی انتہا یہی ہے کہ وہ دین کے فروع میں سے ایک ہے نہ کہ ایمان کے ارکان میں سے کوئی رکن، کیوں کہ ایمان کا رکن وہ ہے جس کے بغیر ایمان حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ شہادتین ہے، کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دے۔

اگر امامت ایمان کے ارکان میں سے ہوتی، جس کے بغیر کسی کا ایمان مکمل نہ ہو تو ضرور آپ ﷺ اس کا کھل کر اعلان فرماتے، تاکہ کسی کے لئے کوئی عذر نہ ہو، جیسا کہ شہادتین، اللہ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت پر ایمان کو بیان فرمایا، پھر ہم یہ

---

[142] یہ ایک شرعی قاعدہ کی طرف اشارہ ہے کہ "ما لم يتم الواجب إلا به فهو الواجب" (جس کام کے بغیر کوئی واجب ادا نہ ہوتا ہو، تو وہ بھی واجب ہو جاتا ہے) جیسے وضوء کرنے کا عام حکم مباح یعنی جائز ہے کہ انسان کبھی بھی کر لے مگر نماز جو کہ واجب یعنی فرض ہے کی ادائیگی بنا وضوء کے ممکن نہیں تو اس وقت وضوء واجب ہو جائے گا۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

کیوں نہیں پاتے کہ لوگ آپ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی پر نہ مطلق امامت کی شرط عائد کر رہے ہیں اور نہ معین"[143]۔

میں یہ کہتا ہوں کہ:

1- میں نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اس قدر طویل کلام ان کی امامت و جلالت شان اور امت کا آپ کی فہم اسلام کی قوت و گہرائی پر اعتماد، اور آپ کے اخلاص پر یقین کی وجہ سے نقل کیا ہے۔

2- کیوں کہ مودودی اور اس رافضی کا دعویٰ بھی ایک ہی طرح کا ہے، بلکہ سخت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مودودی کا دعویٰ اس رافضی سے بھی بڑا ہے، کیونکہ اس شیعہ نے امامت کو "احکام دین کا اہم مقصد" اور "ایمان کے ارکان میں سے ایک" قرار دیا۔ جبکہ مودودی نے اسے "انسانی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ اور اصل الاصول"، "حقیقی دین کی غرض وغایت" اور "پیغمبروں کا اصل مقصد" قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مزید آگے بیان ہوگا۔

3- اس سے میرا مقصد مسلم نوجوانوں کو نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو مضبوطی سے تھام لیں، انہیں میری نصیحت ہے کہ وہ ربیع اور مودودی کے درمیان موازنہ نہ کریں، بلکہ اس قرآن کے مرتبہ کو بلند کریں جو ان کے رب کا کلام ہے اور اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مقام بلند کریں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی انسان کی بات کا موازنہ نہ کریں، چاہے اس کا مقام و مرتبہ کتنا ہی بلند و بالا کیوں نہ ہو، یہی ایمان کا تقاضہ اور اس کی سچائی کی دلیل ہے۔

امامت علمائے اسلام کی نظر میں اور اس کے وجوب پر دلائل

امام ابو الحسن الماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امامت نبوت کی نیابت کے لئے وجود میں لائی گئی ہے، تاکہ دین کی حفاظت ہو اور دنیا کا نظام چل سکے، امت میں جو شخص اس کا اہل ہو اسے امام مقرر کرنے کے وجوب پر اجماع ہے۔ اگرچہ کہ اس معاملے میں الاصم نے اجماعِ امت سے ہٹ کر شذوذ اختیار کیا ہے۔ علماء اس بارے میں مختلف ہیں کہ امامت عقلاً واجب ہے یا شرعاً؟ ایک جماعت کہتی ہے کہ عقلاً واجب ہے، کیوں کہ عقل مندوں کی طبیعت اس شخص کی سرداری کو مانتی ہے جو انہیں ظلم سے نجات دلاتا ہو، جیسا کہ الأفوہ الأودی کہتا ہے:

لا يصلح الناس فوضى لا سراة لهم   ولا سراة إذا جهالهم سادوا

---

[143] المنهاج:1/32-33۔

(لا قانونیت لوگوں کے لئے درست نہیں، اس طرح کہ ان کا کوئی سردار نہ ہو، نہ ہی اس قوم کا کوئی سردار ہے جس کے جاہل سردار بن بیٹھیں) [گویا کہ وہ سردار کہلانے کے لائق ہی نہیں، ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے]

ایک جماعت کہتی ہیں کہ امامت شرعاً واجب ہے عقلاً نہیں، اس لئے کہ امام ان شرعی امور کو بھی قائم کرتا ہے جس کے بارے میں عقل عبادت کے طور پر بجالانے یا اسے واجب قرار دینے کے موجب نہ بنتی ہو۔ پھر اللہ تعالی کے اس قول کے ذریعے بھی اس کے وجوب پر استدلال کیا جاتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء:59)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر کی بھی)

فرماتے ہیں: پس اللہ نے ہم پر اولوالامر کی اطاعت واجب کی، اس سے مراد وہ امام ہیں جو ہم پر امیر مقرر کئے گئے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں: ہشام بن عروہ روایت کرتے ہیں ابی صالح سے وہ روایت کرتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”سَيَلِيكُمْ بَعْدِي وُلاةٌ، فَيَلِيكُمُ الْبَرُّ بِبِرِّهِ، وَالْفَاجِرُ بِفُجُورِهِ، فَاسْمَعُوا لَهُمْ وَأَطِيعُوا فِي كُلِّ مَا وَافَقَ الْحَقَّ، فَإِنْ أَحْسَنُوا فَلَكُمْ وَلَهُمْ، وَإِنْ أَسَاءُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ“[144].

(میرے بعد تم پر مختلف قسم کے حاکم آئیں گے، کچھ تو نیک ہوں گے جو اپنی نیکیوں کے ساتھ آئیں گے، اور کچھ برے ہوں گے جو اپنی برائیوں کے ساتھ آئیں گے، تم ان کی سنو اور اطاعت کرو ہر اس چیز میں جو حق کے موافق ہے، اگر انہوں نے نیک کام کئے تو انہیں بھی ثواب ملے گا اور تمہیں بھی، اگر انہوں نے برائیاں کیں تو تمہارا ثواب تمہیں ملے گا اور ان کا گناہ ان پر ہوگا)۔

فرماتے ہیں: جب امامت کا واجب ہونا ثابت ہو گیا تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ فرضِ کفایہ ہے، جیسا کہ جہاد اور علم حاصل کرنا ہے“۔[145]

قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

144 سنن دارقطنی 1741، العجم الاوسط للطبرانی 6310، وقال الالبانی فی ارواء الغلیل إسناده ضعیف جدا۔
145 الأحكام السلطانية (ص:5-6).

"امام مقرر کرنا واجب ہے"۔

محمد بن عوف بن سفیان الحمصي کی روایت سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فتنہ اس وقت ابھرے گا جب لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار کوئی نہیں ہو گا"۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جب سقیفہ میں اختلاف رونما ہوا اور انصار نے کہا کہ: ہم میں سے ایک امیر ہو گا اور تم میں سے ایک امیر ہو گا۔ تو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کی تردید فرمائی۔

بعض نے کہا کہ: بے شک عرب صرف قریش کے اس قبیلے کی صدارت ہی قبول کر سکتا ہے، اور اس تعلق سے کچھ احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں۔ اگر امامت واجب نہ ہوتی تو نہ یہ گفت وشنید اور آپس میں مناظرے وجود میں نہ آتے، اور کہنے والا یہ کہہ دیتا کہ: یہ واجب ہی نہیں ہے، نہ قریش کے لئے اور نہ ہی کسی اور کے لئے"[146]۔

امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امامت کا مسئلہ (دین میں) فروعی مسائل سے تعلق رکھتا ہے"[147]۔

قارئین کرام! امامت کے مسئلہ میں آپ نے علماء کی آراء کو ملاحظہ فرمایا، کوئی اسے دین کی فروعات میں شمار کر رہا ہے اور کوئی دین کی حفاظت اور دنیا کے انتظام کا ایک وسیلہ گردان رہا ہے، جو اسے واجب شمار کر رہے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے کہ یہ شرعاً واجب ہے یا عقلاً؟

ہم بھی اس کے وجوب کا کہتے ہیں لیکن الماوردی رحمہ اللہ نے جو دو دلائل دیے ہیں ان میں سے کسی میں بھی امامت کے لئے کوئی نص نہیں ہے، بلکہ یہ ان امیروں کی اطاعت کے وجوب کا عام حکم ہے جن کی امارت عملاً قائم ہو چکی ہو، اور یہی حال مذکورہ حدیث کا بھی ہے۔ اسی لئے جب ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے دیکھا کہ ان دونوں میں واضح دلیل نہیں ہے تو وہ اسے ٹال گئے۔ بہر حال جس امامت کے وجوب کے دلائل میں اس قدر شدید اختلاف ہو پھر اس کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ: "وہ دین حق کی غایت" اور "انبیاء کے مشن کی غایت" ہے؟۔۔۔ اور آخر تک جو مبالغات اس بارے میں کئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے درجے کو بہت بڑھا چڑھا کہ بیان کیا جاتا ہے اور دین وعقیدے کی شان و درجے کو کم تر و کمزور کیا جاتا ہے۔

---

146 الأحكام السلطانية (ص:19).

147 مغيث الخلق (ص:9).

ج: مودودی لکھتے ہیں:

"اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا مقصود ہمیشہ یہی رہا ہے کہ وہ دنیا میں اسلامی حکومت قائم کریں اور اس میں انسانی زندگی کا وہ نظامِ کامل رائج کریں جسے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے تھے"۔[148]

اس ضمن میں، میں یہ کہوں گا کہ:

1-انبیاء علیہم السلام کے تعلق سے کوئی سیاسی نتیجہ از خود نکالنا اور اخذ کرنا جائز نہیں، کیوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے اور ان کی تاریخ کا تعلق غیبی امور سے ہے جس کے بارے میں سوچنا اور غور کرنا ہمارے لئے جائز نہیں ہے مگر صرف اس وحی کی حدود میں جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر وحی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کا واقعے کی ابتداء میں فرماتا ہے:

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾

(یوسف:3)

(ہم تمہیں سب سے اچھا قصہ سناتے ہیں، اس واسطے سے کہ ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن وحی کیا ہے، اور بے شک تم اس سے پہلے یقیناً بے خبروں میں سے تھے)

اور یوسف علیہ السلام کے واقعے کے اختتام پر فرماتا ہے:

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ﴾ (یوسف:102)

(یہ (واقعہ) غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں، ورنہ تم اس وقت ان کے پاس نہیں تھے جب کہ انہوں نے اپنی سازش کی ٹھان لی تھی)

نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (هود:49)

---

[148] تجدید الدین:34 عربی، ترجمہ: تجدید واحیائے دین۔

(یہ (واقعہ) غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں، اس سے پہلے نہ تو تم اس کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم، تم صبر کرو، بے شک انجام کار متقیوں کے ہی حق میں ہوتا ہے)

اس وقت اپنی طرف سے نتیجہ نکالنے کی حرمت اور سخت ہو جائے گی جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی خبروں کے مخالف ہو۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے مقصد کو مختصر الفاظ میں ذکر کر کے فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:36)

(یقیناً ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)

اور فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:25)

(ہم نے تم سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو)

کیا انبیاء کرام کا مقصدِ رسالت قیامِ حکومت تھا؟

اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء جیسے نوح، ابراہیم، ھود اور صالح علیہم السلام کے تفصیلی واقعات ذکر کئے۔ ہم نے ان کے منہج سے متعلق پہلے ذکر کیا، اور وہ تمام آیات ذکر کیں جو ان کے منہج و مقاصد کو متعین کرتی ہیں۔ اور وہ تمام کی تمام وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے تذکرے میں مختصر طور پر مجمل ذکر کیا ہے یعنی توحید کی دعوت، شرک اور مظاہر شرک کی تردید، خیر کی دعوت وغیرہ، لیکن نہ قرآن میں اور نہ ہی سنت میں ایسی کوئی دلیل ہے جو مودودی کے اس زعم و گمان کی تائید کرتی ہو جو وہ اپنے اس قول میں بیان کرتا ہے کہ:

"اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا مقصود، اس دنیا میں اسلامی۔۔۔یا۔۔(بترجمۂ ندوی)۔۔۔الٰہی حکومت کو قائم کرنا ہے"۔

اگر اس اہم مسئلہ پر کسی کے پاس کتاب و سنت سے کوئی واضح دلیل ہو تو لے آئے تا کہ ہم بھی اسے مانیں اور اتباع کریں۔

2- استاد مودودی نے ایسے دور میں زندگی گزاری جو جماعتی سیاست کے معرکوں کا دور تھا، حکومت حاصل کرنے کی خواہش اور اس کے لئے معرکہ آرائی مشرق و مغرب میں عام تھی، چونکہ آپ بھی ذہنی طور پر اس سے متاثر تھے اور سیاست میں قد آور

تھے۔ اس لئے آپ کو بھی یہی لگا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی یہی ضروری ہے کہ وہ حاکمانہ اختیارات حاصل کرنے والے اور سلطنت کی زمامِ کار کے لئے عزم وہمت کے ساتھ سخت جدوجہد کرنے والے ہوں۔

جیسا کہ ان کا درجِ ذیل کلام اس بات کی تاکید کرتا ہے جو میں کہہ رہا ہوں:

"**کسی نبی کے عمل کی نوعیت:** اسی تہذیب و تمدن کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اللہ تعالی نے اپنے رسولوں کو پے در پے بھیجا، رہبانی و درویشی تہذیب (صوفیت) خواہ جاہلیت کی ہو یا اسلامی کو مستثنیٰ کرکے ہر وہ تہذیب جو دنیا کی زندگی کے متعلق ایک جامع نظریہ اور کاروبارِ دنیا کو چلانے کے لئے ایک ہمہ گیر طریقہ رکھتی ہو، طبعاً اس بات کی طالب ہوتی ہے کہ حاکمانہ اختیارات پر قبضہ کرے اور زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لے اور زندگی کا طریقہ اپنے مخصوص طرز پر بنائے۔

حکومت کے بغیر کسی ضابطہ و نظریہ کو پیش کرنا یا کسی حلال و حرام و شریعت کا معتقد ہونا محض بے معنی ہے۔

راہب تو دنیا کے معاملات چلانا ہی نہیں چاہتا، بلکہ ایک خاص قسم کے سلوک سے اپنی خیالی نجات کی منزل تک باہر ہی باہر پہنچ جانے کی فکر میں رہتا ہے اس لئے اس کو حکومت کی حاجت ہے نہ طلب۔

مگر جو دنیا کے معاملات ہی کو چلانے کا ایک خاص ڈھنگ لے کر اٹھے اور اسی ڈھنگ کی پیروی میں انسان کی فلاح و نجات کا معتقد ہو اس کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ ہی نہیں کہ اقتدار کی چابیوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے، کیوں کہ جب تک وہ اپنے مخصوص طریقے کی تنفیذ پر عمل درآمد کرنے کی طاقت حاصل نہ کرلے وہ حقیقی دنیا میں قائم نہیں ہوسکتا"۔[149]

مودودی دورِ حاضر کے تمدن اور اس کے تمام یا غالب شعبہ جات اور اس کی تفصیلات پڑھنے کے بعد یہ نظریہ رکھتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تہذیب بھی دورِ حاضر کے ملکی و انتظامی ہر شعبہ کو شامل کرلیتی ہے، لیکن وہ جاہلی تہذیب و تمدّن سے مختلف ہوتی ہے، پھر آپ نے یہ نظریہ گھڑ لیا کہ ہر تہذیب کا انسانی زندگی کے لئے ایک جامع نظریہ ہوتا ہے جو تمام دنیوی امور کو شامل کر

---

[149] (تجدید الدین:32-33، تجدید و احیائے دین:30-31) اس سلسلے میں انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی شہری و تمدنی زندگی کا بیان کیا ہے اور اس میں بہت توسع اختیار کیا ہے جن میں سے بعض باتیں تو برحق ہیں لیکن بعض کے بارے میں ملاحظات ہیں جو ناطق وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے محتاج دلائل ہیں۔ انہی امور میں سے ان کا یہ کہنا ہے کہ: شہری حکومت کے شعبوں میں مناصب و وظائف کی تنظیم کاری، اس کے علاوہ دیگر اصول و قوانین اور ان اصولوں سے تفصیلی قواعد کا استنباط اور نظام عدالت و پولیس واحتساب، محصول (ٹیکس) کی وصولی، شعبۂ اقتصاد اور عوامی لیبر قوانین، صنعت و تجارت اور نظام نشر و اعلان (میڈیا)، تعلیم و تربیت، سرکاری ملازمین کا انتظام، افواج کی ٹریننگ و تنظیم، صلح و حرب اور بین الاقوامی تعلقات و خارجہ پالیسی وغیرہ (یہ کام انبیاء کرام کیا کرتے تھے)۔

لیتاہے اور وہ فطری طور پر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ تہذیب و تمدّن کو نافذ کرنے کے لئے اقتدار کی کرسی پر قبضہ کیا جائے اور تمام امور کی باگ ڈور ہاتھ میں لے لی جائے۔

(بقول مودودی)اور انبیاء علیہم السلام بھی اسی طرح کی تہذیب و تمدّن لے کر آئے تھے کہ ان کی اس تہذیب کو نافذ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اقتدار پر قبضہ کرکے زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لی جائے۔

پیغمبروں کے لئے بھی یہی ضروری تھا کہ وہ سلطنت کی چابیاں چھین لیں، کیونکہ:

"یہی انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا منتہائے مقصود ہے کہ وہ دنیا میں اسلامی حکومت قائم کرکے اس پوری نظامِ زندگی کو نافذ کریں جسے وہ اللہ کی جانب سے لے کر آئے تھے"۔

قارئین پر یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ تمام باتیں فکری اور سیاسی فکر کی پیداوار ہیں، نہ قرآنی دلائل پر قائم ہیں اور نہ احادیث نبویہ پر۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وحی الٰہی کا میدان فکری اور سیاسی ایجادات کا میدان نہیں ہے۔

ان کے خیال میں لوگوں کی صرف دو قسمیں ہیں:

1- "راہب کی جو خیالی نجات کی منزل تک دنیاوی امور کے باہر ہی باہر سے پہنچ جانے کی فکر میں رہتا ہے۔۔۔ الخ" حاشا وکلا انبیاء علیہم السلام کا تعلق اس قسم سے ہو، ان سیاست دانوں کی نظر میں دورِ حاضر کے وہ علماء و دعاۃ بھی رہبان کے زمرہ میں شامل ہیں جو سیاسی کشتی پر سوار نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کی گہرائیوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔ بلکہ دعوت الی اللہ میں منہج انبیاء پر چلتے ہوئے توحید خالص کی دعوت دیتے ہیں، شرک فسق و فجور، بدعات و خرافات سے حکمت اور نصیحت کے ذریعے ڈراتے رہتے ہیں، اگرچہ کہ وہ بھی معصوم عن الخطأ نہیں ہیں۔

2- دوسری قسم ان سیاسی اغراض اور تہذیبی فکر کے حامل لوگوں کی ہے جو اپنی قوم کو تہذیب کی بلندیوں تک پہنچانا چاہتے ہیں، اور اپنی قوم کے لئے ایک طاقتور ریاست کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں[150]۔

انبیاء علیہم السلام تمام لوگوں میں سب سے زیادہ لائق و فائق ہیں کہ وہ اس "ممتاز طبقہ" سے ہوں۔

حالانکہ وہ یہ چوک گئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قسم، ایک خاص قسم ہے، جو نہ پہلے طبقہ میں شمار ہوتی ہے اور نہ دوسرے میں۔ یہ برگزیدہ گروہ جس طرح رہبان کی حماقتوں و جہالتوں سے پاک ہے، اسی طرح سیاست دانوں کی ان حرص ولالچ، مکر و فریب اور

---

[150] اگرچہ کہ وہ توحید سے عاری اور قسما قسم کی بدعات و خرافات پر ہی قائم کیوں نہ ہو۔

شیطانی اسلوب سے پاک اور منزّہ ہے، جن کے ذریعے وہ اقتدار حاصل کرتے ہیں۔ اس مقدس جماعت کے دل حرص و حوس سے سب سے زیادہ پاک، عقل کے اعتبار سے سب سے زیادہ بلند، سب سے زیادہ خوش اخلاق، حسب و نسب اور بنیادی لحاظ سے سب سے زیادہ پاک ہیں۔ اللہ نے انہیں انسانوں کی ہدایت اور انہیں ضلالت و گمراہی سے بچانے کے لئے چن لیا تھا وہ دعوت الی اللہ کے میدان میں پورے اخلاص سے کمربستہ ہوگئے اس کے صلے میں نہ مال کی صورت میں اور نہ جاہ و بادشاہت کی صورت میں بدلہ چاہا، وہ تو محض اللہ کی رضا اور آخرت ہی چاہتے تھے۔ اور اسی کی خاطر اس مقدس گروہ نے وہ مظالم سہے جن پر ان کے علاوہ کوئی صبر نہیں کرسکتا۔

اور کہتے ہیں:

"اسی وجہ سے تمام انبیاء نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی، بعض کی مساعی صرف اس انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنے کی حد تک رہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام بعض نے انقلابی تحریک عملاً شروع کردی، مگر حکومت الہیہ قائم کرنے سے پہلے ہی ان کا کام ختم ہوگیا، جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور بعض نے اس تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچادیا، جیسے موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" [151]۔

اس تعلق سے میں کہوں گا کہ:

1- انبیاء ورسل کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے بھی زیادہ ہے، ان میں تقریباً پچیس انبیاء ورسل کے حالات اللہ تعالی نے ہم سے بیان کئے ہیں۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾

(النساء:164)

(اور بھی بہت سے رسولوں (کی طرف ہم نے وحی کی) جن کے واقعات ہم نے آپ کو پہلے بیان کئے اور بہت سے ایسے رسولوں (کی طرف بھی) جن کے واقعات ہم نے آپ کو بیان نہیں کئے، اور اللہ نے موسیٰ کے ساتھ بذات خود کلام فرمایا)

نیز ارشاد ہے:

---

[151] تجدید الدین:۳۵

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾(غافر:78)

(ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن میں سے کچھ کے قصوں کو تمہیں بیان کیا اور کچھ کے بیان نہیں کئے)

ہم پر ضروری ہے کہ ہم تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اور ان کی کتابوں پر مجمل ایمان رکھیں اور جن انبیاء ورسل اور ان کی کتابوں کا تذکرہ اللہ نے تفصیلی طور پر کیا ہے ان پر بھی تفصیل کے ساتھ ایمان رکھیں۔

اور جن انبیاء کرام اور ان کے قصوں کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے اور اپنے نبی محمد ﷺ کو نہیں بتلایا ہے تو وہ امور غیب میں سے ہے۔

میرے خیال میں ان کی یہ تعبیر کہ:

"اسی لئے ہر نبی اور ہر رسول نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی"[152]

یہ خاتم الانبیاء ﷺ کی جانب سے ملا ہوا علم نہیں ہے، یہ ان عظیم ترین غیبی امور سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ تک سے چھپا کر رکھا ہے، پھر اس کا علم آپ ﷺ کے علاوہ دوسروں کو کیسے ہو گیا؟ بلکہ ہم تو کہیں گے کہ کسی مسلمان کے لئے اس تعلق سے بات کرنی تک کیسے جائز ہو گی، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــُٔوْلًا﴾(الاسرا:36)

(جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو، بے شک کان، آنکھ اور دل ان تمام کے تعلق سے پوچھا جائے گا)؟

نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف:33)

(کہہ دو! میرے رب نے تو یہی بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے، کھلی اور چھپی، اور گناہ اور ظلم وزیادتی کو، اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کے لئے اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے)۔

---

[152] تجدید الدین (ص:35).

2- اس وجہ سے بھی یہ شرعاً جائز نہیں ہو سکتا کہ انبیاء علیہم السلام کی حکمت سے بھری ہوئی دعوت اور ان کی شفقت سے بھرپور رہنمائی، حکمت، علم، ثابت قدمی، صبر واستقامت پر مشتمل دعوت کو سیاسی انقلاب کی ایک کوشش قرار دیا جائے، اس لئے کہ سیاسی انقلاب ایسی مکاریوں، دسیسہ کاریوں اور سازشوں پر قائم ہوتا ہے، جس کو قائم کرنے والوں کو ناحق خون بہنے، کھیتی اور نسل کے تباہ ہونے اور زمین میں فساد برپا ہونے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

3- انبیاء کرام علیہم السلام کے مقصد کی یہ تشریح امت کے بھولے بھالے نوجوانوں کے حق میں انتہائی خطرناک ہے۔ کیوں کہ جب وہ جانیں گے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی سیاسی لیڈر اور انقلابی تحریک کے قائد تھے تو پھر ان کے متبعین کیوں نہ سیاسی انقلاب لانے والے بنیں؟ اور ان کے مقصد کے حصول کے لئے وہ سیاسی تدبیر ومنصوبہ بندی کیوں نہ اختیار کریں جو سیاسی انقلاب کے لئے ضروری ہیں؟ اور کیا ایسے لوگ سیاسی انقلاب لانے میں معصوم ثابت ہوں گے !۔

4- میں نہیں سمجھ پایا کہ استاد مودودی اپنے اس قول:

"ان (انبیاء) میں سے بعض کی مساعی صرف اس انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنے اور تیاری کرنے کی حد تک رہیں" اور الندوی ان سے نقل کرتا ہے کہ: "میدان تیار کرنے تک رہیں جیسے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام"۔

سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے بعد آنے والے پیغمبروں اور سیاست دانوں کے لئے کچھ سیاسی، انقلابی خطوط کی نشاندہی کی تھی یا وہ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں۔

بہر حال انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ ایک عجیب وغریب خوفناک تصویر کشی کی گئی ہے، جس کا تصور نہ تو قرآن نے دیا ہے اور نہ ہی سنت نے اور نہ ہی علمائے اسلام اسے جان سکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس سے بری اور منزہ قرار دیا ہے۔

ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا واقعہ کتاب وسنت میں ایک واضح مثال ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس کا تذکرہ کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی تمام مساعی توحید کی راہ میں جہاد تھیں، حجت اور دلیل سے بتوں کا بطلان ثابت کیا، اور جب آپ نے مشرک قوم ہو یا حکومت پر زبردست وناقابل تردید دلائل کا انبار لگا کر حجت تمام کر دی تو پھر ہاتھوں سے بھی ان کے معبودوں کو توڑ ڈالا۔ قوم نے اپنے بتوں کی یہ حالت دیکھی تو غصے سے پاگل ہوگئی اور آپ کو سخت سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ پس آگ جلائی اور پھر آپ کو اس میں جھونک دیا اور کہا:

﴿قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ﴾ (الانبیاء:68)

(اگر تم کچھ کرسکتے ہو تو اسے جلادو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو)

لیکن اللہ نے آپ کو ان کے مکر سے بچا لیا اور نجات دلائی:

﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ (الانبیاء:69)

(ہم نے کہا: اے آگ! تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر)

جب قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ گئی اور آپ کی امیدیں اپنی قوم کے دعوت الہی قبول کرنے سے کٹ گئیں، تو آپ نے انہیں چھوڑ دیا اور انہیں خیر باد کہہ کر اللہ تعالی کے لئے ہجرت کر گئے:

﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (العنکبوت:26)

(پس ان پر لوط ایمان لائے تو انہوں نے کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں، بے شک وہی تو زبردست حکمت والا ہے)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "سیاسی انقلاب یا اس کے لئے راہ ہموار کرنے کی" آپ کی کوششوں کے تعلق سے کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔

ہم چاہتے ہیں کہ مختصر ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعے کو مکمل کریں۔ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے ملک شام کی طرف ہجرت کی، پھر ایک مدت بعد اپنی بیوی ہاجرا اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مکہ گئے جو اس وقت غیر آباد تھا، بلکہ زندگی کے تمام وسائل حتی کہ پانی سے بھی خالی تھا۔ وہاں آپ نے اپنی بیوی بچے کو اللہ کے حکم سے چھوڑا، پھر ملک شام لوٹ گئے، جس وقت گھاٹی کے پاس پہنچے، اس طرح کہ ہاجرہ علیہا السلام آپ کو دیکھ نہیں سکتیں تھیں۔ آپ نے بیت اللہ کی طرف اپنا چہرہ کیا، پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعاء کی:

﴿رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾

(اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس بے کھیتی کی وادی میں لا بسایا ہے)

پھر وہ مقصد بھی ذکر کیا جس کے لئے آپ نے انہیں یہاں چھوڑا:

﴿رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾

(ابراہیم:37)

(اے ہمارے رب! غرض یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے رہیں، پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ شکر گزاری کریں)

پھر ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے سے ملاقات کرنے دو مرتبہ مکہ جاتے ہیں لیکن اسماعیل علیہ السلام کے تلاش رزق میں باہر رہنے کی وجہ سے ملاقات نہیں ہوتی۔ آپ الٹے پیر لوٹ آتے ہیں، تیسری مرتبہ جب آتے ہیں تو آپ کو پاتے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام آپ کو دیکھ کر آپ کی طرف کھڑے ہو کر جاتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ احترام اور شفقت کا وہی برتاؤ کرتے ہیں جیسا کہ بیٹا باپ کے ساتھ اور باپ بیٹے کے ساتھ کرتا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں: اے اسماعیل! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔

بیٹا جواب دیتا ہے: آپ وہ کر گزریں جس کا آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں: کیا تم اس معاملے میں میری مدد کرو گے؟

اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: ضرور کروں گا۔ آپ نے فرمایا: تو بے شک اللہ تعالی نے مجھے وہاں ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے، ساتھ ہی آپ ایک ابھری ہوئی زمین کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اس کے بعد دونوں نے مل کر کعبہ کی بنیادوں کو اٹھایا، اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے اور اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے اور ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ بناتے جاتے اور دونوں یہ کہتے جا رہے تھے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (البقرہ:127)

(اے ہمارے رب! تو اسے قبول فرما، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے)[153]

یہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے، آپ اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ان پر حجت قائم کرتے ہیں، پھر ان کے بتوں کو توڑتے ہیں، پر ہجرت کرتے ہیں، اور پھر ملک شام سے بے کھیتی کی وادی مکہ کی طرف آپ سفر کرتے ہیں جہاں آپ نے اپنی اولاد کو لا بسایا تھا اور اس کی غرض و غایت بھی ذکر فرمائی تھی، پھر جب آپ کے لڑکے جوان ہوئے تو دونوں نے مل کر بیت اللہ تعمیر کیا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پیغمبروں کو حکم دیا:

﴿اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ (البقرہ:125)

---

[153] بخاری کی طویل حدیث کا اختصار، کتاب الانبیاء ،باب یزفود: النسلان فی المشی، حدیث 3364۔

(تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے (ٹھہرنے) والوں، اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو)

کیا آپ کے ان تمام اعمال کا یعنی اپنے تہذیب و تمدّن کے گھوارہ ملک کو چھوڑ کر ملک شام کے دیہاتوں کی طرف کوچ کرنے، پھر اپنی بیوی و بچے کو زندگی کے وسائل سے خالی بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑنے، پھر اپنے مقصد کے اعلان:

﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (ابراہیم:37)

(اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس بے کھیتی کی وادی میں لا بسایا ہے، ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں)

کو اور آپ کی اللہ کے لئے اس ساری تگ و دو سے کیا یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ تمام کوششیں سیاسی انقلاب برپا کرنے کے لئے زمین کی تیاری تھیں؟!!

پھر یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام عملاً انقلابی تحریک برپا کرنے کے لئے کب کھڑے ہوگئے تھے؟!! پھر یہ انقلاب کیوں رک گی یا ناکام ہوگیا؟!!! اور اس خطرناک قول کی کیا دلیل ہے؟!!

اور کیسے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سوائے موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کامیابی و کامرانی کی منزل تک نہیں پہنچ سکے؟!! حالانکہ ہر نبی اور ہر رسول نے مودودی کے گمان کے مطابق سیاسی انقلاب کی کوششیں کی، پھر وہ کیوں اس کامیابی و کامرانی کی منزل تک نہیں پہنچ پائے حالانکہ ان کی تعداد تو ایک لاکھ بیس ہزار سے بھی زائد ہے؟!!

کیا آپ میرے ساتھ غلو کے اس کڑوے پھل اور خطرناک نتائج کو نہیں دیکھ رہے ہیں، جو ایمان اور عقیدے کو متزلزل کر رہے ہیں؟! انبیاء کرام علیہم السلام کی عظیم تعداد میں صرف دو افراد کامیابی اور کامرانی کے مقام تک پہنچ سکے، کیا اس بات سے کافر، ضعیف الایمان اور انبیاء کے رتبہ سے ناواقف شخص دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ناکامی اور نامرادی کا حکم نہیں لگا سکتا؟ کیا پختہ مومن کا بھی ایمان متزلزل نہیں ہو جائے گا جب کہ وہ ماضی اور حال کے کسراؤں، قیصروں اور فرعونوں کو دیکھتا، سنتا اور پڑھتا ہے کہ وہ عظیم ریاست اور بلند تہذیبوں کو پروان چڑھانے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور ہو رہے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی کوششیں کامیابی کی منزل تک بھی نہیں پہنچ سکیں؟!!

جب ہم اپنی جانب سے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقاصد متعین کرنے لگیں اور اپنے خیالات سے ان کی دعوت اور اعمال کا فیصلہ کرنے لگیں تو اس کے نتائج سنگین نکلیں گے، بلکہ مشکلات اتنی پیچیدہ ہوں گی کہ ان کا حل مشکل ہو جائے گا، اگر ہم ان کے مقاصد اور

اعمال کی تعین ہمیشہ رہنے والی کتاب اللہ اور اس رسول اللہ ﷺ کی سنت سے کریں گے جو کبھی اپنی خواہش سے نہیں کہتے، تو اس وقت ہم صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کا مقصد اور دعوت کا تعین فرمادیا ہے کہ:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:36)

(ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)

اور فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:25)

(اور ہم نے تم سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہی وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری ہی عبادت کرو)

اور فرمایا:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (النساء: 165)

(رسول بھیجے جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہیں، تاکہ لوگوں کے لئے اللہ پر رسولوں (کو بھیجنے) کے بعد کوئی حجت باقی نہ رہے، اور اللہ زبردست، حکمت والا ہے)

کیا انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مشن میں ناکام تھے؟

یہ ان کا مشن تھا اور یہی مقاصد واہداف، یعنی توحید کی دعوت، شرک اور گناہوں سے ڈرانا، مومنوں کو خوشخبری دینا، کافروں اور سرکشوں کو ڈرانا۔

انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اور اس صحیح معیار کے مطابق تمام کے تمام کامیابی اور کامرانی کی منزل تک پہنچے، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے دشمنوں پر ان کی مدد کی اور قیامت کے دن بھی ان کی مدد کرے گا اور ان کے مقابلے میں کافر دنیا و آخرت میں ذلیل وخوار اور خسارے وشکست سے دوچار ہوئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۔ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۔ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ﴾

(الصافات:171-173)

(اور ہمارا فیصلہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے کہ یقیناً وہی مدد کئے جائیں گے، اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب و برتر رہے گا)

اور فرمایا:

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (المجادلۃ:21)

(اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ البتہ ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے، بے شک اللہ تعالی قوی اور غالب ہے)

اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بہت سے قصوں میں یہ بتلایا ہے کہ کس طرح اس نے انہیں ان کے کافر دشمنوں کے مقابلے میں مدد و نصرت فرمائی۔

نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۔ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۔ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۔ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۔ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۔ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

(القمر:10-15)

(انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ میں بے بس و مغلوب ہوں تو میری مدد کر، پھر ہم نے آسمانوں کے دروازوں کو زور دار بارش سے کھول دیا، اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا، پھر دونوں پانی جمع ہوگئے اس کام کے لئے جو متعین ہو چکا تھا۔ ہم نے انہیں تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کرایا جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، یہ اس کی طرف سے بدلہ ہے جس کے ساتھ کفر کیا گیا، یقیناً ہم نے اس کو نشانی بنا کر چھوڑا، کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟)

اور فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۔ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۔ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۔ سَخَّرَهَا

عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۚ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾

(الحاقۃ:4-10)

(قوم ثمود اور عاد نے کھڑ کھڑا دینے والی کو جھٹلایا، لہذا جہاں تک ثمود کی بات ہے تو وہ خوفناک چیخ سے تباہ کر دئے گئے، رہے عاد تو وہ بے حد تند اور تیز آندھی سے ہلاک کر دئے گئے، جسے ان پر (اللہ نے) مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط رکھا، پس تم (اگر موجود ہوتے) تو ان لوگوں کو دیکھتے کہ وہ زمین پر ایسے پچھڑے پڑے ہیں گویا کہ وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں، کیا ان میں سے کوئی تم کو باقی نظر آرہا ہے؟ فرعون اور اس سے پہلے کی قومیں اور وہ جن کی بستی (قومِ لوط) گناہوں کے سبب الٹ دی گئی، انہوں نے اپنے رسول کی نافرمانی کی، پھر (اللہ نے) سخت پکڑ میں لے لیا)

اور فرمایا:

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۚ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا﴾ (الفرقان:37-39)

(اور قوم نوح نے جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ڈبو دیا، اور انہیں لوگوں کے لئے ایک نشان (عبرت) بنا دیا، اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، اور عاد، و کنویں والے اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو (ہم نے برباد کر دیا) اور ہم نے ان تمام کو مثالیں سنائیں، پھر ہر ایک کو بری طرح تباہ و برباد ہی کر ڈالا)

یہ پیغمبروں کی کھلی کامیابی و کامرانی اور زبردست نصرت اور کافروں کی شکست، نقصان اور مکمل تباہی و بربادی تھی۔

لہذا انہی برحق ربانی میزان، کسوٹی و معیار کے مطابق تمام انبیاء کرام ﷩ کامیابی و کامرانی کی منزل تک پہنچے۔ اس لئے کہ ان سب نے اپنے فرائض اچھے طور پر انجام دیے اور اپنے رب کے ان پیغامات کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا، جس کے وہ مکلف کئے گئے تھے۔ اور ان کے دشمنوں کا ایسے ہی عبرت ناک انجام ہوا جو ان کے متعلق اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے۔ جبکہ سیاسی یا خیالی یا جو چاہیں آپ اسے نام دیں ان کے میزان و معیار کے مطابق کوئی کامیاب نہیں ہوا سوائے موسیٰ اور محمد ﷤ کے۔

یہ بھی ہم ان کی منطق کے مطابق کہہ رہے ہیں ورنہ تو ہم موسیٰ اور محمد ﷤ کو کسی سیاسی انقلاب لانے کی کوشش سے مبرا قرار

دیتے ہیں، اور ان کی کامیابی کو اس بات سے منزّہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس بنیاد پر وجود میں آئی۔

اب ہم موسیٰ علیہ السلام کی طرف آتے ہیں اور ان کی کامیابی و کامرانی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کے مقابلے میں آپ کی کھلی مدد فرمائی۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَى مُوسَى وَهَارُونَ-وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ-وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ﴾ (الصافات:114-116)

(ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا، انہیں اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے نجات دی، اور ہم نے ان کی مدد کی اور وہی غالب رہے)

یہ مدد کیسی ہوئی؟ کیا کسی سیاسی انقلاب کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام مصر کے تخت پر جلوہ گر ہوئے؟ صحیح اور برحق جواب تو وہی ہے جو قرآن نے دیا، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت اور کلام کے لئے چن لیا اور فرعون تک دعوت الی اللہ پہنچانے کا مکلف کیا، آپ نے اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے فرعون کے سامنے اپنی رسالت کی سچائی پر واضح دلیلیں قائم کیں، لیکن اس نے کیا کیا؟

﴿فَكَذَّبَ وَعَصٰى، ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى، فَحَشَرَ فَنَادٰى، فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ (النازعات:21-24)

(تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر پلٹ کر دوڑ دھوپ کی، پھر سب کو جمع کر کے پکار کر کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں)

اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ، اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ، فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۭ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾

(غافر:23-25)

(یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور کھلی دلیلوں کے ساتھ بھیجا، فرعون، ہامان اور قارون کی طرف، ان تمام نے کہا (یہ تو) جادوگر، بہت بڑا جھوٹا ہے، جب وہ (موسیٰ) ان کے پاس ہماری جانب سے حق لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان لوگوں کے لڑکوں کو قتل کر دو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو، اور کافروں کا مکر گمراہی میں ہی ہے)

اس پر قومِ فرعون نے اس کو مزید بھڑکایا اور کہا:

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۭ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَاۗءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ﴾ (الاعراف:127)

(قوم کے سرداروں نے کہا: کیا تو نے موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد مچانے اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑنے کی چھوٹ دے رکھی ہے؟ اس نے کہا: ہم عنقریب ان کے لڑکوں کو بری طرح قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے، اور یقیناً ہمیں ان پر پورا قابو ہے)

موسیٰ علیہ السلام نے اس سرکشی کے مقابلے میں جو مؤقف اپنایا اس میں دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں کے لئے بڑی بصیرت وعبرت ہے:

﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (الاعراف:128)

(موسیٰ نے کہا: اللہ کی مدد طلب کرو اور صبر کا دامن نہ چھوڑو، بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے، اور انجام کار تو متقیوں کے لئے ہی ہے)

جب پانی سر سے گذر گیا تو بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے پاس روتے دھوتے شکایت لے کر آئے:

﴿قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ (الاعراف:129)

(کہنے لگے کہ ہم اپ کے آنے سے پہلے بھی اذیتوں میں مبتلا رہے اور آپ کے آنے کے بعد بھی، (موسیٰ نے) کہا: قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے اور دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو)

انبیاء کرام علیہم السلام کی تربیت اور مصائب وشدائد کی ہولناکی میں ان کے صبر پر غور کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو عبرت ناک سزائیں دینی شروع کیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں:

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ (الاعراف:130)

(ہم نے آل فرعون کو قحط سالی اور پیداوار میں کمی (کے عذاب) سے دوچار کر دیا، تا کہ وہ نصیحت پکڑیں)

پھر اللہ نے فرعون کو تباہ وبرباد کرنا اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اس کے چنگل سے بچانا چاہا، اس کے لئے اللہ نے ایک حکمت سے بھرا ہوا منصوبہ بنایا، جس میں نہ تو بغاوت تھی اور نہ سیاسی انقلاب، اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں اور ان کے اخلاق، حکومت کے حصول کے لئے مکاری وعیاری، دسیسہ کاری اور خونریزی کے استعمال کے سخت خلاف ہیں، اگرچہ کہ مقصد کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو۔ ارشادباری تعالی ہے:

﴿ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ. فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَاۗىِٕنِ حٰشِرِيْنَ. اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ. وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَاۗىِٕظُوْنَ. وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ. فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ. وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ. كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ. فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ. فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ. قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ. فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ. وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ. وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ. ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (الشعراء:52-67)

(ہم نے موسیٰ کی جانب وحی بھیجی کہ تم میرے بندوں کو راتوں رات لے چلو، بے شک تم پیچھا کئے جاؤ گے، فرعون نے شہروں میں (فوجیں جمع کرنے کے لئے) ہرکارے دوڑائے کہ بلاشبہ یہ ایک مٹھی بھر گروہ ہے، پھر اس پر وہ یقیناً ہمیں ناراض بھی کر رہے ہیں، اور بے شک ہم سب ہر وقت چوکنا و مستعد ہیں۔ ہم نے انہیں باغوں، چشموں، خزانوں اور اچھے اچھے مقامات سے نکالا، اسی طرح (ہوا) اور ہم نے ان تمام کا بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا، پس وہ لوگ سورج نکلتے (صبح سویرے) ان کے تعاقب میں چل پڑے، جب دونوں جماعتوں کا سامنا ہوا تو موسیٰ کے ساتھی چلا اٹھے کہ اب تو ہم ضرور پکڑے جائیں گے۔ (موسیٰ نے) کہا: ہرگز نہیں! میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور مجھے راستہ دکھائے گا، تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا، ہم نے دوسرے گروہ کو بھی قریب لا کھڑا کیا، اور ہم نے موسیٰ اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دی، پھر دوسروں کو ڈبو دیا، اس میں عبرت کی نشانی ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے)

یہی وہ عمدہ وسائل تھے جن کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی مومن قوم کامیابی تک پہنچی، مصائب و شدائد ذبح و قتل پر صبر کیا، ان مصائب سے نہ ان کا ایمان لڑکھڑایا اور نہ عقیدے متزلزل ہوا، اور نہ ہی انہوں نے صبر کا دامن چھوڑا، چناچہ یہی چیز ان کی مدد اور ان کے دشمن کی تباہی کا سبب بنی، یہی وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کیا، جسے ہم نے ابھی پڑھا، جس میں سیاست اور سیاسی انقلاب برپا کرنے کی بو تک نہیں۔

دوسری بات یہ کہ اگر موسیٰ علیہ السلام انقلاب برپا کرنے، سلطنت کی کنجیوں پر قبضہ جمانے اور الٰہی حکومت کے قائم کرنے کے لئے کوشاں تھے، جو (مودودی کے مطابق) انبیاء کرام علیہم السلام کی رسالت کا اصل مقصود ہے۔ تو فوراً مصر پلٹتے، کیوں کہ وہاں کے حالات آپ کے لئے بڑے ہی ساز گار تھے، فرعون اور اس کا لشکر ہلاک ہو چکے تھے صرف عورتیں، بچے اور خدام باقی رہ گئے تھے۔

پھر کیوں نہیں موسیٰ علیہ السلام نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ایک ایسے ملک میں الٰہی حکومت قائم نہیں کی جس کے تعلق سے قرآن کہتا ہے:

﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ، وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ، وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ﴾ (الدخان:25-27)

(انہوں نے کتنے باغ اور چشمے چھوڑے، اور کھیتیاں اور اچھے مقامات، اور نعمتیں جس میں وہ مگن تھے)

(ایسے خوشحال اور سبزہ زار ملک کو چھوڑ کر) صحرائے سینا[154] میں سلطنت، ریاست اور الٰہی حکومت کے بغیر کیوں قیام پذیر رہے؟!!

چناچہ ہمیں لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ بے شک موسیٰ علیہ السلام ایک کریم وعظیم اولی العزم و قوت پیغمبر تھے، جنہوں نے اپنی رسالت کی امانت کو کامل طور پر ادا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے اپنے باغی فرعون اور اس کے لشکر کو ہلاک کر دیا اور آپ کے ہاتھوں بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے رہائی دلائی، اور اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کے مقابلے میں جس طرح آپ کی مدد کی اور حفاظت فرمائی یہی آپ کے عزو شرف کے لئے کافی ہے۔

اور جہاں تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے تو آپ عقیدے کو سب سے زیادہ اہمیت دینے والی اول درجے کی شخصیت اور ہدایت کے پیغمبر تھے۔ اس عقیدے کے راستے میں آپ کو ایسی ایسی باتوں پر صبر کرنا پڑا جس کی تاب پہاڑ بھی نہیں لا سکتے۔ اس راہ کے شروع میں ہی آپ کو بادشاہت و حکومت کی پیشکش کی گئی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ٹھکرا دیا۔ اللہ نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و تحمل اور تقویٰ کا ہی صلہ تھا۔ یہ دعوت ورسالت اور اس کا پھل تھا، نہ کہ حاشا وکلا سیاسی انقلاب کا، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی کچھ تفصیل شروع میں ذکر کر دی ہے، جسے دوبار دہرانے کی یہاں

---

154 سورۂ بقرۃ وسورۂ مائدۃ میں فرعون سے نجات کے بعد صحرائے سیناء ووادئ تیہ وغیرہ کی آزمائش کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

ضرورت نہیں۔

اس نکتۂ نظر کے حاملین پر اس حیثیت سے گرفت کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے ایک قاعدہ بنالیا، وہ یہ کہ:

''اسلام ایک ایسا کل ہے جس کے جزء نہیں ہوسکتے''[155]۔

یہ ایک عظیم قاعدہ ہے اگر غلو کو چھوڑ کر سلف صالحین کے منہج پر اسے رکھا جائے۔

لیکن افسوس یہی لوگ اپنے اس قاعدے کے سب سے بڑے مخالف ہیں۔ اسلامی ریاست کو قائم کرنے (جسے یہ لوگ اللہ کی حاکمیت کی دعوت کہتے ہیں) کی خواہش نے انہیں اصل اسلام، یعنی توحید اور اس کی اقسام سے غافل کر دیا، اسی وجہ سے وہ آج تک اس حقیقت کا ادراک نہیں کر سکے کہ توحید کی دعوت کا اہتمام اس شدت سے کرنا آج بھی اتنا ہی ضروری بلکہ اس سے زیادہ ضروری ہے جتنا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بشمول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہدِ مبارک میں کیا تھا۔

کیا کوئی عقل مند و منصف شخص اس کا انکار کر سکتا ہے؟!

کیا کوئی باشعور مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمان خیر القرون کی طرح اپنے تمام عقائد و عبادات میں کتاب اللہ و سنت کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔

بلاشبہ اللہ کی حاکمیت کی دعوت اور اس کی تطبیق ایک اہم معاملہ ہے اور ہر وہ مسلمان اس کی فکر کرتا ہے جو اسلام کا صحیح فہم رکھتا ہے (اگر اس کی شرائط کو ملحوظ رکھا جائے)۔ بلکہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ضروری اور عظیم ہی ہے۔

لیکن ہم یہ پوچھنا چاہیں گے کہ: کیا اللہ کی حاکمیت کی دعوت، اصولِ اسلام کے کسی بنیادی رکن میں لاپرواہی یا کوتاہی کا تقاضہ کرتی ہے؟

جواب: ہرگز نہیں۔

---

155 لیکن صد افسوس ان پر ایک دوسرا قاعدہ غالب آچکا ہے اور وہ ہے: ''نتعاون فيما اتفقنا عليه ويعذر بعضنا بعضاً فيما اختلفنا فيه'' (ہم اس چیز میں آپس میں تعاون کریں جس میں ہمارا اتفاق ہے اور اس چیز میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں جس میں اختلاف ہے) اور یہ ایک وسیع المعانی عبارت ہے جو ہمہ قسم کے اختلافات کو شامل ہے چاہے وہ اصول میں ہوں یا فروع میں، اور اسلام کی جانب منسوب ہونے والے ہر فرقے کو شامل ہے بلکہ ان میں سے بعض کے ہاتھوں تو معاملہ اس سے بڑھ کر وحدت ادیان کی دعوت تک جا پہنچا ہے اور اس سلسلے میں ان کی کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

اللہ کی حاکمیت ضروری ہے کہ اسلام کی سب سے عظیم اصل سے شروع ہو اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور اس کے صفات کمالیہ کا اعتقاد رکھنا، جس طرح کہ اللہ نے اپنی کتابِ عظیم میں ہمیں بیان کیا ہے اور جیسا کہ نبی ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے تاکہ ہمارے دل اس کے ذریعے نور، ایمان، یقین اور اس کے لئے تعظیم و اجلال سے بھر جائیں۔

کیا اللہ کی حاکمیت میں یہ جائز ہے کہ اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ کمال کی تعطیل (انکار) کیا جائے؟ حالانکہ وہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں سب سے زیادہ بلند و بالا اور عظیم ہیں؟!!

پھر ہم علمائے امت سے گڑگڑا کر کیوں نہیں اس بات کا مطالبہ کرتے کہ وہ اس نازک معاملے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کریں؟!!

کیا اللہ کی شریعت، اس کے نظام اور حاکمیت میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کا انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج کی مخالفت کرنا جائز ہے، اس طرح کہ وہ تمام عبادتیں صرف اللہ کے لئے خاص کرنے کے بجائے، اس میں اس کے برابر والے ٹھہرائیں، انہیں پکاریں، فریاد کریں، مشکلات میں کے نام کی دہائیاں دیں، اس سے آگے بڑھتے ہوئے اللہ کی ربوبیت میں انہیں شریک کرلیں اور ان کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ غیب جانتے ہیں اور کائنات میں تصرف کرتے ہیں؟!!

کیا یہ اللہ کے حقوق میں سے سب سے عظیم حق پر زیادتی نہیں؟!!

کیا یہ تمام ظلموں سے بڑا ظلم نہیں؟!!

پھر کہاں ہے حاکمیت کی دعوت اور کہاں ہے وہ عدل؟!!

کیا اللہ اور اس کی شریعت کی حاکمیت میں یہ جائز ہے کہ ہم صوفیوں سے آنکھیں موند لیں جو مسلمانوں کے عقائد و عقلوں میں فساد پیدا کررہے ہیں اور ان کے عقائد کو حلول، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الادیان اور دیگر تصوف کی گمراہیوں کے ذریعے بگاڑ رہے ہیں؟!!

کیا اللہ کی حاکمیت میں یہ جائز ہے کہ مسلمان کے اکثر ممالک میں ہزاروں قبروں کو پختہ کیا جائے، تاکہ لوگ ان کا طواف کریں، ان کے اطراف (مجاور بن کر) اعتکاف کریں، ان کی زیارت کے لئے سفر کریں، مال کثیر کی نذر چڑھائیں، انکا عرس کریں اور مسلمان ان کے اطراف وہ کام کریں جس سے اسلام کی پیشانی پر پسینہ آجائے اور بت پرست، یہود و نصاریٰ اور کمیونسٹ، اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑائیں؟!!

کیا اللہ کی حاکمیت میں یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور انہیں ختم کر کے ان کی جگہ بدعات خرافات اور قصے کہانیاں گڑھ لی جائیں؟!!

جب کہ انہیں گمراہیوں و شرک و بدعات نے عموماً توحید اور اسلام کے نشانوں کو مٹایا ہے۔

میں اس نکتۂ نظر کے عقلمند لوگوں سے امید کروں گا کہ وہ سب سے پہلے اللہ کا خوف اپنے دلوں میں اور پھر امت میں بٹھا کر انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج کی کماحقہ قدر کرنے کی کوشش کریں اور اسلام کے لئے ہر شعبے کے لئے اتنی کوششیں کریں جتنا کہ وہ اس کا مستحق ہے اور اپنی نظر میں ہمیشہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ فرمان رکھیں:

"لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ"[156]

(اگر اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے تو یہ تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تمہارے پاس سرخ اونٹ ہوں)۔

ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ شرک و بدعات کا دور تو کب کا ختم ہو چکا، حالانکہ ہر گزرتا ہوا دن بتلا رہا ہے کہ وہ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ روز بروز جڑ پکڑتے جا رہے ہیں، ان کو پھیلانے کے لئے مدارس اور حکومتیں ہیں جو ان کی تائید اور حمایت کرتے ہیں، اور ان کے احبار و رہبان اور مجاور (علمائے سوء اور صوفی) تیار ہو رہے ہیں۔ پھر ہم مسلمانوں کو یہ کیوں نہیں سمجھاتے کہ یہ تمام اعمال جاہلیت اللہ کی حاکمیت کے خلاف ہیں؟

اور ہم اس میں ملوث لوگوں کو کیوں اللہ کی جانب فیصلے لے جانے کی اور ان تمام معاملات میں اللہ کی حاکمیت کے آگے جھک جانے کی دعوت نہیں دیتے؟۔

کیونکہ بلاشبہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اگر ابراہیم، نوح، موسیٰ اور محمد اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں سے ان کے دیگر بھائی سب آ جائیں، اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آ جائیں تو وہ کوئی منہج اختیار نہیں کریں گے سوائے اس منہج کے جو قرآن مجید ان کے تعلق سے بیان کرتا ہے اور کھلم کھلا ان پکی قبروں مزاروں اور تمام شرک و گمراہی کے مظاہر کو دیکھیں گے، تو ضرور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم علم الکلام والوں، معطلہ اور فلاسفہ اور قرآن و سنت سے منحرف تمام فرقوں سے کہیں گے قرآن و سنت کی طرف لوٹ آؤ۔ (جیسا کہ حدیث بھی ہے):

---

[156] صحیح بخاری 3701، صحیح مسلم 2409۔

"واللہ! لوجاء موسی ما وسعہ إلا اتباعی"[157]

(اللہ کی قسم! اگر موسیٰ بھی آجائیں تو انہیں بھی میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا)۔

کیا آپ سمجھتے ہیں یہ امور بہت ہلکے اور آسان ہیں:

﴿وَ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ (النور:15)

(اور تم اسے معمولی بات سمجھتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی)

ہر گز نہیں! معاملہ ایسا نہیں جیسا تم گمان کرتے ہو یا جیسا تمہیں باور کروایا جاتا ہے۔ بے شک علماء سوء، احبار و رہبان اور بدعتی سرغناؤں کا فساد زیادہ شدید اور خطرناک ہے حکام وغیرہ کے فساد سے۔ کیونکہ ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور ان سے محبت کرتے، ان کے اقوال و مناہج پر اعتماد کرتے ہیں، پس وہ ان کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے اللہ کے منہج سے بھٹک جاتے ہیں۔

میرے ساتھ قرآن کی طرف آؤ جو سب سے سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جو امراض اور خطرات کا علم کے ساتھ علاج کرتا ہے، کیونکہ یہ بہت حکمت والے اور ہر چیز کا علم رکھنے والے کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

نبی ﷺ کے زمانے میں یہود بھی تھے اور ان کی کوئی ریاست نہیں تھی، اور ان پر ذلت و پسماندگی لکھ دی گئی تھی۔

تو کتنی ہی آیات ان کی مذمت میں قرآن مجید کے مختلف مقامات پر نازل ہوئیں جن میں ان کی مذمت کی گئی اور ان کی برائیوں کا پردہ چاک کیا گیا، اور ان کی ذلالت اور خبث باطن کا بھانڈا پھوڑا گیا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ، قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ، وَاِذَا جَاۗءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا

157 قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مختلف کتب حدیث میں مروی ہے، شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھیں ارواء الغلیل 1589، تحریم آلات الطرب 158۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ، وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ، لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ، وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾(المائدہ:59-64)

(تم کہہ دو: اے اہل کتاب! کیا تم ہم سے اسی بات کا انتقام لیتے ہو کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کی گئی اور اس پر بھی جو ہم سے پہلے نازل کی گئی تھی ایمان لائے، اور بے شک تم میں سے اکثر فاسق ہیں، تم کہہ دو: کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ اللہ کے پاس انجام کے لحاظ سے سب سے بدتر کون ہے؟ وہی جس پر اللہ نے اپنی لعنت بھیجی اور ان پر غضبناک ہوا، ان میں سے کچھ کو بندر اور سور بنایا، اور جنہوں نے طاغوت کی عبادت کی، وہی لوگ بدترین درجہ میں ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی چلے گئے، اور اللہ اچھی طرح جانتا ہے جو وہ چھپائے ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر لوگوں کو تم دیکھو گے کہ وہ گناہ، ظلم وزیادتی اور حرام خوری کی طرف بھاگے دوڑے جاتے ہیں، بہت ہی برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں، انہیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے ان کے درویش (یا فقہاء) اور علماء کیوں نہیں روکتے، یقیناً بہت ہی برا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ یہود نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ان کے ہاتھ باندھے گئے اور لعنت ہوئی ان پر ان کے اس کہنے کے سبب، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، وہ جیسا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے، ضرور ان میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر اس کلام سے مزید بڑھے گی جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر اترا ہے۔ اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی یہ لڑائی کی کوئی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے، اور یہ زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتے ہیں، اور اللہ مفسدوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا)

ان کے تعلق سے مزید ارشاد ہے:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَاۗىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (المائدۃ:13)

(ہم نے ان کی بدعہدی کی وجہ سے ان پر لعنت بھیجی اور ان کے دل سخت کر دیے، وہ کلام کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے

ہیں (تحریف کرتے ہیں)، اور انہیں جو نصیحت کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے، اور تم کو ان کی ایک ایک خیانت کا پتہ چلتا رہے گا سوائے ان کے چند لوگوں کے، سو انہیں معاف کر دو اور در گزر کرو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے)

پہلے اصلاح حکام کی یا علمائے سوء کی؟

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نصاریٰ تھے اور ان کی کئی ریاستیں اور سلطنتیں تھیں۔ یورپ، شام اور مصر میں قیصر کی حکومت تھی، حبشہ (ایتھوپیا) اور افریقہ میں نجاشی کی حکومت تھی، کیا قرآن نے نصرانی حکام اور بادشاہوں کا پہلے معالجہ کیا یا خود نصاریٰ اور ان کے انحرافات کا معالجہ کیا، جن میں سرفہرست ان کے درویش و پادری (علماء اور دینی لوگ) تھے ؟!!

قرآن کی طرف پلٹو تاکہ وہ ہمیں خبر دے کہ اصلاح کا زیادہ مستحق کون ہے اور قرآن نے عملاً کس کی اصلاح کی۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ (المائدہ:14)

(اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں، ہم نے ان سے عہد لیا، پھر انہوں نے اس نصیحت کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو کہ ان کو کی گئی تھی، تو ہم نے بھی ان کے درمیان آپس میں بغض و عداوت ڈال دی، جو قیامت تک رہے گی، اور عنقریب اللہ انہیں وہ سب کچھ بتادے گا جو یہ کیا کرتے تھے)

یہود و نصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ (المائدہ:18)

(یہود و نصاریٰ نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں، تم کہہ دو پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے ؟! بلکہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک انسان ہی ہو، جسے وہ چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، اور آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اللہ کی ملکیت ہے، اور اس کی طرف لوٹنا ہے)

نیز ارشاد فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبۃ:31)

(انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا، حالانکہ انہیں صرف ایک معبود (برحق) کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ جس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں ہے، وہ پاک ہے ان شریکوں سے جو یہ مقرر کر رہے ہیں)

جس وقت آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے آپ کے پاس عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آئے (جو پہلے نصرانی تھے) اور کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! ہم ان کی عبادت نہیں کرتے تھے:

"أَلَيْسُوايُحِلُّون مَا حَرَّمَ اللهُ، فَتُحِلُّونَه، وَ يُحَرِّمُونَ مَا أَحَلَّ اللهُ فَتُحَرِّمُونَه؟ قَالَ : بَلَى، قَالَ: فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ"[158]

(کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دیتے تھے تو تم بھی اسے حلال سمجھتے تھے، اور اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام قرار دیتے تھے تو تم بھی اسے حرام سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں (ایسا تو کرتے تھے)، آپ ﷺ نے فرمایا: یہی تو ان کی عبادت کرنا ہے)۔

یہود و نصاریٰ کے تعلق سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

(التوبۃ:34)

(اے ایمان والو! بے شک بہت سے علماء اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تم انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو)

رسول اللہ ﷺ کی وفات اس عالم میں ہوئی کہ آپ یہود و نصاریٰ پر ان کے عقائد کے بگاڑ کی وجہ سے لعنت بھیج رہے تھے، لہذا

---

[158] کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اسے امام الترمذی نے اپنی سنن 3095 میں روایت کیا اور شیخ البانی نے صحیح الترمذی میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

آپ فرمارہے تھے کہ:

”لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ“[159]

(یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا)۔

قرآن کریم کی کئی آیتیں اور بے شمار احادیث یہود ونصاریٰ کے عقیدے اور اخلاقی بگاڑ کے متعلق وارد ہیں۔ لیکن ایک بھی آیت ان نصرانی بادشاہوں اور حکام کی خباثت اور شر کی مذمت میں نہیں ملتی جو مبارک عہد نبوی ﷺ میں موجود تھے۔

توپھر اسلامی دعوت اس منہج اور نکتہ نظر پر ہی کیوں چلتی ہے؟

کیونکہ بے شک یہی دعوت الی اللہ کا صحیح منہج ہے، اور اس لیے کہ دینی منحرف لوگوں کی لیڈری وسربراہی سیاسی منحرف لیڈروں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ کیوں کہ دینی سربراہ لوگوں کا اعتماد، محبت اور دوستی حاصل کر لیتے ہیں اور لوگ نہایت ادب اور محبت سے ان کی طرف جھکتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ جب دینی سربراہ دین سے برگشتہ ہوں گے تو لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکادیں گے اور ان کی رہنمائی اللہ کے غضب اور جہنم کی آگ کی طرف کریں گے۔ بلکہ خود یہ سیاسی سربراہ بھی انہیں کے آگے سرنگوں ہوتے ہیں، اب یہ یہودی ہے تو وہ اپنی دینی قیادت کے آگے جھکا ہوا ہے، اور یہ نصرانی ہے تو وہ اپنی، اسی طرح سے جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں ان میں بھی فلاں شیعہ ہے تو دوسرا معتزلی، اور یہ اشعری ہے تو وہ خارجی اور کوئی صوفی اور تو کوئی فلاں فلاں (اپنے مشائخ، پیرومرشد کے مطیع وفرمانبردار ہیں)۔۔۔

پس منحرف دینی قیادتوں نے اس امت کے عقائد، اخلاق، عبادات اور ثقافت کو بگاڑ دیا ہے اور دین کو بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ پھر ہم کیوں ان کے خوشامدی ہوں اور ان کے فساد کو کم تر جانیں۔ جب کہ وہی ہر فساد کی جڑ ہیں؟!!

لہٰذا ان میں آپ کو شیعہ اور روافض اور ان کے فرقے ملیں گے، جن کے زیرِ سایہ زندیق اور ملحد پرورش پارہے ہیں۔

یہاں آپ کو تصوّف کے بڑے پیرومرشد اور ان کے بہت سے سلسلے اور گمراہ کن افکار ملیں جیسے وحدۃ الوجود، وحدۃ الادیان اور حلول، شرکیات وبدعات اور ایسے گمراہ افکار کے جن کی کوئی حد نہیں۔

اور یہیں خوارج، معتزلہ، مرجئہ اور جبریہ کے امام ملیں گے، جنہوں نے امت کو طوفان کے ایسے بھنور میں پھنسا دیا ہے جس کا

---

[159] تخریج گزر چکی ہے۔

انجام اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور عام مسلمان ان کے ہاتھ میں مہرے بنے ہوئے ہیں، ان افکار کے حاملین ان کو اس طرح اپنے مقاصد کی طرف بہا کر لے جا رہے ہیں جیسے کہ سیلاب تنکوں کو بہا لے جاتا ہے۔

جو شخص سخت سنجیدگی، اخلاص اور سچائی کے ساتھ مسلمانوں کے حالات کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ب انبیاء کرام علیہم السلام کے راستے اور ان کے منہج پر چلے جن میں سر فہرست خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس کی نشان دہی اور وضاحت ہم نے متعدد مقامات پر تفصیل کے ساتھ کی ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (یوسف:108)

(تم کہہ دو: یہ میرا راستہ ہے، میں اور میری اتباع کرنے والے اللہ کی طرف بصیرت سے بلاتے ہیں اور اللہ کی ذات پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں)

اور میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو بھی اس منہج سے نوجوانوں اور داعیان کو منحرف کرتا ہے ان کے بارے میں بہتر سے بہتر گمان بھی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج اور ان کی دعوت سے یکسر بے خبر ہے، چاہے اس کی دعوت سیاسی ہو یا صوفی ازم وغیرہ کی۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں ایسی روشن راہ پر چھوڑا ہے جس سے وہی منحرف ہو سکتا ہے جس کی بربادی مقدر ہو۔

جو لوگوں کو یہ تصور دیتا ہے کہ شر و فساد کا منبع صرف حکام ہیں وہ قرآن کریم، سنت نبوی اور اسلامی و انسانی تاریخ کے بیان کا مخالف ہے۔ گویا وہ انبیاء کرام علیہم السلام سے چھوٹے ہوئے امورِ خیر (نعوذ باللہ، انبیاء علیہم السلام سے خیر کا کوئی بھی پہلو نہیں چھوٹا) کو منظر عام پر لا رہا ہے، خصوصاً جب مبلغین کا طبقہ اپنی ساری توانائیوں کو صرف سیاسی میدان میں لگا دے۔

فساد اور بگاڑ کا اصلی منبع وہی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی زبانی بتلایا ہے اور اس کے خاتمہ کے لئے طریقہ و منہج متعین کیا ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ اسی کے تابع ہے۔ داعی الی اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے سمجھے، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی رکاب تھام لے۔

کہتے ہیں یہاں مشنریز ہیں، کمیونسٹ ہیں، صیہونی ہیں، استعماری طاقتیں ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ مسلمان جس حال میں ہیں انہیں چھوڑ دیں اور اپنی تمام تر قوت کو ہر طرف سے گھیرے ان خطرات کی طرف مبذول کر دینا چاہیے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ان چیزوں کا بالکل مقابلہ کریں اور جو کچھ قوت اللہ نے دی ہے سب لگائیں اس پر، اللہ تعالی آپ کی جدوجہد میں برکت دے،

اور ہم اللہ کی قسم! آپ کے ساتھ ہیں مگر اس بنیاد پر کہ یہ چیز ہمیں مسلمانوں کے عقائد و اخلاق کی اصلاح سے غافل نہ کریں۔ کیونکہ اگر ہم انبیاء کرام علیہم السلام کے عقائد و مناہج مسلمانوں کی عقلوں اور نفسوں میں راسخ کریں گے تو ہم ان خبیث قوتوں خواہ کمیونسٹ ہوں یا مشنریز وغیرہ کے ناپاک عزائم کے سدباب کے لیے سب سے عظیم رکاوٹ ڈال دیں گے۔ بلکہ عنقریب خود مسلمان ان قوتوں کے خلاف حملہ آور ہوں گے۔ لیکن اگر ہم انہیں یونہی مریض چھوڑ دیں گے کہ ان کے عقائد یونہی غیر پختہ رہیں تو پھر ہم ان قوتوں کے مقابلے میں جتنی بھی جدوجہد کرلیں اس کے باوجود یہ بآسانی ان مریضوں اور عقائد میں ناپختہ لوگوں کی بہت ہی بڑی تعداد کی عقلوں میں اپنا زہر گھولتے جائیں گے۔ کیونکہ ہم نے ان کا تحفظ انبیاء کرام علیہم السلام کے عقائد و منہج کے ذریعے نہیں کیا۔

اور جو ان قوتوں کے حملوں سے بچ بھی گیا تو وہ بھی یقیناً منہج الانبیاء کے علاوہ کسی منہج پر مرے گا، اور پھر اس صورت میں اللہ تعالی کے سامنے کون اس کا جوابدہ ہو گا۔

یہ استاد مودودی کے اور اس قسم کا فکری رجحان رکھنے والوں کے افکار کے چند نمونے تھے جس پر مشرق و مغرب کے بہت سے لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی نظر میں اسلام کا خلاصہ اور اس کا آخری مقصد یہی ہے، جس کے لئے یہ حضرات جدوجہد کر رہے ہیں اور اسی راستے میں قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔

استاد مودودی اور ان جیسوں کے افکار نے جس سوچ کو جنم دیا اسے پروان چڑھانے میں بعض اسلام پسند مصنفین نے بھی اپنا حصہ ڈالا ہے جیسے استاد عبدالقادر عودہ جو کہتے ہیں:

"اسلامی احکام دین و دنیا دونوں کے لئے بنائے گئے ہیں، اسلام نے جو احکام ہمیں عطا کئے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

1- وہ جن سے دین قائم کیا جائے، وہ عقائد اور عبادات کے احکام پر مشتمل ہے۔

2- وہ احکام جن سے ریاست اور جماعت کو منظم کیا جائے اور یہ افراد و جماعت کے باہمی تعلقات کی تنظیم ہے۔ اور یہ احکام، معاملات، عقوبات (سزاؤں) شخصی، دستوری اور ریاستی اور آخر تک جو حالات ہوتے ہیں ان پر مشتمل ہے۔

اسلام دین اور دنیا میں امتزاج پیدا کرتا ہے۔ مسجد کا ریاست سے تعلق پیدا کرتا ہے، اسلام دین بھی اور حکومت بھی، عبادت بھی ہے اور قیادت بھی، دین جیسا اسلام کا ایک حصہ ہے اسی طرح اس کا دوسرا بلکہ اہم حصہ حکومت ہے"!!![160]

---

[160] "الاسلام بین جهل ابنائه وعجزعلمائه" (اسلام اپنے فرزندان کی جہالت اور علماء کی عاجزی کے مابین) ص180 س کتاب کو سعودی

یہ کلام تو بہت خطرناک اور دقت نظر سے بعید تر ہے۔

کہاں ہیں اس دعوے کے حق میں ان کے دلائل وبراہین صریحہ کہ حکومت توحید اور اس کی تینوں اقسام توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات سے بھی اہم ہے، اور ارکان ایمان یعنی اللہ تعالی پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانے سے اہم تر ہے۔

اور یہ کہ ارکان اسلام شہادتین "شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمد رسول الله"، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے، حج بیت اللہ الحرام اور تمام عبادات، اذکار وادعیہ سے اہم تر ہے۔

حکومت تو حقوق اسلام میں سے ایک حق اور واجبات اسلام میں سے ایک واجب ہے۔ پھر اگر ان کی مراد حکومت کرنے والے افراد ہیں تو وہ اسلام کا جزء نہیں کہلا سکتے۔ لیکن اگر ان کی مراد اس سے وہ اسلامی نصوص ہیں جن کی حکومت تطبیق وتنفیذ کرتی ہے تو وہ واقعی اسلام کا جزء ہیں مگر وہ اس کی مثال میں فروعی امور سے متعلقہ نصوص بیان کررہے ہیں جیسے معاملات، عقوبات (حدود) اور شخصی احوال وغیرہ۔

یعنی وہ اساسیات واصولوں کی مثال بیان کرنے کے بجائے بعض فروعات کو بیان کررہے ہیں۔ یہ بالکل بھی جائز نہیں کہ کوئی مسلمان یہ کہے یا اعتقاد رکھے کہ یہ جزئیات اسلام میں سے اہم ترین امور ہیں، حالانکہ رسول کریم ﷺ اور قرآن عظیم نے ارکان دین وارکان اسلام واضح کردیے ہیں اور اس بیان میں صراحتاً یا اشارۃً کہیں نہیں ہے کہ حکومت اسلام کا اہم ترین جزء ہے۔

بہرحال اس قسم کی عبارات سیاسی پہلو کے بارے میں غلو اور اس سے اہم ترین پہلو یعنی ایک اللہ کی خالص عبادت کی دعوت اور شرک وبدعات کے خلاف جنگ اور اسلام کے دیگر پہلوؤں کے بارے میں کوتاہی ولاپرواہی پر منتج ہوتی ہیں۔

سید قطب رحمہ اللہ کا راز

مسلم دانشوروں نے عموماً اور اس نکتہ نظر کے بھی بعض قائدین نے اس نقصان کا ادراک کرلیا جو سیاسی پہلو کے اہتمام کے غُلو نے نوجوانوں کے عقائد کو، دعوت الی اللہ کو اور خود نوجوانوں کو پہنچایا۔

مذہبی امور کے حکومتی ادارے وزارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد نے اس غلطی پر متنبہ ہوئے بغیر شائع کردیا تھا۔

اسی لئے انہیں نصیحت کی، جن میں سے ایک سید قطب رحمہ اللہ بھی ہیں[161]، کہتے ہیں:

1-"اخوان المسلمون کی تحریک پر طویل غور و فکر اور موجودہ تحریک کا اسلام کی پہلی تحریک سے موازنہ کرنے کے بعد مجھ پر یہ واضح ہو گیا کہ آج کی تحریک انہیں حالات کا مقابلہ کر رہی ہے جن سے ابتدائے اسلام کے وقت انسانی معاشرہ دوچار تھا، یعنی اسلامی عقائد کی حقیقت سے جہالت، اسلامی اخلاق سے دوری، نا کہ صرف اسلامی اور شرعی نظام سے دوری۔ اس دور میں ایسی طاقتور صیہونی وصلیبی استعماری طاقتیں وجود میں آگئی ہیں جو اپنی تمام کوششوں کے ساتھ اسلامی دعوت سے برسرِ پیکار ہیں اور اسے مٹانے کے لئے کام کر رہی ہیں، ایسی تنظیمیں مقامی نظاموں اور اپنی خفیہ تدبیروں کے ذریعے جو ان کے اغراض کو بروئے کار لانے میں معاون ہیں کام کر رہی ہیں۔

اور ادھر اکثر اسلامی تحریکوں نے محدود علاقائی وسیاسی تحریک کا روپ دھار کر اسی میں اپنے آپ کو ڈبو دیا ہے۔ جیسے حکومت کے کسی معاہدے کی مخالفت، یا مخالفت پر موافقت، یا کسی پارٹی کی مخالفت یا الیکشن میں کسی امیدوار کے خلاف پروپگنڈہ یا انہوں نے حکومت سے اسلامی شرعی نظام کے مطالبہ کرنے کی حد تک ہی اپنے آپ کو مشغول رکھا ہے، جب کہ عالم یہ ہے کہ سارے کا سارا معاشرہ عقیدے کے مفہوم، ایمانی غیرت اور اسلامی اخلاق سے کوسوں دور ہے۔ ایسے حالات میں اسلامی تحریکوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس قاعدے سے ابتداء کریں کہ لوگوں کے دل و نظر میں اسلامی عقیدے کے مفہوم کو زندہ کریں اور اس دعوت کے صحیح مفہوم کو قبول کرنے والوں کی صحیح اسلامی تربیت کریں۔ موجودہ سیاسی جھمیلوں میں اپنا وقت برباد نہ کریں اور اس سے پہلے کہ خود معاشرہ اسلامی نظام کی حقیقت کو جان کر اسے دلی طور پر حاکم تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو وہ خود اس کا مطالبہ نہ کریں، اسلامی نظام کو اقتدار پر قبضہ کر کے حاصل کرنے کا خیال دل سے نکال دیں۔۔۔ کیوں کہ اسلامی نظام اور اللہ کی حاکمیت یہ جلد حاصل ہونے والا مقصد نہیں ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سارا معاشرہ یا کم از کم ایسے نیک لوگ جو باوزن اور جن کی حیثیت ثقہ ہو کا ایک بڑا گروہ زندگی کے ہر معاملے میں صحیح اسلامی عقیدے[162] کے مفہوم کو اپنے اوپر نافذ کرلے، اسلامی نظام کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی اقدار پر ان کی صحیح اسلامی تربیت ہو چاہے یہ کام کس قدر ہی سست رفتاری سے کیوں

---

[161] جريدة المسلمون الدوليّة ((المسلمون))، السنة الأولى العدد الثالث، الصادر في يوم السبت الموافق 4/جمادى الآخرة/1405هـ، (ص:6)، سلسلة مقالات کے تحت عنوان میں سے ایک حلقہ بعنوان "لماذا أعدموني" (مجھے کیوں پھانسی دیتے ہو)، جو کہ اسی نام کے ساتھ ایک مستقل کتاب کی صورت میں طبع ہو چکا ہے "لماذا أعدموني"، ملاحظہ ہو اس کا (ص:28)۔

[162] سید قطب کے اس قول "صحیح عقیدہ" سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے حالانکہ وہ اسے اکثر استعمال کرتا ہے مگر اس کی اس سے مراد مختلف عقائد پر مبنی مخلوط عقیدہ ہوتا ہے نا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ۔

نہ سر انجام پائے اور کتنا ہی عرصہ کیوں نہ لے۔

ان حالات میں مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہر نوجوان اور قیدی (جو ان کے ساتھ قید کئے گئے تھے) کو نہایت حزم واحتیاط سے اسلامی شرعی نظام کی تفصیلات پر بحث سے پہلے اسلامی عقائد کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے زور دوں اور انہیں اپنی توانائیوں کو بلادِ اسلامیہ کی موجودہ سیاست میں جھونکنے سے روکوں، تاکہ معاشرہ کی بڑی تعداد کی بھرپور صحیح اسلامی تربیت ہو جائے۔

اس کے بعد فطری طور پر دوسرے مرحلے میں معاشرہ کی تربیت ہوگی۔ کیوں کہ تمام انسانی معاشروں، بشمول اسلامی ممالک کے معاشروں کی حالت کافی حد تک یا بالکل ہی زمانۂ جاہلیت کے معاشروں کی طرح ہے[163]۔ اس لئے ان کی اصلاح عقائد اور اخلاق سے شروع کی جائے نہ کہ شریعت اور نظامِ حکومت کے مطالبے سے۔

اس لئے آج ہر تحریک کو اسی نکتۂ آغاز سے اپنی دعوت شروع کرنی چاہیئے، جس سے کہ اسلام نے شروع کی ہے اور ہو بہو انہیں خطوط پر دعوت کو استوار کیا جائے البتہ بعض موجودہ حالات کی مراعات برتی جاسکتی ہیں"[164]۔

یہ سید قطب کی وہ اچھی باتیں تھیں جس میں وہ حق بجانب تھے کہ جو انہوں نے سیاسی انہماک سے اپنے رجوع کے متعلق لکھی تھیں، لیکن افسوس کہ سید قطب اور ان جیسے دیگر لوگوں نے اپنے عقیدے اور فکر کی غلطیوں سے رجوع نہیں کیا، جو اب تک برابر پڑھی اور پڑھائی جارہی ہیں۔۔۔ یہ تمام باتیں ہم سے یہ تقاضہ کرتی ہیں کہ ہم سید قطب کے عقیدے اور فکر کی لغزشوں کی نشاندہی کریں۔ اللہ نے توفیق دی تو ہم اس پر ایک خاص تحقیق شائع کریں گے[165]۔

استاد عمر تلمسانی رحمہ اللہ کا اقرار

---

[163] اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید قطب اب بھی اسی بات پر مصر تھے جو انہوں نے اپنی تفسیر "فی ظلال القرآن"، "معالم فی الطریق" اور "العدالۃ الاجتماعیۃ" میں بیان کیا ہے کہ موجودہ اسلامی معاشرے قبل از اسلام جاہلیت کے معاشرے ہیں جن کی شریعت واسلام کو اسلام قبول نہیں کرتا۔ ہم نے ان کا کلام محض اس اعتبار سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی آخر کار اسی نتیجے پر پہنچے کہ سیاست میں انہماک نوجوانان اسلام کے لئے نقصان دہ ہے فائدہ مند نہیں۔

[164] لماذا أعدموني (ص:6-7) جریدے میں سے اور (ص:34،30،29،28) کتاب میں سے۔

[165] اللہ تعالی نے اس کی طباعت کی آسانی فرمائی جس کا نام میں نے "اضواء اسلامیۃ علی عقیدۃ سید قطب وفکرہ" رکھا، اسی طرح سے اللہ تعالی نے سید قطب کی گمراہیوں کے بیان پر دیگر کتب بھی تالیف کرنے کی توفیق عنایت فرمائی جیسے: "مطاعن سید قطب فی اصحاب رسول اللہ"، "الحد الفاصل بین الحق والباطل" اور "العواصم مما فی کتب سید قطب من القواصم"۔

استاد عمر التلمسانی ﷫ لکھتے ہیں کہ نوجوانوں کے سیاسی پہلو میں انہماک اور دیگر اسلامی پہلوؤں سے عدمِ رغبت نے انہیں دکھ پہنچایا ہے: ”۔۔۔ اب جب کہ یہ سطور اس اسّی کی دھائی کے شروع میں افسوس کے ساتھ لکھ رہاہوں، ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر اسلامی میدان میں کام کرنے والے نوجوانوں کی ساری تگ ودو صرف سیاسی پہلو پر ہی مرکوز ہو جائے، جس نے انہیں کچھ فائدہ تو ضرور دیا لیکن بے شمار نقصان پہنچایا ہے، گویا کہ ان کی نظر میں دعوت الی اللہ میں صرف اور صرف سیاسی پہلو ہی داخل ہے!!!۔۔۔“۔

پھر آپ ان اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں جو نوجوانوں کی سیاسی انہماک کا باعث بنے:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ متواتر رونما ہونے والے سیاسی واقعات اور حکومت کے ان سے نپٹنے کے متواتر غلط اقدامات نے مصری سطح پر مسلم نوجوانوں کو یہاں تک برانگیختہ کر دیا ہے کہ وہ حالاتِ حاضرہ پر کھل کر رائے زنی کریں اور امراض کے علاج کے لئے کوشاں ہوں جو حکومت کے غلط اقدامات کی وجہ سے ملک کو لاحق ہو چکے ہیں، پھر یہ جنون کچھ یہاں تک بڑھا کہ جو شخص یونیورسٹی کے طلبہ کو ملک کے داخلی اور خارجی سیاست پر رائے زنی سے احترازوپرہیز کا مشورہ دے گا تو ایسا محسوس کیا جانے لگا کہ وہ انہیں ان کے ایک فطری حق سے محروم کر رہاہے۔۔۔“۔

پھر کہتے ہیں:

”لیکن میں ان موجودہ حالات میں یونیورسٹی سطح کے طلبہ کا اس زاویے سے مؤاخذہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی ساری تگ ودو اور محنتوں کو سیاسی پہلو پر ان طریقوں سے لگا دیا ہے جسے میں ان کے لئے صحیح نہیں سمجھتا، یہاں تک کہ ان کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ ازہر یونیورسٹی ہو یا کوئی دوسری یونیورسٹی یا کسی دوسری جگہ کوئی بھی کانفرنس کریں گے تو صرف سیاسی مقاصد کے لئے ہی کریں گے۔ لیکن کاش ان کی کانفرنس میں موضوع کبھی خود ان کی اپنی ذات بھی ہو، اس بات کو سمجھنا اور خود کا اسے پابند بنانا ان پر واجب ہے۔۔۔“[166]

استاد تلمسانی نے بجا طور پر سیاسی پہلو میں غلو پر اپنی ناراضی کا اظہار فرمایا ہے، لیکن انہوں نے اس غلو کے اسباب بیان کرنے میں کوتاہی سے کام لیا ہے۔

بے شک آپ نے چند اسباب ذکر کئے ہیں، لیکن مذکورہ اسباب کے علاوہ کچھ طاقتور اور اہم اسباب ہیں جن کا نوجوانوں کی عقل اور اذہان پر گہرا اثر ہے۔ اور وہ، وہ سیاسی افکار ہیں جن پر ان کی تربیت ہوئی، جیسے مودودی اور اس نکتۂ نظر کے دیگر قائدین کے

---

[166] الموهوب استاذ الجيل: 90۔

افکار، جن پر ہم نے گذشتہ اوراق میں مؤاخذہ کیا ہے، یہ تو ان کی کتابوں اور اقوال سے اخذ کردہ صرف چند نمونے ہیں ورنہ تو بہت کچھ مؤاخذات پائے جاتے ہیں۔

اگرچہ جب اس تحریک کے بعض سربراہوں نے نوجوانوں کی سیاست سے اس قدر دلچسپی اور غلو کو محسوس کیا، بقول استاد تلمسانی:

”انہوں نے اپنی ساری تگ و دو اور امکانیات کو سیاسی پہلو پر ان طریقوں سے لگایا ہے جنہیں وہ صحیح نہیں سمجھتے“۔ تو پھر یہ قائدین ان نوجوانوں پر رحم کرتے ہوئے ان کی تربیت کے منہج اور خطرناک سیاسی افکار پر نظرِ ثانی کیوں نہیں کرتے؟ اور ان افکار کا کتاب و سنت کی روشنی میں حاضر دماغی کے ساتھ کیوں نہیں جائزہ لیا جاتا۔ جو کتاب و سنت کے موافق ہیں انہیں برقرار رکھ کر، جو ان دونوں کے موافق نہیں، انہیں کیوں نہیں چھوڑا جاتا۔

صحیح عقیدہ پر امت کی تربیت ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اسی قاعدے کو نکتۂ آغاز بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ امتِ اسلامیہ اور اس کے مبلغین و دعاۃ کو انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقے کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، جس میں ان کی سعادت اور سیادت دونوں موجود ہے۔

خاتمۂ کتاب

اس کتاب کے خاتمہ پر میں کہوں گا کہ:

بے شک میں حاکمیت الٰہی پر پختہ ایمان رکھتا ہوں کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے۔ اور میں اس کی حاکمیت پر پوری شمولیت کے ساتھ ایمان رکھتا ہوں کہ تمام افراد، جماعتیں، حکمران اور مبلغین اس کی حاکمیت کے آگے جھک جائیں۔

اور اس پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ جو اپنی دعوت، عقیدے اور حکومت میں اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق عمل نہیں کرتے وہی کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جیسا کہ سلف صالحین نے سمجھا ہے، نہ کہ ان افراط و تفریط کرنے والوں نے جس طرح سمجھا ہے۔ اور میں افسوس کے ساتھ ہر ایسے سے دوری کا اعلان کرتا ہوں جو کہ اللہ کی حاکمیت کو کسی ایک خاص پہلو پر مرکوز کردے، یا انبیاء کرام علیہم السلام کے حکمت سے بھرپور واضح منہج کی مخالفت کرے، یا اصول کو چھوڑ کر فروع سے اپنی دعوت کا آغاز کرے، یا وسائل کو مقاصد قرار دے، یا ان حقیقی مقاصد کی شان گھٹائے یا انہیں مؤخر کرے جن پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام لگاتار پے در پے چلتے ہوئے آئے ہیں۔

اور عاجزی کے ہاتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور پھیلاتے ہوئے یہ دعاء کرتا ہوں کہ وہ تمام مسلمانوں کو خواہ عوام ہوں یا حکمران یا

مبلغین وداعیان کو اپنے تمام عقائد اور اخلاقی، اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی معاملات میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کو حکم ماننے کی توفیق عطا فرمائے، حق پر ان کے کلمے اور صفویں کو متحد کرے، انہیں نفسانی خواہشات اور روحانی بیماریوں سے بچائے جن کی وجہ سے ان کی صفوں میں انتشار پھیلا ہے اور وحدت پارہ پارہ ہو گئی ہے۔ بے شک میرا رب دعاء سننے والا ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه.

مقدمہ طبعِ ثانی

الحمدللہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن اتبع ھداہ۔

اما بعد:

دعوت الی اللہ میں منہج انبیاء علیہم السلام اپنانے کے مخالفین

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں با کثرت، بابرکت اور پاک تعریفات ہر اس نعمت پر جو اس نے مجھ پر فرمائی اور میں ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس کی ثناء بیان کرتا ہوں حالانکہ میں اس کی حقیقی ثناء خوائی کا حق ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی اور میں یہ صلاحیت ہے۔

اللہ تعالی کی مجھ پر نعمت اور فضل وکرم میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے مجھ جیسے کمزور کو یہ توفیق عنایت فرمائی کہ میں اپنی طاقت بھر حق بات کا اظہار کروں خواہ وہ کتاب کی صورت میں ہو یا آمنے سامنے ہو۔ پس میں اس کا ایسا شکر ادا کرتا ہوں اور ایسی حمد بیان کرتا ہوں کہ جو زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو بھر دے، اور اس سے یہ بھی دعاء ہے کہ مجھے اس پر ثابت قدمی عطاء فرمائے یہاں تک کہ میں اس سے ملاقات کروں اس حال میں کہ وہ مجھ سے راضی ہو، ساتھ ہی میں مزید توفیق اور حفاظت کا سوال کرتا ہوں۔ میں یہ بھی نہیں بھولا (الحمدللہ) کہ جب میری کتاب "منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ فیہ الحکمۃ والعقل" شائع ہوئی تو ہر سچے مسلم نوجوان نے انتہائی خوشی ومسرت سے اس کا استقبال کیا۔ کیونکہ یہ کتاب ان کے سامنے دعوت انبیاء کا مکمل خاکہ اس طرح کھینچ کر رکھ دیتی ہے کہ گویا نصف دن کے چمکتے سورج کی مانند ہو جو اس پر سے ایسے لکھنے والوں کی ہر قسم کی ہیر پھیر، تحریف وتلبیس (خلط ملط ودھوکہ بازی) کو زائل کر دیتی ہے جو انسانی جسموں میں شیطانی دل رکھنے والے ہیں۔ جن کا اس کے سوا کوئی سروکار نہیں کہ لوگوں کو اپنے اور اپنے پرفریب نعروں کے گرد جمع کیا جائے، خواہ یہ اجتماع روافض (شیعہ) ومنافقین کی صورت میں ہو یا گمراہ خوارج وقبرپرست غالی صوفی ملحدوں کی شکل میں ہو، چاہے عوام وسادہ لوح لوگ ہوں یا بیچارے جاہل گروپ، تنظیمیں وجماعتیں ہوں۔ انہیں اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کے اور ان کے بلند بانگ نعروں کے گرد جمع ہونے والے اس قسم کے اجتماع سے دنیا وآخرت میں انہیں کتنے بھیانک نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔ کیونکہ ان کا حال ایسا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

"دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا"[167]

(جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے داعیان (دعوت دینے والے) ہوں گے، جو ان کی طرف مائل ہو گا وہ اسے بھی جہنم رسید کروادیں گے)۔

اس لئے بھی جیسا کہ امت کے سب سے بڑے خیر خواہ، صادق وامین رسول اللہ ﷺ نے ان کی صفت بیان فرمائی ہے کہ یہ:

"الشَّيَاطِينُ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ"[168]

یعنی انسانی روپ میں شیطان ہیں۔

ورنہ کیا سبب ہے کہ انہوں نے اور ان کے راستے پر چلنے والوں نے اس واضح وروشن منہج انبیاء سے دوری اور علیحدگی اختیار کی ہے جسے قرآن کریم نے بڑے واضح انداز میں ان (انبیاء) کی شریعت و منہج بتلایا ہے، جو کہ دین خالص کے سوا کچھ نہیں یعنی اللہ تعالی کے اسماء وصفات، اس کی ربوبیت اور اس کی الوہیت وعبادت میں توحید، ساتھ ہی ہر قسم کے طاغوت (جس کی اللہ تعالی کے سوا عبادت کی جاتی ہے) کا انکار۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:36)

(تحقیق ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (جس نے یہی دعوت دی) کہ اللہ تعالی کی عبادت کرو، اور طاغوت سے بچو)

اور فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:25)

(ہم نے آپ سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ان کی جانب یہی وحی فرمائی کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم صرف میری ہی عبادت کرنا)

آپ سلفی دعوت کے علاوہ کسی بھی فرقے اور جماعتوں کی دعوت کا تجزیہ کیجئے کیا آپ کو ان کے یہاں اس روشن منہج انبیاء کا کوئی

---

[167] صحیح بخاری 6584، صحیح مسلم 3440۔
[168] صحیح مسلم 3441۔

اثر تک نظر آتا ہے؟!ان کی مدارس، افراد اور جماعتوں میں؟، اگر آپ واقعی سچے ہیں تو ذرا اس کی نشاندہی تو فرمائیں۔ البتہ میں تو ان تمام فرقوں اور جماعتوں میں اس (سلفی) منہج اور اس کے اہل (سلفیوں) کے خلاف ایک خونی جنگ کے سوا، اس منہج اور اس کے اہل کو حقیر سمجھنے و مذاق اڑانے کے سوا، اس منہج اور اس کے اہل سے بغض وعداوت کے سوا اور (اس منہج کے مخالف) منحرف و گمراہ دعوتوں اور ان کے اہل کی پزیرائی اور احترام کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ اور یہ آخری بات آپ ان لوگوں سے بہت سنیں گے اور دیکھیں گے جنہوں نے فی زمانہ بظاہر سلفیت (اہلحدیثیت) کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے حالانکہ وہ اس کے مخالفین کے زیادہ ہمدرد ہیں اور ان کے مابین ایسے ایسے مضبوط روابط و تعلقات ہیں جنہیں اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بعض وہ لوگ جو (اسلامی حکومت کی اقامت کے نام پر) بدعات، خرافات اور گمراہی (تک) کی حکومت کے عاشق ہیں ان کا یہ گمان ہے اور کیا ہی برا گمان اور بہتان طرازی ہے کہ میں دین اور حکومت (یا دین وسیاست) میں تفریق کرنا چاہتا ہوں اور میں حاکمیت الٰہی میں اختلاف پیدا کرنا چاہتا ہوں!

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾ (الکھف:5)

(کتنا برا کلمہ ہے جو ان کی زبان سے نکلتا ہے، یہ تو محض جھوٹ بولتے ہیں)

کیونکہ اس کتاب نے انہیں ناراض کیا اور ان کی پر فریب دعوتوں کا جو اسلام ودلائل توحید خصوصاً دعوتِ انبیاء کی تحریف پر مبنی ہیں کا پردہ چاک کیا، اور رافضی (شیعہ) حکومت کی اقامت کو خوش آمدید کہنے میں ان کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی، اور نہ ہی ایسی (نام نہاد اسلامی) حکومتوں کی اقامت میں ان کی تائید کی جو مزار پرستی اور اولیاء کرام کے بارے میں اس اعتقاد پر قائم ہیں کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں اور کائنات کے معاملات چلانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ ان مذکوہ بالا دعوتوں کی اقامتِ حکومت میں تائید نہ کی، ساتھ ہی اس گمراہ و شرکیہ جدید سیکولرازم جس نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے کی بھی تائید نہ کی۔

الحمدللہ اس کتاب نے واضح کیا کہ سچی اور بااعتماد دعوت وہی ہے جو دعوت الی اللہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا منہج اپناتی ہے، اور جو حکومت اس صحیح منہج پر قائم ہو وہی حقیقی اسلامی ریاست ہے۔ اگرچہ یہ کتاب ایک خاص موضوع یعنی دعوت الی اللہ کے سلسلے میں انبیاء کرام علیہم السلام کا منہج بیان کرنے سے متعلق ہے مگر اس کے باوجود اسلامی ریاست کے تصور کا بھی اس میں ذکر بارہا کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کے لئے ایک باقاعدہ خاص عنوان مختص کیا گیا ہے "نظرة علماء الإسلام إلى الإمامة وأدلتهم على وجوبها" (خلافت وامامت کے بارے میں علماء اسلام کے نظریات اور اس کے واجب ہونے کے دلائل) پھر اس بارے میں علماء کے اقوال بیان کئے گئے ہیں ان کے دلائل کے ساتھ لیکن جس چیز نے اہل اہوا (خواہش پرستوں، بدعتیوں) اور باطل پرستوں کو غصہ دلایا وہ یہ ہے کہ میں نے امامت (خلافت) اور حکومت کو اس کا وہ حقیقی مقام دیا جو اللہ تعالی نے اس کا رکھا ہے اور علماء

اسلام نے سمجھا ہے، لیکن دعوت توحید اور شرک، بدعات، تمام انواع کی ضلالت، انحراف وگمراہیوں، اوثان (بت وقبر) ومزارات کی عبادت کے خلاف جنگ کے سلسلے میں منہج انبیاء کو چھوڑنے میں ان کا ساتھ نہ دیا۔نہ ہی اس بات میں ان کی موافقت کی کہ امامت وخلافت بقول مودودی "مسألة المسائل" (دینی مسائل میں سب سے چوٹی کامسئلہ) اور "أصل الأصول" (تمام دینی اصولوں کی اصل) قرار دیا جائے جس کی وجہ سے لوگ منہج انبیاء کے منکر اور اس کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوتے ہیں۔اور اس بات پر بھی آمادہ ہوتے ہیں کہ رافضیوں (شیعہ) کی گود میں بیٹھ کر ان سے محبت ودوستی کا دم بھرا جائے، ان کا دفاع کیا جائے اور قرآن وسنت کے مخالف، اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اور پاک امہات المومنین رضی اللہ عنہن، تمام مسلمانوں اور ان کے علماء وآئمہ کرام کے خلاف جنگ، بلکہ امت کی ان عظیم ترین ہستیوں پر خبیث ترین طعن کرتے ہوئے کافر تک قرار دینے والے ان کے مذہب کو مزین وخوبصورت کر کے پیش کیا جائے۔

پس میں نے ان تمام گمراہیوں اور بغض سے بھرپور غلو میں ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائی جس کی بنا پر انہوں نے اس کتاب اور اس کے لکھنے والے کے بارے میں یہ شیطانی اور باطل باتیں کہیں تاکہ وہ حق کے پیاسے نوجوانوں اور ناقابلِ تردید حق کے درمیان جو کہ اس کتاب میں پوری طرح واضح ہے حائل ایک رکاوٹ بن جائیں، جس کتاب میں عقیدہ اور ریاست دونوں کو بلاافراط وتفریط (کمی وزیادتی) کے اور بلا تحریف وتلبیس (خلط ملط ودھوکہ بازی) کے ان کا وہ حقیقی مقام دیا ہے جس پر اللہ تعالی نے انہیں رکھا ہے۔

حاکمیت الٰہی اور ریاست

یہاں پر لازم ہے کہ میں نوجوانوں کے لئے حاکمیتِ الٰہی اور ریاست میں فرق کی وضاحت کروں: جہاں تک ریاست کا تعلق ہے تو وہ ایک انسانی افراد کے مجموعے کا نام ہے جو کافر بھی ہو سکتا ہے، گمراہ اور منحرف بھی، اور مومن بھی جیسا کہ خلافت راشدہ میں تھا، اور اس کے بعد جیسا کہ اسلامی حکومتوں میں کوتاہی پر مبنی ملوکیت (بادشاہت) میں تھا۔پس جن افراد پر ایک مومن ریاست مشتمل ہے وہ محض اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے کے وسائل ہیں جو اس کی شریعت کے نفاذ، جہاد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر (نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا)، اقامت حدود (حدود الٰہی کو نافذ کرنا)، قصاص (قتل کا بدلہ قتل)، امت کو دشمنوں کی سازشوں اور مسلمانوں کی سرزمین، جان، مال اور عزت پر کی جانے والی زیادتیوں سے حفاظت کے ذرائع ہیں۔اسی لئے لازم ہے کہ وہ ایک حکومت کو تشکیل دیں تاکہ ان عظیم واجبات کی ادائیگی بحسن خوبی انجام پائے خواہ ایک خلیفہ کی بیعت کے ذریعہ ہو کہ جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو، یا پھر امت کا کوئی فرد طاقت کے زور پر غالب آجائے جس کے پاس شان وشوکت، فوج اور غلبہ ہو تو امت کی (شرعی) مصلحت کا تقاضہ ہے کے اسے بھی تسلیم کیا جائے، جب تک وہ ظاہراً اسلام کا دعویدار رہے اور اسلام کی شریعت اور عقائد کے نفاذ کا التزام کرتا ہے، اور دشمنوں کے خلاف ان کا دفاع کرتا ہے اور آخر تک جو معروف تفصیلات

اسلامی کتب میں اپنے اپنے مقام پر ذکر کی گئی ہیں۔ یا پھر بعض لوگوں کا بعض علاقوں پر قابض ہو جانا جیسا کہ خلافت کی کمزوری کے بعد مسلم علاقوں میں وقوع پذیر ہوا، اور (شرعی) مصلحت نے اس بات کا تقاضہ کیا کہ اسے (ان اسلامی ممالک کو) اسی وضع وشکل میں تسلیم کرلیا جائے۔

جبکہ جو حاکمیت یا حکم ہے تو یہ اللہ تعالی کی صفات اور اس کی ان خصوصیات میں سے ہے جس میں وہ منفرد ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ (یوسف:40)

(حکم تو صرف ایک اللہ ہی کا ہے، اس نے یہی حکم دیا ہے کہ عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی، یہی مضبوط دین ہے)

اس حاکمیت کا منکر اور جھٹلانے والا وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالی سے کفر کرنے والا، اللہ تعالی، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں سے شدید عداوت ودشمنی رکھنے والا ہو۔ بلکہ جو شخص دین کی فروعی جزئیات ومسائل میں سے بھی کسی ایک جزء یا مسئلے میں اللہ تعالی کی حاکمیت کا منکر ہو تو وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اگر اس کا یہ انکار علم ہونے کے باوجود ہو، البتہ اگر کوئی جاہل ہو تو وہ معذور ہوگا یہاں تک کہ اس پر دلیل واضح کرکے اس کا عذر ختم کردیا جائے۔

یہ جو کچھ میں نے بیان کیا حکام ہوں یا محکومین، افراد ہوں یا جماعتیں سب پر لاگو ہوتا ہے۔ اسی بات کا اقرار معتبر علماء اسلام نے فرمایا ہے جیسے امام ابن تیمیہ[169] اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن القیم[170] رحمہما اللہ۔

جو اس حاکمیت کا اصول دین اور اس کے فروع میں، عقائد، عبادات، معاملات، سیاست، اقتصاد ومعاشیات، اخلاق اور اجتماع میں التزام کرے تو وہ مومن ہے۔ اور جو اس کا التزام نہ کرے (یعنی وہ انہیں اپنے اوپر لازم نہیں مانتا) خواہ تمام امور میں ہو یا بعض میں اور چاہے فرد ہو یا جماعت، حاکم ہو یا محکوم، داعی (دعوت دینے والا) ہو یا مدعو (جس کو دعوت دی جارہی ہے) کافر ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ بہت سے فرقے، جماعتیں اور افراد اس طور پر کفر میں مبتلا ہیں کہ وہ حاکمیت الہی کا اصول دین میں بلکہ فروع میں بھی التزام نہیں کرتے، لہٰذا ان میں سے بہت سے ایسوں پر جن پر حجت تمام ہوچکی ہے اور حق ان کے سامنے واضح ہوچکا ہے اس کے باوجود وہ دعوت توحید کی مخالفت، شرک وبدعات کے خلاف جنگ کی مخالفت، اور نہ صرف اہل توحید اور

---

[169] ((منهاج السنَّة النبويَّة))(3/32) اور اس کے بعد جو کلام ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالی کی حاکمیت کا التزام نہیں کرتا وہ کافر ہے، اور ساتھ ہی علمی اور عملی دونوں امور میں اس کا عموم بیان فرمایا ہے۔

[170] ((مدارج السالكين))(1/336).

دعوت انبیاء ومرسلین ومخلص وصادق مصلحین کی مخالفت اور بائیکاٹ بلکہ لوگوں کو ان سے دور بھگانا اور متنفر کرنے پر ڈٹے ہوئے ہیں، ان پر خدشہ ہے کہ قیامِ حجت کے بعد یہ کفر کے گڑھے میں گر پڑیں گے۔

میں پوری امت کو دعوت دیتا ہوں خواہ حکام ہوں یا محکومین، افراد ہوں یا فرقے وجماعتیں کہ وہ اصول دین اور اس کی فروعات میں اللہ تعالی کی حاکمیت جو کہ عام اور (ہر چیز کو) شامل ہے پر کماحقہ (جیسا کہ اس کا حق بنتا ہے) ایمان لائیں۔ اوراصول دین اور اس کی فروعات میں اس کا بھرپور التزام کریں۔ اور تمام مسلم ریاستوں کے حکمرانوں کو بھی دعوت دیتا ہوں چاہے وہ حاکمیت الہی کا التزام (پابندی) کرتے ہوں یا کسی بھی چیز کی تطبیق ونفاذ میں کسی کوتاہی کا شکار ہوں کہ وہ تمام میدان زندگی خواہ عقائد ہوں یا عبادات، معاملات، اقتصادومعاشیات، سیاست اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہو میں حاکمیت وشریعت الہی کا مکمل نفاذ کریں اور شرک وبدعات اور ہر قسم کی معاصی (گناہ) منکرات (برائیاں) خصوصاً سود اور دیگر تمام کبیرہ گناہ جو امت اور اس کے اخلاق کے لئے نقصان دہ ہیں کے خاتمے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اللہ تعالی (شریعت کا نفاذ کرنے والے) حکمران کے ذریعہ ان باتوں سے رکوا لیتا ہے جو (محض) قرآن (کے پڑھنے) کے ذریعہ نہیں رکتی، اور وہ دل میں پوری طرح اس بات کا شعور رکھیں کہ اللہ تعالی ان کی مسئولیت (ذمہ داری) کے تحت ہر چھوٹی بڑی چیز کے بارے میں سوال کرے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

”كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ“[171]

(تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت (رعایا) کے متعلق سوال کیا جائے گا)۔

اور انہیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی یاد دلاتا ہوں کہ:

”مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ“[172]

(کوئی بھی حاکم جس کے تحت مسلم رعایا ہو اور اسے موت اس حال میں آئے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکہ بازی کرتا تھا تو اللہ تعالی اس پر جنت کو حرام قرار دے دیتے ہیں)۔

اور فرمایا:

”مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ“

(کسی بھی بندے کے ماتحت جب اللہ تعالی رعایا دیتا ہے، اور وہ ان کی نصیحت وخیر خواہی نہیں چاہتا، تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا)۔

امت کی خیر خواہی اور نصیحت چاہنے میں سے یہ بھی ہے کہ انہیں احکامات وشریعت الہی کے التزام پر تعلیم ووضاحت، ترغیب

---

[171] صحیح بخاری 849۔

[172] یہ اور اس کے بعد والی حدیث ((صحيح البخاري))، كتاب الأحكام (رقم: 7150-7151)۔

دینااور تنبیہ کرنا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اقامتِ حدود کے ذریعہ گامزن کیاجائے، اور ہر وہ تدابیر اپنائی جائیں جو انہیں شریعت الٰہی کے احترام کی طرف دعوت دے خواہ عقیدے کے اعتبار سے ہو یاعبادات، سیاست اور اخلاق کے اعتبار سے۔

میں اسلامی ممالک کے سربراہان کو دعوت دیتاہوں کہ جو شریعت الٰہی کا التزام نہیں کرتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کریں اور اس کے دین کا احترام کریں جو کہ قرآن وسنت پر مشتمل ہے، اور اس دین کے عقائد واحکامات کو اپناکر سرخرو و سرفراز اور کامیاب ہو جائیں کیونکہ اسی میں ان کی حقیقی عزت وکرامت ہے۔

یہ ذلت ورسوائی کی انتہاء ہے کہ ایسے قوانین کے آگے جھکا جائے جنہیں پیچ ترین انسانوں اور اس امت کے کھلے دشمنوں نے وضع کیاہے، چاہے وہ یہود ہوں یانصاریٰ (عیسائی)، مجوس (آتش پرست) ہوں یاملحدین (کمیونسٹ / سیکولر)۔ وہ امت کے جذبات کالحاظ کریں کہ جنہوں نے بہت جدوجہد ومحنتیں کیں اور اپنے لاکھوں جوانوں کی قربانی دی فقط اس عظیم ومقدس مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر کہ اس امت پر اسلام کی حاکمیت قائم ہو۔ اور اسلام کیاہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کا دینِ حق ہے وہ اللہ کہ جو اس کائنات کا خالق ہے اور جس نے جن وانس کو اکیلے اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا فرمایااور تاکہ وہ اس اکیلے کی شریعت کے آگے سرتسلیم خم کریں۔ پس آپ خود اپنے عقیدے، اخلاق، تعلیم اور اس اسلامی نصاب کے مقرر کرنے میں کہ جس پر تعلیم وتربیت کادارومدار ہے شریعت کاالتزام کریں اور امت کو بھی اس پر کاربند کریں۔

میں علماء وداعیان امت اور تمام جماعتوں اور فرقوں سے بھی درخواست کرتاہوں کہ وہ پوری امت خواہ بوڑھے ہوں یاجوان، مرد ہوں یاعورت کی خیر خواہی کا ثبوت دیتے ہوئے انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور منہج وفہم سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین اور آئمہ ہدایت میں سے وہ فقہاء ومحدثین ومفسرین جنہوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کی پر عقیدے، عبادت، اخلاق، معاملات، اقتصاد ومعاشیات اور اسلام وایمان کے تمام امور کے اعتبار سے جمع کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کماحقہ ادراک وفہم حاصل کریں کہ:

﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾(المائدۃ:44)

(اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، پس یہی لوگ کافر ہیں)

﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾(المائدۃ:45)

(اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، پس یہی لوگ ظالم ہیں)

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(المائدۃ:47)

(اور جو کوئی اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، پس یہی لوگ فاسق ہیں)

یہ آیات ہر ایک کو شامل ہے چاہے وہ افراد ہوں یا جماعتیں، حکمران ہوں یا محکومین۔ مگر اسے محض حکمرانوں تک محدود کردینا اوران اہل اہوا وبدعت اور گمراہوں پر اسے نافذ نہ کرنا کہ جو اپنے عقائد، عبادات اور اخلاق میں اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے پرلے درجے کی جہالت، گمراہی اور بیوقوفی ہے۔ حالانکہ یہ آیات تو اللہ تعالی نے یہود سے متعلق نازل فرمائی تھیں جن کی صدیوں سے کوئی حکومت وریاست تھی ہی نہیں، ایسوں کے بارے میں نازل فرمائی کہ جن پر ذلت، محتاجی ومسکینی لکھ دی گئی تھی۔

لہذا میں نے حاکمیت الہی کو اسی وسیع تر اور کامل وشامل معنی کے ساتھ اپنی کتاب میں بیان کیا تھا، دیکھئے عربی کتاب کی طبع ھذا کا (ص:133 اور اس کے بعد کے اوراق) اور (ص:196)۔

مودودی کا نظریہ حاکمیت

ساتھ ہی اس غلطی پر تنبیہ کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جو کتاب "میزان الاعتدال لتقییم کتاب المورد الزلال في التنبیه علی أخطاء الظلال" کے مصنف عصام بن طاہر البرقاوی نے میرے ذمہ ایسی بات منسوب کی جو بات کبھی ایک لمحے بھی میں نے اپنی زبان سے نہیں نکالی، نہ کبھی کسی لمحے میرے دل میں یہ عقیدہ رہا، اور نہ کبھی میرے قلم یا ہاتھوں نے یہ باتیں لکھیں، میں اس سے برأت (لاتعلقی/بیزاری) کا اظہار کرتا ہوں اور اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو ایسی بات سے محفوظ رکھے۔

برقاوی اپنے مذکورہ بالا کتاب کے حاشیہ (ص:15) میں لکھتا ہے: "اس بات نے مجھے شیخ ربیع بن ہادی المدخلی ﷾ کی وہ حرکت یاد دلادی جو انہوں نے اپنی کتاب "منهج الأنبياء في الدعوة إلى الله فيه الحكمة والعقل" میں کی کہ جب وہ استاد مودودی ﷫ سے امامت وخلافت اور اللہ کی شریعت کے مطابق حکم کے تعلق سے مناقشہ فرماتے ہیں تو امام ابن تیمیہ ﷫ کے اس کلام سے بھی استدلال کرتے ہیں جو انہوں نے رافضہ (شیعہ) کے نزدیک امامت کے مسئلے پر بحث اور رد فرمایا ہے، اور پورے چھ صفحات اسے نقل کرنے میں لکھ ڈالے (ص: 108 اور اس کے بعد سے) حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ رافضیوں کے امامت، عصمتِ آئمہ (آئمہ معصومین) اور اثنی عشر (بارہ) اماموں کا عقیدہ وغیرہ جو ہے اس میں اور مودودی وغیرہ جس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں یعنی خلافت کے ذریعہ اللہ کی شریعت کی حاکمیت وبالادستی کو واپس لانے اور نافذ کرنے کی ضرورت، اس سلسلے

میں عمل وجدوجہد کی اہمیت اور تمام مسلمانوں کا ایک ہی خلیفہ وامام مقرر ہو میں فرق ہے۔ اگرچہ شیخ الاسلام کا کچھ کلام اس مقام سے مناسبت رکھتا ہے، مگر اس کا اکثر حصہ اگر کوئی انصاف کرنے والا باریک بینی سے جائزہ لے تو بالکل مناسبت نہیں رکھتا، بلکہ وہ تو رافضہ کے نزدیک جو امامت کا معاملہ اپنی معروف تفصیلات کے ساتھ ہے اسی سے متعلق ہے۔۔۔انہیں یہ سب نقل نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔تلبیس کے خدشے کے پیش نظر"۔

جواب: یہاں پر برقاوی صاحب کا میزان ڈگمگا گیا وہ میرے اور مودودی کے مابین عدل کے ساتھ فیصلہ نہ کر پائے۔ ہو سکتا ہے کہ ان سے اللہ تعالی کا یہ فرمان غائب ہو گیا ہو:

﴿وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾(الشعراء:182)

(اور سیدھی صحیح ترازو سے تولا کرو)

اور:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ، الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ، وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ، اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ، لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ، يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾(المطففین:1-6)

(بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا انہیں مرنے کے بعد اٹھنے کا خیال نہیں۔ اس عظیم دن کے لئے۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے)

برقاوی بھائی صاحب کیا میں مودودی سے امامت کی اہمیت، خلافت اور اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی اہمیت پر مناقشہ کر رہا ہوں! یہ تو ایسے معاملات ہیں کہ جن کی اہمیت کے بارے میں کوئی بھی مومن جس نے ذرا بھی ایمان کی خوشبو پائی ہو مناقشہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ بھائی آپ وہ موضوعِ اختلاف تحریر کرنے سے عاجز ہو گئے جو میرے اور مودودی کے مابین ہے۔

میں مودودی سے امامت کے مسئلہ میں اس درجے غلو کرنے کے بارے میں مناقشہ کر رہا ہوں کہ جس پر کوئی بھی مسلمان جو اسلام کا کماحقہ احترام کرتا ہے خاموش نہیں رہ سکتا، بلکہ یہ تو اس درجے کا غلو ہے کہ بدعتی وخرافی لوگ تک اس پر تحمل نہیں کر سکتے تو اہل حدیث وسلفیوں کا برداشت کرنا تو دور کی بات رہی۔ خود ان کے اپنے ہم وطن اہلحدیث علماء اور دیگر نے ان پر خوب ردود کئے ہیں۔ آخر کار ان کا یہ غلو بڑھ کر عرب ممالک تک بھی پہنچ گیا جس نے نوجوانوں اور رائٹرز کی ایک بڑی تعداد کو

فریب میں مبتلا کر دیا۔ جس کے سبب سے عقیدہِ توحید کا نہ صرف ضیاع ہوا بلکہ توحید واہل توحید کی تذلیل اور شرک وبدعات کی خطرناکی کو کوئی وزن نہ دینے تک بات جا پہنچی، اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مودودی اور ان کے ہم مسلک وحمایتی لوگ قبر پرستوں ہی سے نہیں بلکہ روافض (شیعہ) تک سے محبتیں اور دوستیاں استوار کرتے ہیں اور انہیں اپنے جھنڈے تلے جمع کرتے، بھائی چارے واخوت کو ظاہر کرکے ان کا اور ان کے عقائد کا دفاع کرتے ہیں، اور یہ بات ہر عقل ودین رکھنے والے پر بالکل ظاہر وواضح ہیں۔

جب معاملہ اس خطرناک حد تک جا پہنچا تو میں نے لوگوں کی بصیرت کے لئے عموماً مودودی کے بعض غلو آمیز نظریات پر رد کیا اور اہل جزیرہِ عرب کے لئے خصوصاً کہ جہاں مودودی کے پیروکاروں اور حمایتیوں نے اپنی تمام تر توجہ مرکوز کرکے عقیدہ توحید اور عقیدہ الولاءوالبراء (اللہ اور اس کی توحید کی خاطر دوستی ودشمنی) کو ملیامیٹ کر دیا ہے۔

کیا تمہیں لگتا ہے کہ میرا مودودی پر رد اتنا غیر معقول ہے کہ تم اس کے باطل کا دفاع کرنے پر اتر آئے اور اپنے میزان اعتدال تک کو بھول گئے؟؟!، اور (اس حد تک گئے کہ) میرے کلام کو میری مراد کے برخلاف اور جو کہیں سے بھی اس کا معنی نہیں نکلتا وہ تک باور کرانے لگے۔

کیا تم نے سنا نہیں کہ مودودی کیا کہتا ہے:

”إنّ مسألة القيادة والزعامة، إنّما هي مسألة المسائل في الحياة الإنسانيّة وأصل أصولها“

(قیادت وسربراہی کا مسئلہ، حیات انسانی کے تمام مسائل میں سے چوٹی کا مسئلہ اور اس کا اصل اصول ہے)۔

اب آپ اس عبارت کا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے واضح ودوٹوک دلائل اور اقوال صحابہ وآئمہ اسلام سے دفاع کریں؟! اور اگر آپ یہ نہیں کرپاتے تو آپ پر لازم ہے کہ عدل، انصاف واعتدال قائم کرنے کے لئے اپنے میزان کا دوبارہ جائزہ لیں اور اس غلو کو ترک کر دیں جس نے مودودی اور اس کے پیروکاروں کو دعوت انبیاء اور اس کی غرض وغایت کی تذلیل پر ابھارا، اور سارے معاملے کو الٹ پلٹ کرکے رکھ دیا۔

سنیں مودودی کیا کہہ رہا ہے:

”إنّ غاية الدين الحقيقيّة إقامة نظام الإمامة الصالحة الراشدة“

(دین کی حقیقی غایت ایک صالح وہدایت یافتہ نظام امامت کا قیام ہے)۔

یہ ہیں دین کی حقیقی غرض وغایت، جبکہ دیگر اہم امور دین میں سے توحید، نماز، زکوٰۃ وجہاد وغیرہ مودودی کے نزدیک اس غایت کو حاصل کرنے کے محض وسائل ہیں۔ پس اسے ثابت کرنے کے لئے مودودی کی نیابت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے کتاب اللہ وسنت نبوی ﷺ سے واضح دلائل پیش کیجئے، اور اگر آپ اس سے عاجز ہیں تو یہ اعلان کرنے میں کوئی شرم محسوس نہ کریں کہ: اس بیچارے وکمزور ربیع بن ہادی نے سچ کہا، اسلام ومسلمانوں کی خیر خواہی چاہی اور ہر چیز کو اس کے حقیقی منصب پر رکھا۔

سنو مودودی مزید کیا کہتا ہے:

”هذا هو الغرض الذي من أجله فرضت الصلاة والصوم والزكاة والحج في الإسلام وليس معنى تسميتها بالعبادات أنّها هي العبادات، بل معناه أنّها تعدّ الإنسان للعبادة الأصليّة، وهذه دورة تدريبيّة لازمة لها“

(یہی وہ غرض وغایت ہے کہ جس کے لئے اسلام میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج فرض کئے گئے، اور ان کا عبادات کہلانے کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ یہ واقعی اصل عبادات ہیں، بلکہ یہ تو انسان کو اصل عبادت کے لئے تیار کرتے ہیں، اور یہ (اس اصل عبادت کے لئے) لازمی تربیتی مرحلہ ہے)۔

اور یہ بھی کہتا ہے کہ:

”إنّكم تظنون أنّ الوقوف متوجّهاً إلى القبلة واضعاً اليد اليمنى على اليسرى والركوع معتمداً على الركبة والسجود على الأرض وقراءة الكلمات المعدودة وهذه الأفعال والحركات هي العبادة في ذاتها وتظنّون أنّ الصوم من أول رمضان إلى أوّل شوال والجوع والعطش من الصباح إلى المساء هو العبادة، وتظنون أنَّ تلاوة عدّة آيات من القرآن هي العبادة، وتظنّون أنّ الطواف حول الكعبة عبادة، وبالجملة: فإنّكم قد سميتم ظواهر بعض الأعمال عبادة عندما يقوم شخص بأداء هذه الأفعال بأشكالها وصورها تظنّون أنّه قد عبد الله ـــ والحق أنّ العبادة التي خلقكم الله من أجلها والتي أمركم بأدائها هي شيء آخر“

(تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ قبلہ رخ ہو کر داہنے ہاتھ کو بائیں پر باندھ کر کھڑا ہونا، اپنے گھٹنوں کو پکڑتے ہوئے جھکنا (رکوع کرنا)، زمین پر سجدہ ریز ہونا، گنتی کے بعض کلمات ادا کرنا اور یہ سب افعال وحرکات خود عبادت ہیں، اسی طرح سے یہ گمان کرتے ہو کہ پہلی رمضان سے لیکر پہلی شوال تک روزے رکھنا اور صبح سے شام تک بھوک پیاس برداشت کرنا عبادت ہے، اور یہ خیال کرتے ہو کہ قرآن کریم میں سے کچھ آیات کا محض تلاوت کرلینا عبادت ہے، اور یہ سمجھتے ہو کہ کعبہ کے گرد طواف کرنا عبادت ہے، الغرض تم بعض ظاہر اعمال کو ہی عبادت گمان کرتے ہو کہ کوئی شخص اگر ان افعال کو ان کی مخصوص شکل وصورت میں ادا کردے تو خیال کرتے ہو کہ گویا اس نے اللہ تعالی کی عبادت کی۔۔۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے تمہیں جس عبادت کے

لئے پیدا فرمایا اور جس کے ادا کرنے کا حکم دیا وہ کوئی اور چیز ہے)[173]۔

کیا تمہیں عظیم ارکان اسلام اور جو ان کے ذریعہ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں کے بارے میں یہ طنزیہ اسلوب پسند ہے؟!

مودودی کی نظر میں یہ وہ عبادات نہیں کہ جس کے لئے انسانوں کو پیدا کیا گیا، بلکہ جس عبادت کے لئے انہیں پیدا کیا گیا اور جسے ادا کرنے کا حکم دیا گیا، وہ کوئی اور چیز ہے۔

اے بر قاوی کیا تم اللہ تعالی کی جناب میں اس دین کا اعتقاد رکھتے ہو کہ عبادات محض ایک تربیتی مرحلہ ہیں کہ جن کی پابندی سے۔۔۔ اور آخر تک جو کلام مودودی نے کیا؟۔

کیا اس بات پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل ہے، اور کیا انبیاء کرام علیہم السلام یہ لیکر آئے تھے اور امت کے بہترین گروہ (صحابہ تابعین وغیرہ) نے یہی سمجھا تھا۔

اگر تم واقعی مودودی کے ساتھ اس بات میں موافقت کرتے ہو تو اس کی طرف سے تم دلائل پیش کرو ورنہ تمہیں چاہیے کہ حسرت وندامت سے اپنے انگلیاں چباؤ کہ تم نے حق کا دامن چھوڑا اور اہل حق کے خلاف بہتان طرازی کرکے باطل کی مدد و سربلندی کی۔

یہ تھی وہ بات جس کے بارے میں میں نے مودودی سے مناقشہ کیا اور امامت کے تعلق سے غلو کے بارے میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا کلام نقل کیا، اور جو کچھ میں نے ان سے نقل کیا وہ سارا کا سارا مناسبت رکھتا تھا نا کہ برقاوی کے بقول بعض، اور اگر اے برقاوی تم اپنے دعوے میں حق بجانب ہو تو کیوں نہیں تم نے شیخ اسلام کے کلام میں سے جو مناسبت رکھتا تھا اور جو نہیں رکھتا تھا الگ الگ بیان کر دیا۔

پس بارہ آئمہ معصومین کا عقیدہ میں نے مودودی کی طرف منسوب کیا ہی نہیں اور نہ اس بارے میں اس سے کوئی مناقشہ وبحث کی۔ حتی کہ نہ ہی شیخ الاسلام کا کوئی کلام اس بارے میں نقل کیا، لہذا تمہارا کلام مکمل طور پر تمہارے (نام نہاد) میزان اعتدال کے برعکس ہے؟!!

اسی طرح کے انصاف کرنے کے دعوے کے ساتھ تم نے سید قطب اور شیخ الدویش رحمہ اللہ کا بھی موازنہ کیا ہے، معلوم نہیں ان کا بھی کیا حشر کیا ہوگا؟

---

[173] عن كتاب ((المودودي ما له ... وما عليه)) لمحمد زكريا الكاندهلوي (ص:45-46) ط الثانية.

لیکن جہاں تک میرے اور مودودی کے مابین انصاف کا تمہارا دعویٰ تھا تو تم اس میں بالکل ناکام ہوئے ہو، حالانکہ تمہارا کیا بگڑ تا تھا اگر کلمہ حق بولتے۔

اور جہاں تک خلافت کا موضوع ہے مجھے نہیں معلوم کہ آیا جو کچھ میں نے علماء اسلام سے نقل کیا ہے تم نے وہ پڑھا بھی ہے یا پھر محض آنکھیں بند کیے اس موضوع پر بس انگلیاں ہی پھیرتے رہے ہو، کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ عدل وانصاف اتنی آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا میری اور اس کی بات کو نئے سرے سے مکمل طور پر پڑھو پھر کلمہ حق بولو دلائل کی روشنی میں ناکہ بے بنیاد باتیں اور خوامخواہ کی سنسنی خیزی پیدا کرکے!

ہاں اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق حکم کرنے کا جو معاملہ ہے تو یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ تم نے یہ کیسے تصور کر لیا کہ میں اس بارے میں مودودی یا کسی اور سے مناقشہ کروں گا، جبکہ یہ تو دین کے ان امور میں سے ہے کہ جس کے بارے میں ہر انسان کو لازمی طور پر علم ہوتا ہے اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کرتا یہاں تک کہ گمراہ ومنحرف فرقے بھی نہیں کرتے، میں تو اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتا ہوں اس جھوٹ بات کے خلاف جو میری جانب "المیزان" کتاب لکھنے والے نے منسوب کیا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ جو کچھ میں نے حاکمیت الہی اور تمام شعبہ ہائے دین میں اس کی کمال شمولیت سے متعلق لکھا ہے اسے ایک بار پھر پڑھیں، تب آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ برقاوی کتنی بڑی غلطی کا مرتکب ہوا ہے، اللہ تعالی اسے ہدایت دے۔

آخر میں یہی عرض ہے کہ مودودی اور اس کے ہم مسلک لوگوں کی بہت سی غلطیاں قابل گرفت ہیں کہ ان کی کثرت کے سبب انہیں اس مقدمے میں پیش کرنے کی بالکل گنجائش نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وہ خود اللہ تعالی کی حاکمیت کا التزام کرنے سے بعید ترین انسانوں میں سے تھا اپنے عقیدے، فقہ، سنت انبیاء ورسل علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے دشمنوں روافض کے متعلق مؤقف کے اعتبار سے، کہ وہ اور اس کے پیروکار روافض سے دوستی کرتے ہیں اور ان کی مدد ونصرت کرتے ہیں۔ اور ان کے طاغوت خمینی اور اس کے تلامیذ آیاتِ رافضیت کی مدح وتعریف کرتے ہیں۔ چناچہ اے محترم قاری یہ سب جان لو اور شخصیات کو حق سے پہچانو نہ کہ حق کو شخصیات سے پہچانو، اور شخصیات سے متعلق غلو کی گہرائیوں میں گرنے سے بچو جس کے نتیجے میں تم حق کو رد کردو اور اہل حق سے جھگڑو۔ اللہ تعالی اس امت کو حق اور اہل حق سے محبت کرنے کی توفیق دے، بے شک میرا رب دعائوں کا سننے والا ہے۔

کتبہ

ربیع بن ہادی المدخلی 1413/06/13ھ

شرک فی العبادۃ اور شرک فی الطاعۃ میں فرق

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کتاب التوحید میں باب قائم کرتے ہیں:

ارشاد الہی ہے:

﴿فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾(الاعراف:190)

(جب اللہ تعالی نے انہیں صحیح و تندرست بچہ دیا تو انہوں نے اس عطاء میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرادیا۔ پس اللہ تعالی اس سے بہت بلند ہے جسے وہ شریک بناتے ہیں)

اس کے تحت آدم و حواء علیہما السلام کا وہ قصہ جو بچے کا نام عبدالحارث رکھنے کے تعلق سے ہے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ابن ابی حاتم ہی نے اسے بسند صحیح قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرمائی کہ:

’’اس کی اطاعت میں شریک بنائے، نا کہ اس کی عبادت میں‘‘۔

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی جو اس نے حکم دیا اس میں ان دونوں نے اس کی اطاعت کی، لیکن عبادت میں نہیں۔ البتہ اپنے بچے کو غیر اللہ کی عبدیت والا نام دے دیا۔ کیونکہ اطاعت اور عبادت میں فرق ہے۔ اگر کوئی کسی شخص کی اطاعت کرتا ہے اللہ کی نافرمانی میں تو وہ اسے اللہ کی عبادت میں شریک نہیں بنا رہا ہوتا، لیکن بس اس نے اللہ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی۔

(القول المفید)

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

اطاعت میں شرک شرک اصغر ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا، خاص کر جبکہ انہوں نے اس کے معنی کا قصد کرتے ہوئے ایسا نہیں کیا تھا۔ بلکہ صرف بچے کی محبت کے سبب اور اس کی سلامتی کی خاطر یہ کر بیٹھے تھے۔ اس کے باوجود اللہ نے اسے شرک قرار دیا۔ تو یہ شرک ہوا اگرچہ انسان اس کا قصد و ارادہ نہ بھی رکھتا ہو۔

یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو شرکیہ کلام کرے یا شرکیہ عمل کرے تو وہ مشرک کہلائے گا اگرچہ اس کی نیت اور ارادہ نہ بھی ہو۔ پس اس پر حکم لگے گا کہ بلاشبہ اس کا یہ فعل شرک ہے چاہے شرک اصغر میں سے ہو یا شرک اکبر میں سے۔ اسی لیے

رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے جس نے آپ ﷺ سے یوں کہا تھا کہ: جو اللہ تعالی اور آپ چاہیں، فرمایا تھا کہ:

”أَجَعَلْتَنِی لِلّٰهِ نِدًّا“[174]

(کیا تونے مجھے اللہ کے برابر والا بنادیا؟)۔

حالانکہ اس کا کہنے والا یہ ارادہ نہیں رکھتا تھا کہ آپ ﷺ کو اللہ کے برابر والا قرار دے۔ لیکن یہ لفظ جائز نہیں تھا، اور یہ شرک تھا اگرچہ اس کا قصد نہیں کیا گیا تھا۔ تو پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب باقاعدہ اس کا قصد وارادہ ہو؟

اس میں ان کا رد ہے جو کہتے ہیں: جس نے کلمۂ شرک کہا یا شرکیہ فعل کیا تو اس پر مشرک ہونے کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جاسکتا جب تک وہ دل سے اس کا اعتقاد نہ رکھے، جیسا کہ یہ مرجئۃ العصر کا قول ہے۔

(اعانۃ المستفید)

شیخ صالح آل الشیخ حفظہ اللہ قتادہ رحمہ اللہ کے شرک فی العبادۃ اور شرک فی الطاعۃ والے قول کے تحت فرماتے ہیں:

یہ دلیل ہے شرک فی الطاعۃ اور شرک فی العبادۃ کے مابین تفریق کی۔ کیونکہ شرک فی العبادۃ کفر اکبر ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے، جبکہ شرک فی الطاعۃ کے مختلف درجات ہیں جو معصیت ونافرمانی سے شروع ہوکر، حرام سے ہوتا ہوا شرک اکبر تک ختم ہوتا ہے، لہذا شرک فی الطاعۃ کے بہت سے درجات ہیں، سب ایک ہی درجے کی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے شرک فی الطاعۃ ہوجائے اور وہ کبیرہ گناہ ہو، شرک فی الطاعۃ ہوجائے اور وہ کفر اکبر ہو، اور اسی طرح۔ لیکن جو شرک فی العبادۃ ہے تو وہ کفر اکبر ہی ہوتا ہے۔

اسی لیے اہل علم نے شرک الطاعۃ اور شرک العبادۃ میں فرق کیا ہے۔ اگرچہ عبادت اطاعت کو مستلزم ہے اور اطاعت بھی عبادت کو مستلزم ہے، لیکن بہرحال اس کے تمام درجات میں نہیں۔

(التمہید شرح کتاب التوحید)

---

174 مسند احمد 1842، 2557 میں ”أَجَعَلْتَنِی لِلّٰهِ عَدْلًا“ کے الفاظ ہیں، احمد شاکر نے صحیح کہا 3/253، البتہ ”أَجَعَلْتَنِی لِلّٰهِ نِدًّا“ کے الفاظ بھی صحیح ہیں دیکھیں تحذیر الساجد للالبانی ص 145، پھر آگے فرمایا کہ: ”بَلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ“ (بلکہ کہہ کہ جو اکیلا اللہ تعالی چاہے)۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

شیخ عبد الرحمن بن حسن رحمہ اللہ فتح المجید میں سلف کے اقوال کہ: "انہوں نے عبادت میں نہیں بلکہ صرف اطاعت میں شریک کیا" کے متعلق فرماتے ہیں:

یہ شرک صرف نام میں تھا، اس حقیقت کا قصد نہیں جو ان سے ابلیس چاہتا تھا، یہ ایک اچھی بات پر ان کے قول کو محمول کیا گیا ہے یعنی ان دونوں نے اپنے بچے کا نام عبد الحارث محض بطور نام کے رکھا حقیقۃً غیر اللہ کی عبدیت ثابت کرنے کا ارادہ نہ تھا، یہی معنی ہے قتادہ رحمہ اللہ کے قول کا: اس کی اطاعت میں شرکاء نا کہ اس کی عبادت میں۔

شیخ صالح آل الشیخ حفظہ اللہ فتح المجید کی شرح میں اس شرک فی العبادۃ اور شرک فی الطاعۃ کے جملے کو بہت اہم قرار دیتے ہیں، اور اسی کو اس باب کا اصل مقصد گردانتے ہیں، جسے یادرکھنا انتہائی ضروری ہے۔

لہذا محض ظاہری صورت میں اس کا نام رکھ دیا گیا لیکن حقیقۃً غیر اللہ کی عبدیت مقصود نہ تھی، ورنہ یہ شرک اکبر ہوتا اور نعوذ باللہ کہ ان سے یہ سرزد ہو۔

تو کیا اسے شرک اصغر کہا جائے گا؟

جواب: ہم کہتے ہیں: شرک کی ایک نوع، لیکن شرک اصغر نہیں۔ کیونکہ معاصی کے تعلق سے بھی ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ شرک ہے، نہ ہی شرک اصغر ہیں۔ بلکہ علماء صرف یہ کہتے ہیں کہ: یا تو معاصی اطاعت میں شرک ہے، یا کہتے ہیں: شرک کی ایک نوع فقط۔ اور اکثر تو اہل علم معاصی کے ساتھ شرک کا لفظ استعمال نہیں کرتے۔ یہاں دیکھیں کہا: اس کی اطاعت میں شرکاء، یعنی مقید ذکر کیا۔

لہذا یہ جو فرمان الہی ہے کہ: انہوں نے اس کی عطاء میں شرکاء بنا لیے تو اس کا مطلب ہے اس کی اطاعت میں شرکاء بنا لیے اس بارے میں کہ جو اس نے انہیں عطاء کیا۔

تو یہ دلیل ہے شرک فی الطاعۃ اور شرک فی العبادۃ کے مابین تفریق کرنے کی۔

شرک فی العبادۃ کفر اکبر ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

جبکہ شرک فی الطاعۃ کے مختلف درجات ہیں جو کہ معصیت سے شروع ہوتے ہیں، اور حرام کاموں سے ہوتے ہوئے شرک اکبر تک پہنچتے ہیں۔

لہذا شرک فی الطاعۃ کے بہت سے درجات ہیں، سب ایک ہی درجے کہ نہیں۔ ہو سکتا ہے شرک فی الطاعۃ ہو اور وہ معصیت ہو،

شرک فی الطاعۃ ہو اور وہ کبیرہ گناہ ہو، شرک فی الطاعۃ ہو اور وہ کفر اکبر ہو وغیرہ۔

البتہ شرک فی العبادۃ تو بہر حال کفر اکبر ہے۔

اسی لیے اہل علم نے شرک فی الطاعۃ اور شرک فی العبادۃ میں فرق کیا ہے۔ حالانکہ عبادت اطاعت کو مستلزم ہے اور اطاعت بھی عبادت کو مستلزم ہے۔ لیکن اس کے ہر ایک درجے میں نہیں۔

فتح المجید کی شرح میں شیخ صالح آل الشیخ حفظہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

شرک فی الطاعۃ اور شرک فی العبادۃ میں فرق کی وضاحت ہوتی ہے جیسا کہ سلف نے اس آیت سے سمجھا ہے۔

اطاعت شیطان کے متعلق آپ نے سورۃ یس کی یہ آیت ذکر فرمائی:

﴿اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ‌ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ، وَّ اَنِ اعۡبُدُوۡنِىۡ‌ؔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ﴾ (یس:60-61)

(کیا میں نے تمہیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے)

علماء نے اس کی تفسیر یہ بیان کی کہ اس مقام پر شیطان کی عبادت سے مراد اس کی اطاعت کرنا ہے شرک اکبر میں۔ کیونکہ شرک اکبر تب ہوتا ہے جب عبادت کو غیر اللہ کے لیے ادا کیا جائے، اور یہ وہ سب سے بڑی چیز ہے جس میں شیطان کی اطاعت کی جاتی ہے، کیونکہ شیطان کو بنی آدم سے جو اصل غرض ہے وہ اسے مشرک بنانا ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک اکبر کا مرتکب ہو۔

پھر سورۃ الفرقان کی آیت ذکر فرمائی جس میں ہوائے نفس کو معبود بنانے کا ذکر ہے، لکھتے ہیں:

اور یہ اللہ کے ساتھ الہ بنانا ہے اطاعت میں ہے، ہوائے نفس کی اطاعت۔ اور خواہش نفس کی اطاعت شرک اکبر کے ساتھ بھی ہوتی ہے، کبھی وہ اطاعت مکفرہ ہوتی ہے، کبھی اس سے کم تر۔ اور سلف نے گنہگار پر مشرک کا نام چسپاں کرنے سے پرہیز کیا ہے، ورنہ تو در حقیقت ہر گناہ و نافرمانی نہیں سرزد ہوتی مگر اطاعت میں شرک کی کسی قسم کی بنا پر۔ لہذا انہوں نے معاصی پر شرک کا اطلاق نہیں کیا حالانکہ ہر معصیت پر ابھارنے والی چیز یہی ہوائے نفس کی اطاعت ہوتی ہے اور شیطان کی۔ چناچہ کچھ کہہ دیتے ہیں کہ: بلاشبہ ہر گناہ نہیں ہوتا مگر شریک کرنے کی کوئی قسم، مگر وہ یہ نہیں کہتے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب بے شک مشرک ہے۔

لہذا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے قصے والی آیت بھی اسی باب میں سے ہے۔

التمہید میں مزید فرماتے ہیں:

اور یہی بات سلف کے یہاں معروف ہے تو اس فرمان کا معنی کہ: ”انہوں نے اس کے شریک مقرر کیے اس میں جو اس نے انہیں عطاء فرمایا“ اطاعت میں شراکت کے پہلو سے ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ ہر گنہگار دراصل شیطان کی اطاعت کر رہا ہوتا ہے۔ اور ہر گناہ کسی بندے سے سرزد نہیں ہوتا مگر ایک قسم کی اطاعت میں شراکت ہی ہوئی ہوتی ہے، کیونکہ یا تو اس نے اپنی خواہش نفس کی اطاعت کی ہوتی ہے، یا پھر شیطان کی۔ اسی لیے شیخ الاسلام وغیرہ جیسے محققین نے فرمایا:

”کوئی بھی گناہ و نافرمانی بندہ اپنے رب کی نہیں کرتا مگر اس کا سبب یہی شیطان کی یا خواہش نفس کی اطاعت ہوتی ہے“۔

اور یہ شریک کرنے کی ایک قسم ہے۔ تو یہ آدم و حواء علیہما السلام سے ہوا تھا، جو ان کے مقام میں کسی بھی نقص کا باعث نہیں، نہ ہی اللہ کے ساتھ شرک کا متقاضی ہے۔ بلکہ یہ صرف اور صرف اطاعت میں شراکت کی ایک قسم ہے۔ اور صغیرہ گناہ انبیاء کرام علیہم السلام سے ہوسکتے ہیں، جیسا کہ اہل علم کے یہاں معلوم بات ہے، کیونکہ بلاشبہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام نبی ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا، لہذا انبیاء سے صغیرہ گناہ ہوسکتے ہیں جو ان کے کمال کے منافی نہیں، کیونکہ وہ اس پر جمے نہیں رہتے، بلکہ فوراً اللہ تعالی کی طرف لپکتے اور رجوع کرتے ہیں، اور ان کا حال اس گناہ کرنے کے پہلے والے حال سے بھی افضل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے ایمانی مرتبے اور عبودیت کے اعتراف بہت عظیم ترین ہوتے ہیں۔ اور ان کا اللہ کے سامنے انکساری و خضوع اختیار کرنا، اور معرفت زیادہ اکمل ہوتی ہے یہ جاننے اور اسے ادا کرنے کی وجہ سے کہ کون سی چیز اللہ تعالی کے حق میں واجب ہے اور کون سی مستحب۔

بعد میں آپ اسی سیاق آیات و آثار سلف کی بنا پر اس قصے کو صحیح قرار دے کر فرماتے ہیں:

جو اشکال بعض متاخرین اہل تفسیر نے پیش کیا ہے کہ آدم و حواء علیہما السلام نے اللہ کا شریک بنایا ہو (یعنی یہ محال ہے) حالانکہ آیت کی نص اس کے الفاظ اس کے مانع نہیں ہیں، کیونکہ شراکت داری یہاں وہ شراکت ہے جس پر لغت دلالت کرتی ہے، نہ یہ شرک اصغر ہے نہ ہی شرک اعظم ہے اور محال ہے کہ وہ اس میں مبتلا ہوئے ہوں۔ بلکہ یہ صرف اطاعت میں شرک ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا﴾ (الفرقان: 43)

(کیا تو نے وہ شخص دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش نفس کو بنالیا، تو کیا تو اس کا ذمہ دار ہو گا)

یا جیسا کہ دوسری آیت میں بھی فرمایا:

﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ (الجاثیۃ: 23)

(پھر کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش نفس کو بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا)

لہذا جس نے بھی اپنی خواہش نفس کو وہ مقام دیا کہ اس کی اتباع کرتا ہے تو وہ اس کا مطیع ہوا، اور یہ ایک قسم کی عبدیت ہے لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ: اس نے غیر اللہ کی عبادت کی، یا غیر اللہ کو الہ و معبود بنالیا، یا اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، ہاں البتہ یہ ایک قسم کی شراکت ہے۔ پس شیطان یا ہوائے نفس کی ہر اطاعت میں اس قسم کی شراکت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالی کی تعظیم بجالائے اور وہ اس کے اور اس کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے حکم کے علاوہ کسی کا مطیع نہ ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ قصہ آدم و حواء علیہما السلام کے مقام میں کسی بھی قسم کے نقص کا سبب نہیں، بلکہ دیگر گناہوں کی طرح یہ ایک گناہ تھا جس سے دونوں توبہ کر چکے تھے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی ان سے ہوا کہ وہ پیڑ کھالیا تھا۔ بلکہ ان کا پیڑ کھالینا اور اللہ تعالی کے حکم کی نافرمانی کرنا اس ہونے والے واقعہ سے بڑھ کر تھا، یعنی جو انہوں نے بچے کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ کیونکہ جو پہلا واقعہ تھا اس میں تو اللہ تعالی نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست خطاب فرمایا تھا اور اس پیڑ کو کھانے سے منع فرمایا تھا۔ جبکہ دوسرا واقعہ جو یہ نام رکھنے والا ہے تو اس میں براہ راست تو منع نہیں کیا گیا تھا البتہ صرف اللہ تعالی کے واجب حق کی جانکاری کی سبب یہ بات مفہوماً سمجھی جاسکتی تھی۔ لہذا یہ پہلا والا مقام دوسرے والے مقام سے زیادہ بڑا تھا کیونکہ اس میں خطاب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست تھا۔ اور یہ بات اہل علم کے یہاں معروف ہے جبھی قتادہ رحمہ اللہ علیہ نے شرکاء کے لفظ کی تفسیر جیسا کہ شیخ نے یہاں نقل فرمائی یہ کی ہے کہ:

”اس کی اطاعت میں شرکاء بنایا، نہ کہ اس کی عبادت میں“۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ علیہ اس باب کے مسائل کے تحت یہ بھی فرماتے ہیں:

5- سلف کا شرک فی الطاعۃ اور شرک فی العبادہ میں فرق کرنے کا بیان۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس سے پہلے ہم نے اطاعت اور عبادت میں فرق بیان کیا۔ پس اطاعت اگر اللہ تعالی کی طرف منسوب ہو گی تو پھر اس میں اور عبادت میں کوئی فرق نہیں ہو گا، کیونکہ بلاشبہ اللہ کی عبادت اس کی اطاعت ہی ہے۔ لیکن اگر اطاعت غیر اللہ کی طرف منسوب

ہو گی تو بلاشبہ وہ عبادت کے علاوہ ہو گی۔ پس ہم رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں لیکن ان کی عبادت نہیں کرتے۔ اسی طرح سے انسان دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی اطاعت کرتا ہے حالانکہ وہ اسے ناپسند کر رہا ہوتا ہے (عبادت کرنا تو دور کی بات!)۔ لیکن اس کی اطاعت بس اس کے حکم کی بجا آوری ہے، یہ ہے فرق۔ اور اس قصے کی بنیاد پر اگر دیکھا جائے تو آدم وحواء علیہما السلام نے اس کی عبادت نہیں کی تھی۔ اور یہ بات بھی قصے کے صحیح ہونے پر موقوف ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے استاد مودودی رحمہ اللہ کے غلط نظریے کہ اطاعت بہر صورت عبادت ہے کا رد فرمایا:

آپ ابوالاعلیٰ مودودی کے نام ایک خط میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۔۔۔ لیکن ہاں ہمارے ملک میں مقیم بعض ملباریوں نے آپ فضیلت مآب کے بارے میں بتایا کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ عبادت کی بلاشبہ تفسیر اطاعت ہی سے کی جاتی ہے، اور ہر وہ شخص جو کسی کی اطاعت کرتا ہے تو یقیناً وہ اس کی عبادت کرتا ہے جیسا کہ غلامی اور آقا کی تفسیر کی جاتی ہے۔ اور میری طرف شیخ عمر بن احمد الملیباری جن کا مجلہ ''السلسبیل'' ہے نے اس موضوع سے متعلق جو کچھ آپ فضیلت مآب اور جماعت کے بارے میں کہا جاتا ہے بالجزم لکھ کر بھیجا، اور میری طرف ایک عمومی فتوی طلبی کا ایک نسخہ (کاپی) بھیجی، جس میں سے ایک نسخہ میں آپ کی طرف بھی بھیج رہا ہوں۔ مجھے یہ بات بہت عجیب لگی، اور میں نے آپ کے اس خط کے وصول ہونے سے پہلے ہی یہ عزم کیا کہ میں آپ کی طرف اس بارے میں لکھ بھیجوں کہ جو کچھ آپ کی جانب منسوب کیا جارہا ہے اس کی کیا صحت ہے۔

اور اس مناسبت سے میں امید کرتا ہوں کہ آپ فضیلت مآب کچھ افادہ پہنچائے گیں جو کچھ اس موضوع کے متعلق آپ کے پاس ہے۔ البتہ جو کچھ آپ کے اس بھائی کے سامنے ظاہر ہے وہ یہ کہ بلاشبہ اطاعت عبادت سے زیادہ وسیع معنی رکھتی ہے، لہذا اللہ تعالی کی ہر وہ عبادت جو اس کی شریعت کے موافق ہو وہ اطاعت بھی ہے، لیکن ہر اطاعت جو غیر اللہ کی نسبت سے کی جاتی ہے عبادت نہیں کہلاتی۔ بلکہ اس بارے میں تفصیل ہے۔ اللہ تعالی کی نسبت سے تو یہ عبادت ہو گی جو لوجہ اللہ ایسا کرے لیکن ہو سکتا ہے وہ عبادت صحیح ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ فاسد ہو اس اعتبار سے کہ اس میں عبادت میں پائی جانے والے شرائط پوری ہوئی یا بعض شرائط رہ گئیں۔

پس میں آپ فضیلت مآب سے اس بارے میں تفصیلی افادہ چاہتا ہوں کہ آپ کی اس مسئلے میں کیا رائے ہے۔ اور اس معاملے کو جو بات اور بھی زیادہ واضح کرے گی وہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالی کی بعض امور میں اطاعت کرتا ہے لیکن وہ شرک میں ملوث ہے تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے عبادت کے وصف کی نفی کی جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے مشرکین کے بارے میں فرمایا:

﴿وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ﴾ (الکافرون:3)

(اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں)

پس اس میں ان (مشرکین) سے (اللہ کی) عبادت کی نفی کی گئی ان کے شرک کی وجہ سے حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ مشکلات میں اللہ کی توحید کے ذریعے عبادت کرتے تھے، اسی طرح سے حج وعمرہ کے ذریعے بھی عبادت کرتے اور بسا اوقات صدقات کے ذریعے بھی اور اس جیسی دیگر عبادات۔

لیکن جب ان عبادات میں خوشحالی کے وقت شرک کی آمیزش پائی جاتی تھی، اور آخرت پر بھی ایمان نہیں تھا اور اس کے علاوہ دیگر انواع کے کفر پائے جاتے تھے تو پھر جائز ہوا کہ اس (عبادت کی) ان کے کرنے والوں سے نفی کی جائے (یعنی اللہ تعالی کی عبادت کی جائے ساتھ میں شرک بھی ہو تو گویا کہ وہ اللہ کے یہاں عبادت ہی شمار نہیں)۔

اور جو بات اسے مزید واضح کرتی ہے وہ یہ کہ بلاشبہ جو امراء وحکام وغیرہ کی اللہ تعالی کی معصیت ونافرمانی میں اطاعت کرلیتا ہے تو بھی اسے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ ان کی عبادت کرنے والا ہے، کیونکہ وہ یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ شریعت الہی کی مخالفت میں ان کی اطاعت جائز ہے، بلکہ وہ تو ان کی اطاعت دنیا میں (ان کے ڈر سے یا) جلد ملنے والی کسی لالچ میں کرتا ہے، یا پھر اپنی ہوائے نفس کی پیروی میں، تو وہ اس طور پر مشرک شمار نہیں ہوگا اگر وہ اطاعت غیر شرکیہ امور میں ہو جیسا کہ وہ ان کی اطاعت کرے کسی شخص کو ناحق مارنے میں، یا کسی کو ناحق قتل کرنے میں، یا ناحق مال چھیننے میں وغیرہ۔

اور اس باب میں بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ اور میرا نہیں خیال کہ یہ بات آپ سے کم تر علم والے تک پر مخفی ہوں گی (چہ جائیکہ آپ جیسے پر مخفی ہو!)۔

لیکن چونکہ یہ بات آپ کے تعلق سے بہت پھیل چکی تھی تو پھر مجھ پر واجب ہوا کہ میں آپ سے اس بارے میں پوچھوں۔ اور میں آپ فضیلت مآب سے اس بارے میں تفصیلی بیان چاہتا ہوں تاکہ ہم آپ پر سے اس چیز کی نفی کریں جس کی نفی کرنا واجب ہو، اور بصیرت کے ساتھ آپ کا دفاع کریں، اور جماعت اسلامی کے تعلق سے حق طلب کرنے والے کے لیے اس کی وضاحت کرسکیں۔

اور اگر واقعی جو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یہ ایسا ہی ہے تو پھر آئیں ہم اس پر مذاکرہ کریں اور تمام زاویوں سے اس پر تحقیق کریں، اور جن مقامات پر اشکال ہے اس میں دلائل کے ساتھ مناقشہ کریں۔ اور حق تو ہم میں سے ہر ایک کے لیے گم گشتہ متاع ہے (جہاں ملے اسے اپنالے)۔ پس ہم اللہ تعالی سے دعاء کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور آپ کو اس چیز کی توفیق دے جس سے

وہ راضی ہوتا ہے، اور ہم سب کو فقہ فی الدین اور اس پر ثابت قدمی عطاء فرمائے۔ اور ہمارے دلوں اور اعمال کی اصلاح فرمادے۔ اور حق کو ہمارا گم گشتہ متاع بنادے جہاں بھی ہم اسے پائیں اسے لے لیں، بے شک وہ جواد وکریم ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رئیس الجامعۃ الاسلامیۃ، مدینہ نبویہ[175]۔

لہذا آپ رحمہ اللہ اس کے تقریباً 16 سال بعد 1408ھ میں باقاعدہ شیخ عمر الملیباری کے ذکر کردہ کلمۂ توحید کے معنی کی تائید فرماتے ہیں جس میں ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کا رد بھی ہے۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على من بعثه الله رحمة للعالمين، وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين وبعد:

میں اس مقالے پر مطلع ہوا جو ہمارے اللہ کے لیے بھائی علامہ شیخ عمر بن احمد الملیباری نے "لا الہ الا اللہ" کے معنی کے بارے میں لکھا۔ میں نے اس پر غور کیا جو کچھ فضیلۃ الشیخ نے اس کے معنی کے تعلق سے تین فرقوں کے اقوال کی وضاحت کی ہے۔ ان کا بیان کچھ یوں ہے کہ:

1-لا معبود بحق إلا الله (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں)۔

2-لا مطاع بحق إلا الله (اللہ تعالی کے سوا کوئی برحق اطاعت کے لائق نہیں)۔

3-لا رب إلا الله (اللہ تعالی کے سوا کوئی رب نہیں)۔

اور صواب قول سب سے پہلا والا قول ہے جو کہ آپ فضیلت مآب نے واضح کیا۔ اور اسی پر قرآن کریم کے کئی ایک مقامات پر کتاب اللہ دلالت کرتی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحۃ:5)

(ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں)

---

175 الرسائل المتبادلة بين الشيخ إبن باز والعلماء ص 294. یہی خط کچھ الفاظ کی ترمیم کے ساتھ فتاوی ابن باز > المجلد الخامس > من جوابي لفضيلة الشيخ أبي الأعلى المودودي فيما يتعلق بالفرق بين العبادة والطاعة میں بھی ہے۔

اور فرمایا:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾(الاسراء:23)

(اور فیصلہ کر لیا آپ کے رب نے کہ نہیں کرو عبادت مگر صرف اسی کی)

اور فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾(الذاریات:56)

(اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں کو اور انسانوں کو مگر صرف اپنی عبادت کے لیے)

اور فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ﴾(الحج:62)

(یہ اس لیے کہ بے شک اللہ تعالی ہی ہے جو حق ہے اور اس لیے کہ بے شک اس کے سوا وہ جسے بھی پکارتے ہیں وہی باطل ہے)

اور اس معنی کی بہت سی آیات ہیں۔ اور یہی بات مشرکین نے بھی سمجھی تھی اس کلمے سے جب نبی کریم ﷺ نے انہیں اس کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

”یاقومی! قُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، تُفْلِحُوا“[176]

(اے میری قوم! لا الہ الا اللہ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے)۔

پس انہوں نے اس کا انکار کیا اور اسے قبول کرنے سے تکبر کیا، کیونکہ بلاشبہ وہ اس سے یہ اچھی طرح سے سمجھ گئے تھے کہ یہ اس چیز کے مخالف ہے جس پر ان کے آباء واجداد تھے یعنی بتوں، درختوں اور پتھروں کی عبادت اور انہیں الوہیت کی صفات دینا، جیسا کہ اللہ تعالی نے سورۃ ص میں اس کا ذکر فرمایا:

﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ. اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ

176 شیخ مقبل بن ہادی الوادعی نے صحیح المسند 516 میں صحیح کہا۔

عُجَابٌ﴾(ص:4-5)

(اور انہوں نے اس پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا یہ ایک بہت بڑا جھوٹا جادوگر ہے، کیا اس نے تمام معبودوں کی جگہ بس ایک ہی معبود کر دیا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے)

اور اللہ سبحانہ وتعالی نے سورۃ الصافات میں مشرکین کے متعلق فرمایا:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ، وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴾ (الصافات:35-36)

(بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو تکبر کرتے تھے، اور کہتے تھے کیا واقعی ہم ضرور اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟!)

چناچہ اس سے معلوم ہوا کہ بے شک وہ اس کا معنی خوب سمجھتے تھے کہ یہ ان کے معبودات کو باطل قرار دیتا ہے اور اس بات کو واجب قرار دیتا ہے کہ عبادت کو اللہ تعالی اکیلے کے لیے خاص کر دیا جائے۔ اسی لیے جب اسلام لائے جو اسلام لائے تو انہوں نے جس شرک پر وہ تھے اسے چھوڑا اور اللہ اکیلے کے لیے اپنی عبادت کو خالص کیا۔ اگر اس کا یہی معنی ہوتا کہ: اللہ تعالی کے سوا کوئی رب نہیں یا اطاعت کے لائق نہیں تو وہ کبھی اس کلمے کا انکار نہ کرتے۔ کیونکہ بے شک وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالی ہی ان کا رب اور خالق ہے، اور بلاشبہ اس کی اطاعت بھی ان پر واجب ہے ان چیزوں میں جنہیں وہ جانتے تھے کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ہیں۔ لیکن وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان بتوں اور انبیاء، فرشتے وصالحین، درخت وغیرہ کی عبادت کرنا اس طور پر ہے کہ یہ اللہ تعالی کے پاس ہماری شفاعت کرتے ہیں، اور اس امید پر کہ یہ ہمیں اللہ تعالی کا مقرب بنا دیتے ہیں اور نزدیکی کا درجہ دلا دیتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کے متعلق ذکر کیا اپنے اس قول کریم میں کہ:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾

(اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچاتے ہیں اور نہ انہیں نفع دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں)

لیکن اللہ تعالی نے اسے باطل قرار دیا اور اپنے اس قول کے ذریعے اسی آیت میں ان کا رد کیا کہ:

﴿قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (یونس:18)

(کہہ دیجئے کیا تم اللہ تعالی کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے ان سے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں)

اور اپنے اس فرمان میں بھی اللہ تعالی نے ذکر فرمایا:

﴿تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ، اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ، اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى﴾(الزمر:1-3)

(اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالی کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے، بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، پس اللہ کی عبادت کیجئے دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، خبر دار! خالص دین صرف اللہ تعالی ہی کا حق ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالی سے بہت قریب ونزدیک کر دیں)

معنی یہ ہوا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اسی لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالی کے زیادہ نزدیک کر دیتے ہیں، تو اللہ تعالی نے ان پر اپنے اس فرمان سے یوں رد فرمایا کہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِىۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾

(یقیناً اللہ تعالی ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ فرمادے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ تعالی اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو)

پس اللہ تعالی نے واضح فرمایا کہ وہ اپنے اس زعم میں جھوٹے ہیں کہ ان کے یہ معبودات انہیں اللہ تعالی کا قرب دلاتے ہیں، اور اپنے اس عمل کے ذریعے وہ کافر ہیں، اور اس معنی کی بہت سی آیات ہیں۔

والحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وآله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔[177]

شیخ صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی فرمایا:

---

177 مجلة البحوث الإسلامية > العدد الحادي والعشرون – الإصدار : من ربيع الأول إلى جمادى الثانية لسنة 1408ھ > الفتاوى> فتاوى سماحة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز > ثانيا معنى لا إله إلا الله۔

"مودودی صاحب کا ایک نظریہ جس پر وہ بڑی پختگی کے ساتھ جمے اور حقیقت یہ ہے کے اسی نظریہ کی بنیاد پر انہوں نے اپنی ایک الگ جماعت کی بنیاد رکھی اور اس نظریہ کو اتنی قوت سے پیش کیا کے بڑے بڑے علماء ان سے متاثر ہو گئے اور انہوں نے بھی اس کو قبول کر لیا۔ اگرچہ ان کی جماعت میں داخل نہیں ہوئے مگر متاثر ہوئے اور اس کو قبول کیا۔ میرے سامنے وہ چیز آئی تو میں بھی کچھ دنوں تک الجھا رہا لیکن اس کے بعد اللہ تعالی نے اس مسئلے کو ایسا صاف کھول دیا کہ کسی قسم کا شک و شبہہ باقی نہیں رہا اور ابھی میں آپ کے سامنے پیش کروں گا تو آپ کو بھی ان شاء اللہ کوئی شک و شبہہ باقی نہیں رہے گا، اتنا صاف اللہ تعالی نے اس کو کھول دیا۔ مولانا کا نظریہ یہ تھا کہ کسی کی مستقل اطاعت کی جائے تو یہی اس کی عبادت ہے۔ مسلمان اللہ تعالی کی مستقل اطاعت کرتا ہے اور نبی ﷺ کی اطاعت اس لئے کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ گویا نبی ﷺ کی اطاعت جو ہے وہ اللہ تعالی کی اطاعت کی ماتحتی میں ہے لہذا آپ ﷺ کی جب اطاعت کی جائے گی تو اللہ تعالی کی اطاعت ہو گی اور یہ عبادت اللہ کی عبادت بنے گی۔

اب وہاں سے انہوں نے ایک دوسرا مسئلہ نکالا کہ اگر کوئی حکومت اللہ تعالی کے قانون کی بالادستی کے بغیر حکومت کر رہی ہو تو اس حکومت کی اطاعت کرنا، یہ اس کی عبادت کرنا ہے اور یہ شرک ہے اور یہیں سے شرک فی الحاکمیت کا نظریہ انہوں نے لیا اور اس کو بڑی قوت کے ساتھ پیش کیا اور آج تک اس میں بہت سارے لوگ مشغول ہیں۔ اب میں اس کی حقیقت آپ کے سامنے (پیش کرتا ہوں) یعنی سو، دو سو، چار سو، چھ سو اور کہیں کہیں آٹھ سو صفحات تک کی کتابیں جو ہیں اس مسئلہ پر لوگوں نے لکھ ماری ہیں۔ مسئلہ اس قدر الجھا دیا ہے اور اتنی لمبی لمبی بحث کہ اندازہ کرنا مشکل ہو جائے گا، اس لئے میں آپ کے سامنے چند لفظوں میں بہت دوٹوک طریقے سے اس معاملے کو پیش کرتا ہوں۔

اطاعت عبادت ہے؟ یا عبادت کچھ اور چیز ہے اور اطاعت کچھ اور چیز ہے؟ اس کو آپ سمجھئے! اس کو سمجھنے کے لئے میں آپ کے سامنے ایک یا دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔

میرے سامنے ایک نوجوان آیا جماعت اسلامی کا، باتیں کرنے لگا۔ میں بھی ان سے بات کر رہا تھا۔ اب وہ آیا اپنی دعوت کی طرف کہ صاحب ہماری یہ دعوت ہے، میں نے کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ چاہتا تھا کہ میں بھی اس کو قبول کر لوں۔ تو میں نے بولا دیکھو تمہاری یہ دعوت جو ہے صحیح نہیں ہے۔ کہا کیسے صحیح نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ اگر یہ بیان تمہارا صحیح ہے کہ کوئی شخص کسی حکومت کی اطاعت کرے اور وہ حکومت اللہ کے قانون کی بالادستی کے تحت نہ چل رہی ہو تو یہ اطاعت عبادت ہو جائے گی، اگر یہ بات صحیح ہے تو مہربانی کر کے باہر چلے جاؤ اور کسی مسلمان کو دیکھو کہ وہ سڑک پر بائیں کنارے سے (ہندوستان میں ہر چیز بائیں کنارے سے چلتی ہے سڑک پر) سائیکل چلا رہا ہو تو اسے کہو کہ بھائی تم ادھر سائیکل مت چلاؤ، اس کنارے میں سائیکل چلانا شرک ہے۔ اب وہ بڑے زور سے بلبلایا کہا کہ مولانا یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا میں وہی بات کر رہا ہوں جو تم نے کہی ہے۔

جو بات تم نے کہی ہے میں اس کا نتیجہ بتا رہا ہوں۔ کہا کیسے؟ میں نے کہا یہ حکومت ہندوستان جو ہے اس کی جو حکومت ہے وہ اللہ کے قانون کی بالا دستی کے بغیر ہے یا اللہ کے قانون کی بالا دستی کے تحت ہے؟ کہا کہ نہیں، اللہ کہ قانون کو تسلیم کیے بغیر حکومت کر رہی ہے۔ تو میں نے کہا اس کے جو قوانین ہونگے ان کی اطاعت کرنا شرک ہو گا یا نہیں ہو گا؟ کہا ہو گا۔ تو میں نے کہا اسی کے قانون کا ایک حصہ ہے کہ سائیکل سڑک کے بائیں کنارے چلائی جائیں۔ لہذا اگر کوئی بائیں کنارے سے سائیکل چلاتا ہے اس حکومت کی اطاعت کرتا ہے اور اسی اطاعت کو آپ عبادت کہتے ہیں۔ اور غیر اللہ کی عبادت کو شرک مانتے ہیں لہذا یہ شرک ہوا۔ اب وہ ایک دم پریشان ہو گیا۔ اس نے کہا کہ صاحب آپ ہی بتائیے کہ پھر صحیح کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ دیکھو اطاعت دوسری چیز ہے اور عبادت دوسری چیز ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ کبھی ایک ہی عمل اطاعت بھی ہو اور عبادت بھی ہو لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے ایک عمل اطاعت ہو عبادت نہ ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے ایک عمل عبادت ہو اور اطاعت نہ ہو، یہ سب کچھ ممکن ہے۔ کہا کیسے ہے؟ میں نے کہا آپ سنیں میں بتاتا ہوں۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کے پاس آئے انہوں نے پوچھا کہ: ﴿مَا تَعْبُدُونَ﴾ (تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟) قوم نے کہا: ﴿قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ﴾ (الشعراء: 70-71) (ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے لیے مجاور بن کر بیٹھ جاتے ہیں) اب یہ بتائیے کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم جن بتوں کی عبادت کر رہی تھی کیا وہ ان بتوں کی اطاعت بھی کر رہی تھی؟ وہ بت تو اس لائق سرے سے تھے ہی نہیں کہ کسی بات کا حکم دے سکیں یا کسی بات سے روک سکیں۔ تو یہ قوم جو عبادت کر رہی تھی وہ یہاں پر عبادت تو ہوئی لیکن اطاعت نہیں ہو گی۔ ماننا پڑے گا کہ ہاں بات ٹھیک ہے کہ وہ لوگ اطاعت تو نہیں کر رہے تھے مگر عبادت کر رہے تھے۔ وہ مان گیا میں نے کہا تھوڑا مزید آگے چلتے ہیں، سنیں۔۔۔

عیسائیوں کے متعلق اللہ تعالی نے قرآن مجید میں کئی جگہ تبصرہ کیا ہے۔ قیامت کے روز پوچھے گا اللہ تعالی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ:

﴿أَأَنتَ قُلتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ﴾ (المائدۃ: 116) ((اے عیسیٰ) کیا تم نے یہ کہا تھا کہ لوگوں مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنالو؟) تو سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فوراً اس کی نفی کریں گے۔ کہیں گے ہم نہیں جانتے۔ جب تک میں زندہ تھا میں ان کی دیکھ بھال کرتا رہا، جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو پھر تو ان کا نگران تھا میں کچھ نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا کیا۔ اس طرح سے وہ اپنی براءت کریں گے۔ اچھا اسی قرآن میں یہ بتایا گیا ہے عیسائیوں کے تعلق سے اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو عبادت کرتے تھے، کہ یہ لوگ ایسے شخص کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان دے سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت کرتے تھے اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نفع نقصان نہیں دے سکتے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت جو وہ کر

رہے تھے تو کیا ان کی اطاعت بھی کر رہے تھے؟ میں نے ان سے پوچھا: عبادت تو ثابت ہوئی، قرآن نے بھی ان کے اس عمل کو عبادت ہی کہا ہے، تو کیا عیسائی جو ان کی عبادت کرتے ہیں یا کر رہے تھے تو ان کی اطاعت بھی کر رہے تھے؟ اطاعت تو نہیں کر رہے تھے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی حکم نہیں دیا کے میری عبادت کرو، بلکہ اس سے منع کیا ہے۔ تو وہ ان کی معصیت کر رہے تھے۔ اطاعت کے بجائے نافرمانی کر رہے تھے اور وہ عبادت تھی۔ تو عبادت کے لئے ضروری نہیں ہے کے جس کی عبادت کی جائے اس کی اطاعت بھی کی جائے۔ بغیر اطاعت کے بھی عبادت ہو سکتی ہے اور نافرمانی کے صورت میں بھی عبادت ہو سکتی ہے۔ اس کو عبادت نہیں کہیں گے۔ یہ مسئلہ ہے، بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

اب صاف ہونے کے بعد آپ کو کیا جاننا چاہیے؟ کسی کے حکم کو ماننا اور بجالانا یہ اس کی اطاعت ہے۔ اور کسی کے تقرب کے لئے یعنی اس کی رضا کے لئے اور اسباب سے بالاتر ہو کر کے اس کی رضا کی جو صورت ہوتی ہے اس رضا کے لئے کوئی کام کرنا یہ اس کی عبادت ہے۔ تو وہ لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا کے لئے کام کرتے تھے لہذا یہ ان کے عبادت تھی، اور ان کی فرمانبرداری نہیں کرتے تھے لہذا اطاعت نہیں تھی۔ ہم نماز پڑھتے ہیں تو اس سے اللہ تعالی کی رضا چاہتے ہیں اور اس کا تقرب چاہتے ہیں، اس معنی میں یہ نماز عبادت ہے۔ اور اللہ نے جو حکم دیا ہے اس کو بجالا رہے ہیں، اس معنی میں یہ اس کی اطاعت ہے۔ اطاعت دوسرے معنی میں ہے عبادت دوسرے معنی میں ہے۔ نماز ایک کام ہے مگر اس میں دونوں چیزیں جمع ہیں، اطاعت بھی ہے اور عبادت بھی ہے۔

اب مولانا مودودی نے چونکہ یہ نکتہ نکالا تھا کہ کسی کی مستقل اطاعت کرنا ہی عبادت ہے لہذا وہ کہتے تھے کہ بندہ اگر اللہ تعالی کی اطاعت میں زندگی گزارتا ہے تو ساری زندگی اس کی عبادت ہو جائے گی۔ تو ان کے نکتۂ نظر سے تو ظاہری بات ہے یہ عبادت ہو جائے گی۔ لیکن قرآن کا جو نکتۂ نظر ہے اس کے اعتبار سے یہ ساری زندگی یہ عبادت نہیں ہو گی، اطاعت البتہ ہو گی۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم وہ بجالایا ہے تو ساری زندگی اس نے اطاعت کی ہے، اور یہ کار ثواب ہے اور اس کا اس کو ثواب ملے گا۔ لیکن اس کو عبادت نہیں کہیں گے۔ صحیح معنی یہی ہے۔ (یعنی معنوی طور پر اسے عبادت کہا جائے گا کہ ساری زندگی احکام الٰہی کے مطابق گزاری اور مباح کام بھی اس نیت سے عبادت جیسے ثواب کے لائق بن گئے، مگر حکماً جو عبادت ہوتی ہے جو غیر کے لیے کرنے سے انسان حقیقی مشرک اور دین سے خارج بن جاتا ہے وہ نہیں)۔

(شیخ کی اردو تقریر کے آخر میں موجود سوال و جواب کی نشست سے لیا گیا)

تصدیق نامہ

مندرجہ بالا مواد توحیدِ خالص ڈاٹ کام کی جانب سے نظر ثانی کیا گیا ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین کے مخالف کوئی بات مندرج نہیں۔ آپ اگر ٹائپنگ وغیرہ میں کوئی بھی غلطی محسوس کریں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ اسی طرح سے اگر ترجمے میں کسی بھی قسم کی غلطی، تضاد، نقص یا ابہام پائیں، یا پھر اصل عربی متن کے مقتضیٰ کے خلاف کوئی اور معنی و مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہو، یا پھر تیار کردہ مواد میں کوئی بھی بات قرآن وسنت اور فہم سلف صالحین کے خلاف ہو تو ضرور ہمیں مطلع فرمائیں info@tawheedekhaalis.com اور براہ مہربانی غلطی کی نشاندہی مکمل حوالے کے ساتھ کی جائے تاکہ فوری اصلاح ممکن ہو۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہم میں سے کوئی آپ کے دینی مسائل کا جواب یا فتویٰ دینے کا مجاز نہیں بلکہ اس سلسلے میں علماء کرام سے براہ راست رابطہ کیا جائے۔ البتہ اگر آپ کے پاس کوئی مفید تجاویز ہوں تو ہم اس پر ضرور غور کریں گے۔